حال قیم بالہ زراعت خان

سلسلۂ تالیفات

انجمن ہدایت المسلمین لکھنؤ

زراعت

بزبان مسلمانان

F.I.C
Central S

مقدار طبع ۵۰۰ کتاب بدلے ٹیلنے کا پتہ قیمت فی جلد ۸/

انجمن ہدایت المسلمین لکھنؤ

مولوی عبدالمومن الفاروقی پرنٹر و پبلشر نے عمدۃ المطابع پریس لکھنؤ میں چھاپکر ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۳ء شائع کیا

تقریض از مدیر النجم عافاہ ربہ

یہ کتاب "فتنۂ ابن سبا" ایک ایسے مخلص کی تالیف لطیف ہے جنھوں نے اپنے نام کا بھی اظہار نہیں کیا۔ اور حق تالیف انجمن ھدایت المسلمین کو دیکر ثواب پر ثواب حاصل کیا۔ مصارف طبع بھی خود ہی ادا کئے جزاہ اللہ تعالیٰ خیرًا۔

طباعت سے پہلے ہی پوری کتاب کو غائر نظر سے میں نے دیکھا۔ ابن سبا کی ایسی مفصل تاریخ اور جن جن تدابیر سے اُسنے مذہب شیعہ کی بنیاد رکھی اور اسکی اشاعت کی، اس تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ شاید اس سے پہلے کسی نے نہیں لکھا۔ کتب شیعہ کے جسقدر حوالے اس کتاب میں ہیں وہ سب صحیح ہیں انکی صحت کی میں ذمہ داری کرتا ہوں۔

اس کتاب سے یقینًا شیعوں میں ایک جنبش پیدا ہوگی اور کچھ عجب نہیں کہ اس کا جواب بھی لکھا جائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شیعہ صاحبوں کے لئے کسی کتاب کا جواب لکھ ڈالنا کچھ دشوار بھی نہیں۔ جب اس بات کی پابندی نہ ہو کہ جواب کیسا ہونا چاہیئے تو پھر میدان وسیع ہے۔

لیکن اگر انصاف کی نظر سے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائیگا پھر جواب مشکل ہے

واللہ متم نورہ

کتبہ

احقر عباد اللہ محمد عبد الشکور

عافاہ مولاہ

فہرستِ مضامینِ فتنۂ ابنِ سبا

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	(۱) یہودی	۱
۲	قوم زط	۱۰
۳	قوم نصیری	۱۰
۴	یہودی اور گوسالہ	۱۳
۵	ایک شاہ صاحب کا قصہ	۱۶
۶	ضریح زید پور	۱۷
۷	علم فیض آباد	۱۷
۸	یہودیوں کی سرتابی	۱۸
۹	یہودیوں کا حکم خدا سے استہزاء	۲۰
۱۰	یہودی مغضوب	۲۱
۱۱	یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن	۲۱
۱۲	یہودی یثرب میں	۲۲
۱۳	یہودیوں کا برتاؤ حضرت محمد عربی کے ساتھ	۲۳
۱۴	یہودیوں کی عداوت آنحضرتؐ کے ساتھ	۲۴
۱۵	یہودیوں کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھ	
۱۶	(۲) ابن سبا	
۱۷	ابن سبا صنعا کا رہنے والا تھا	
۱۸	ابن سبا کی سرگذشت	۱
۱۹	ابن سبا کا پروگنڈہ	۱۰
۲۰	ابن سبا نے ایک نیا عقیدہ پیش کیا	۱۰
۲۱	پروگنڈہ اور اس کا اثر	۱۳
۲۲	ابن سبا موجد مسئلہ امامت ہے	۱۶
۲۳	ابن سبا بصرہ میں	۱۷
۲۴	ابن سبا دمشق میں	۱۷
۲۵	ابن سبا مصر میں	۱۸
۲۶	ابن سبا کے متعلق ائمہ و علمائے شیعہ کیا کہتے ہیں	۲۰
۲۷	مسئلۂ امامت	۲۱
۲۸	ابن سبا کا کیرکٹر	۲۱
۲۹	ابن سبا کا اصلی مقصد	۲۲
۳۰	(۳) ابن سبا کی فتنہ انگیز کارروائیاں	۲۳
۳۱	ابن سبا کا پہلا حملہ توحید پر ہوا	۲۴
۳۲	الوہیت علیؓ کے عقیدہ کا ذمہ دار کون ہے	۲۴
۳۳	الوہیت علیؓ دائمہؒ	۲۵
۳۴	پراپگنڈہ	۲۵
۳۵	ابن سبا کی سبائی جماعت	۲۶
۳۶	ابن سبا کی سبائی جماعت کا پروگنڈہ	۲۶
۳۷	ابن سبا کی سبائی جماعت کا اثر	۲۷
۳۸	ابن سبا کی سبائی جماعت کا اثر	۲۷
۳۹	ابن سبا کی سبائی جماعت کا اثر	۲۸
۴۰	ابن سبا کی سبائی جماعت کا اثر	۲۸
۴۱	ابن سبا کی سبائی جماعت کا اثر	۲۹
۴۲	ابن سبا کی سبائی جماعت کا اثر

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۳۵	ابن سبا کا دوسرا حملہ نبوت پر ہوا	۶۴
۳۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۷۰
۳۷	ابن سبا کی کارروائیاں حضرت عثمانؓ کے خلاف	۷۲
۳۸	حضرت عثمانؓ نے شکایتوں کی تحقیقات کرائی	۷۴
۳۹	کوفے میں بدامنی	۷۵
۴۰	مدینہ کے قریب حضرت عثمانؓ کے خلاف مجمع	۷۶
۴۱	بلوائی مدینہ کے متصل	۷۷
۴۲	بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کا گھر گھیر لیا	۷۸
۴۳	حضرت عثمانؓ کا خونریزی سے احتراز	۸۰
۴۴	حدیث دربارۂ شہادت عثمانؓ	۸۰
۴۵	حضرت عثمانؓ کا بلوائیوں سے خطاب	۸۰
۴۶	حضرت عثمانؓ کی شہادت	۸۱
۴۷	حضرت عثمانؓ کے اوصاف حمیدہ	۸۲
۴۸	(۴) حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے	۸۶
۴۹	ابن سبا حضرت علیؓ کے حکم سے انحراف کرتا ہے	۸۸
۵۰	قصاص حضرت عثمانؓ کیلئے حضرت عائشہؓ کی تیاریاں	۸۸
۵۱	حضرت عائشہؓ کی روانگی بصرے کو	۸۹
۵۲	حضرت عائشہؓ بصرے میں	۹۰
۵۳	حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کے مقابلہ میں جنگ کی تیاریاں کرتے ہیں	۹۱
۵۴	اصلح صلح منجانب حضرت علیؓ	۹۳
۵۵	غلط فہمی رفع ہو گئی	۹۴
...	(۵) جنگِ جمل	۹۷
۵۷	ابن سبا کا فریب اور جنگ جمل	۹۷
۵۸	(۶) مذہب سبائی پر سرسری نظر	۹۸
۵۹	سبائیوں کا عقیدہ خدا کے بارے میں	۱۰۰
۶۰	سبائیوں کا عقیدہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں	۱۰۴
۶۱	سبائیوں کا عقیدہ جناب محمدؐ کے ساتھ	۱۰۶
۶۲	سبائیوں کا عقیدہ وسلوک صحابۂ رسول کیساتھ	۱۰۹
۶۳	صحابہؓ کے مراتب خدا کے نزدیک	۱۱۲
۶۴	صحابہؓ کے بارہ میں حدیث رسولؐ و اقوال ائمہؒ	۱۱۷
۶۵	سبائیوں کا عقیدہ اپنے ائمہ کے بارے میں	۱۲۲
۶۶	مسئلہ متعہ	۱۲۵
۶۷	مسئلہ تقیہ	۱۳۸
۶۸	قرآن اور تحریف	۱۵۱
۶۹	کرنے کی سبائی جماعت	۱۷۱
۷۰	زرارہ کا کیرکٹر	۱۷۲
۷۱	شیخ ابوبصیر کا کیرکٹر	۱۷۴
۷۲	حدیث کھاؤ بٹیا کھاؤ	۱۸۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

کتب خانہ السنہ
رامپور سٹیٹ

یہودی

حضرت ابراہیمؑ بہت بڑے پیغمبر ہوئے ہیں۔ وہ نمرود بادشاہ کے وقت میں پیدا ہوئے جس کی رعایا بُت پرست اور ستارہ پرست تھی۔ نمرود اپنے کو خدا منواتا تھا حضرت ابراہیمؑ لوگوں کو بتوں کی پوجا سے روکتے تھے اور ایک خدا کی عبادت کو کہتے تھے۔ اس لیے نمرود اور اُس کی رعایا اُن سے بہت ناخوش ہوگئی۔ اور تو اور ابراہیمؑ کے باپ آزر جو بُت بنایا کرتے تھے اور خود بُت پرست تھے اپنے بیٹے کی صورت سے بیزار ہوگئے۔

نمرود نے بہت سی لکڑیاں جمع کر کے ایک بہت بڑی آگ تیار کرائی اُس میں ابراہیمؑ کو پھینک دیا لیکن خدا کے حکم سے وہ آگ خدا کے دوست کیلئے ٹھنڈی ہوگئی اور انکا وہاں تک بال بیکا نہ ہوا۔

حضرت ابراہیمؑ کے بعد جتنے بیٹوں کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے وہ سب آپ ہی کی اولاد میں ہوئے۔ آپ کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ تھے جو حضرت ہاجرہؑ کے بطن مبارک سے تھے یہ وہی ہیں جنکی نسبت حضرت ابراہیم کو خواب میں خدا کی طرف سے ذبح کرنیکا اشارہ ہوا تھا، دوستی میں اور پھر خدا کیلیے خاص مقبول بندوں کے سامنے جان کیا چیز ہے۔ حضرت ابراہیمؑ

ذبح کرنے کو اور حضرت اسمٰعیل ذبح ہونے کو مستعد ہو گئے۔ ان فرمانبردار بندوں نے فرمانبرداری کی مثال ہمیشہ کیلئے قائم کر دی۔ اللہ کو صرف آزمائش منظور تھی دونوں پورے نکلے تو خدا نے اسمٰعیلؑ کی قربانی کی جگہ ایک بڑا مینڈھا قربانی کو بھیج دیا۔

ان دونوں بندوں کا نام ابتک چلا جاتا ہے۔ بقرعید کی قربانی ہر سال انکی یاد تازہ کرتی ہے تیسری رکعت نماز میں التحیات کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے اسمیں حضرت ابراہیم اور انکی آل کا ذکر مبارک کس شان کیساتھ ہے۔ حضرت اسمٰعیل بھی نبی تھے انکی اولاد میں ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکے بعد اب کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔ اللہ نے دین اسلام کو مکمل کر دیا۔ اور پیغمبری ختم کر دی،

حضرت ابراہیم کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰقؑ تھے جو حضرت سارہؑ کے بطن مبارک سے تھے اور حضرت اسمٰعیل کے چھوٹے سوتیلے بھائی تھے۔ حضرت اسحٰق کے بیٹے یعقوبؑ تھے جنکا لقب اسرائیل تھا۔ اسرائیل کے معنی ہیں مردِ خدا۔ ان کے بارہ بیٹے تھے وہ سب اور انکی اولاد بنی اسرائیل کہلاتے تھے یعنی اسرائیل کے بیٹے، یہی نسل کچھ دنوں کے بعد یہودی کہلائی، ان بارہ بیٹوں میں سے حضرت یوسف بھی تھے۔ وہ بادشاہ مصر کے نائب ہو گئے تھے۔ نبی بھی تھے انھوں نے اپنے ماں باپ اپنے بھائیوں اور ان کی اولاد کو جنکی تعداد تخمیناً ستر تھی مصر بلا لیا یہ سب مصر میں رہے۔ انکی نسل خوب بڑھی مصریوں کو انکی ترقی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی تو انھوں نے حضرت یوسف کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا جو دو سو برس تک غلامی میں رہے۔ ان کو ذلت پر ذلت دی جاتی تھی اور ظلم پر ظلم کیئے جاتے تھے۔ بیرحمی سے بیگار لی جاتی تھی ذرا سے قصور پر اور اکثر بلا قصور محض شبہ پر وہ اور انکے بیگناہ بچے قتل کر دیے جاتے تھے انکی نسل کو مٹانے کے لیے انکی لڑکیاں محفوظ رکھی جاتی تھیں اور ان کے لڑکے قتل کیئے جاتے تھے۔ غلامی کی چند گھڑیاں بھی بُری ہوتی ہیں نہ کہ کئی صدیاں

اس غلامی میں بنی اسرائیل انسان نہیں رہے۔ تمام انسانی شرافتیں اُن سے رخصت ہوگئیں خودغیرت رہی نہ بہادری، نہ بلند خیالی نہ بلند ہمتی کسی خصلت نیک کا نشان باقی نہیں رہ گیا ایک مدتِ طویل تک محکوم رہنا اور جنگ سے کوسوں دور رہنا انکی شریفانہ احساس قوت مدافعت اور قومی اسپرٹ کو مٹانے کیلیے کافی تھا۔ جنگ میں جہاں خونریزی ہے وہاں شجاعت خودداری صبر و استقلال بلند حوصلگی۔ فیاضی اور قومی اسپرٹ کو ابھارنیکی ترکیبیں بھی ہیں۔ ہاں جنگ مدافعت اور حفاظت جان و مال کے لیے ہونا چاہیے، ملک ستانی ستم رانی اور کمزور قوموں کو غلام بنانے کی غرض سے نہ ہونا چاہیے، جو قومیں جنگ کی خوگر نہیں ہیں یا مذہب کی رو سے جنگ کرنے سے ممنوع ہیں ان میں بزدلی پیدا ہوجاتی ہے۔ موت کا بیجا خوف انکو کم ہمتی و سست عزم کر دیتا ہے۔ قربانی کا احساس فنا ہوجاتا ہے کمینہ سازش اور فریب دہی کی خو پیدا ہوجاتی ہے، راستبازی رخصت ہوجاتی ہے۔ مدت دراز کی غلامی کا انتہائی ضرر اور افسوسناک اثر غلام قوم پر یہ ہوجاتا ہے کہ اسکو غلامی پسند ہوجاتی ہے اور آزادی کا خیال دل سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے کوئی دلچسپ خواب بھول کر رہ گیا ہو

حسرت این ست کہ صیاد مرا چند انے
در قفس داشت کہ راہِ چمن از یاد م رفت

مصر سے نکلنے کے بعد جب کبھی تھوڑی سی بھی تکلیف ہوتی تھی تو حضرت موسیٰؑ سے شکایتاً کہتے تھے "اس سے تو ہم مصر ہی میں اچھے تھے"۔ اچھے کیا خاک تھے۔ غلام تھے ذلیل تھے ہاں زندہ تھے۔ تھی موت گمنام تھا زندگی،

آجکل بہت سے ہندوستانیوں کی بھی یہی ذہنیت ہے۔ غلامی میں خوش ہیں ذلت کو عزت اور دکھ کو سکھ سمجھتے ہیں ؎

دلِ نادان "ہالی" ز جفائے تو خوش ست
اے جفا ہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں

یہاں کی غلامی کی آب و ہوا کا اثر دیکھیے کہ حریت پرست حضرات بھی مدوّنین اسٹیٹس پر راضی ہو گئے ہیں ؎

گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

ایک حسرت موہانی البتہ ہیں جو برسوں سے آزادی کامل کی رٹ لگا رہے ہیں۔ احمد آباد میں گاندھی جی نے بھی انکی سخت مخالفت کی تھی ہاں اب پنڈت جواہر لال نہرو نے قابل آفریں ذوق کے ساتھ حسرت موہانی کی ہمنوائی شروع کی ہے۔

دیکھو وہ ہیں عبا و قبا والے، وہ ہیں اپ ٹو ڈیٹ کوٹ پتلون والے جو عزت و جاہ کی بت کو سجدہ کرتے ہیں۔ جو تھوڑے سے ذاتی نفع یا چھوٹے موٹے خطاب کے لالچ میں قومی، ملکی اور ملّی بدخواہ بنے بیٹھے ہیں ذاتی مفاد کے مقابلے میں ایثار کرنے کیلیے یا نقصان اٹھانے کیلیے ہرگز تیار نہیں۔ انکی غدّاریاں اور تنگ خیالیاں سب غلامی ہی کی برکتیں ہیں وہ بندے ہیں اپنی خواہشوں کے گو بظاہر خدا کے پجاری ہیں لیکن حقیقت میں انکا دل تو نکی نذر ہو چکا ہے جرمنی اور انگلستان میں ایک متنفس بھی بدخواہ قوم دکھا دو تو ہم جانیں وہ سخت سے سخت بداخلاق ہوں۔ کمزور و مغلوب قوموں کے حق میں ستم ایجاد اور بے ایمان ہوں مگر اپنی قوم اور اپنے ملک کے بدخواہ نہیں۔ جبتک کسی قوم میں خواہ قوم فروش خود غرض اور بغیرت لوگ زندہ ہوں گے آزادی ملنا مشکل ہے۔ اور سچ پوچھو تو ملنا چاہیے بھی نہیں۔ خدا کا قانون یہی ہے اور اٹل ہے پہلے آزادی کی قابلیت تو حاصل کرو استعداد پیدا ہوتے ہی مبدأ جود و کرم کی طرف سے نزول فیض ہونے لگتا ہے، وہ (خدا) کسی مستحق کو کبھی محروم نہیں فرماتا

استعداد خارجی مع اپنی تمام نعمتوں کے آبیاری کیلئے تیار رہتی ہے لیکن استعداد داخلی کا ہونا شرط ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آفتاب ضیاپاش کا فیض عام مصفا شیشے کو انعکاس نور سے کبھی محروم نہیں کرتا لیکن مکدر شیشے ہرگز مستفیض نہیں ہوتے،

بنی اسرائیل نے فرعون اور فرعونیوں سے رحم چاہا لیکن انکو رحم نہ آیا تو بنی اسرائیل نے کہا کہ ہم کو خدا ہی پر بھروسا ہے اور دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کے ظلم کا تختہ مشق نہ بنا۔ اپنی رحمت سے ان کافروں سے نجات دے تو خدا نے ان پر رحم کیا وہ سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ اس نے فرعون اور فرعونیوں کو دریا میں ڈبو کر بنی اسرائیل کو نجات دی۔ حضرت یعقوب کی آزاد شدہ اولاد کو مصر کی حکومت دی شام کے ملک کا وعدہ پہلے ہی سے تھا لیکن یہودی تھے بڑے نافرمانی کرنیوالے۔ خدا کی نافرمانی کرنیوالے۔ رسول تو رسول خدا سے کھلم کھلا بغاوت کرنیوالے۔ رسول اور رسول کے بھیجنے والے سے گستاخیاں کرنیوالے۔ ذری ذری سی بات پر شکوہ شکایت کرنیوالے سچ ہے غلامی جاتی رہتی ہے لیکن اسکے اثرات بد پیچھا نہیں چھوڑتے وہ ایک نسل سے دوسری نسل میں پہنچتے رہتے ہیں کیسے احسان فراموش اور نڈر تھے! ابھی دو مہینے نہیں ہوئے تھے کہ خدا نے انکو غلامی سے نکالا تھا راستے میں ایک قوم کو بت پوجتے دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگے ہم کو بھی ایک ایسا ہی بت بنا دیجیے ہمارا جی بت پوجنے کو چاہتا ہے۔ سبحان اللہ پہلے فرعون اور آل فرعون کی بندگی کرتے تھے اب بتوں کی بندگی کرنے کو جی چاہتا ہے۔ جب دل میں غلامی سما جاتی ہے تو یہی حال ہوتا ہے بس کسی نہ کسی کے غلام بنے رہو۔ حضرت موسیٰؑ نے سمجھا بجھا کر باز رکھا۔ فطری طور پر انسان آزاد پیدا ہوا ہے اسکو آزاد رہنا چاہیے۔ آزادی اسکا پیدائشی حق ہے۔ لیکن دیکھتے ہو

وہ کیسا ظالم ہو جاتا ہے کہ غلامی پسند کرنے لگتا ہے۔ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے،

مخلوق پرستی۔ رسول عربیؐ بت پرستی، ستارہ پرستی، انسان پرستی غرضکہ جملہ ماسوا پرستی (خدا کے سوا اور کسی چیز کی پرستش) کو مٹانے کیلئے اور ایک خدا کی پرستش قائم کرنے کیلئے آئے آپ دنیا سے چلتے چلتے وصیت فرما گئے کہ میری قبر کو پوجنا نہیں یعنی مجھ کو معبود نہ بنانا لیکن آج خدا کے کچھ بندے آپکو خدا بنانے کیلئے سرگرم کوشش ہیں۔ اپنی کوشش پر شرم کرنیکی جگہ فخر کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

ایک گروہ رسول خداؐ کو ان معنوں میں عالم الغیب مانتا ہے کہ آپکا علم بھی خدا کے علم کے برابر تھا جو کوئی انکار کرے وہ کافر۔ بہت رعایت کی گئی تو وہابی،

قرآنِ پاک اس عقیدۂ شرک کو بار بار رد کرتا ہے لیکن لوگ خدا کی بات۔ خدا کی نصیحت ماننے کو تیار نہیں شرک ایسی بری بات کو بھی شیطان دل آویز کرکے دکھا دیتا ہے اور لوگ کے دلوں کو مسحور کر لیتا ہے۔

دوسرا گروہ آپکو احمدؐ بلا میم کہتا ہے خود بھی کہتا ہے اور اوروں کو بھی یہی عقیدہ رکھنے کی ہدایت کرتا ہے کیسے نادان رہبر ہیں اور کیسے نادان رہنما ہیں! بھاگلپور کے قریب کچھ گانوں ہیں۔ ایک دنیا کمانیوالے خود غرض رہنما نے وہاں کے کچھ ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کو بہکا کر دو گروہ کر دیے ایک گروہ کو وہابی ٹھہرایا اور فتویٰ دیدیا کہ ان دونوں فریقوں میں شادی بیاہ جائز نہیں، جو نکاح ہو چکے ہیں وہ بھی ناجائز نتیجہ یہ ہوا کہ کئی بیاہی لڑکیوں کو ماں باپ نے رخصت نہیں کیا افسوس!

تو برائے فصل کردن آمدی

لڑکیاں بیچاری ایسے مولویوں کو دعائیں دے کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتی ہوں گی،

ایک صاحب تھے جو صوفی کہلاتے تھے انھوں نے اپنے عقیدہ کی تفسیر ایک شعر میں فرمادی،

وُہی جو مُستوی عرش تھا خدا ہو کر
اُتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر

خدا اور مصطفےٰ کو ایک کر دیا۔ تاکس نگوید بعد ازیں او دیگرو تو دیگری۔ اپنے زعم میں بہت قیمتی سبق دیگئے۔ خدا رحم کرے! صوفی صاحب کے بہت سے طرف دار موجود ہیں، بعضوں نے نہایت بے پروائی سے کہہ دیا ارے بھائی فقیروں کی باتوں کو بُرا نہ مانو بعضوں نے کہا خبر نہیں کہ شاہ صاحب اس وقت کس حالت میں تھے۔ ایک شخص ظریف مولوی صاحب نے فرمایا یہ باتیں معمولی عقل سے بالاتر ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

افسوس! خالق عالمین تو فرماتا ہے محمد تمھارے مانند بشر ہیں البتہ ایسے بشر ہیں کہ اُن پر وحی آتی ہے۔ نبی افضل خلائق ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ افضل الانبیاء اور خاتم المرسل ہیں۔ آپ کے مرتبہ عظمیٰ کا کیا کہنا مگر آپ نہ کبھی خدا تھے نہ ہو سکتے تھے نہ ہوئے، جناب رسولخدا خود فرماتے ہیں کہ میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں۔ میرے دوستو! تم خود روز گواہی دیتے ہو کہ محمدؐ خدا کے بندے اور رسول ہیں لیکن صوفی صاحب اور ان ایسے بہت سے لوگ نہ خدا ہی کی بات ماننے کو تیار ہیں نہ رسول خدا کی بات، جبتک جناب نبی کریم کو خدا نہ مان لیں اور نہ منوالیں انکو چین ہی نہیں آسکتا۔ ہندو کہتے ہیں کہ خدا انسان کی شکل میں آیا مسلمان نما ہندو بھی یہی کہتے ہیں۔ قابلِ رحم حالت تو بیچارے عام لوگوں کی ہے وہ ناواقف اور ضعیف الاعتقاد ہونے کی وجہ سے ایسے ہی صوفیوں اور مولویوں کے جال میں پھنسے رہتے ہیں

مولانا اسلم جیراجپوری ۱۹۲۸ء میں حج بیت اللہ کیلیے گئے تھے حالات سفر حج لکھتے وقت

کانپور کے ایک مولوی صاحب کی خوش اعتقادی کا ذکر بہت دلچسپ و مہذب پیرایہ میں کرتے ہیں (ان مولوی صاحب کا حلقۂ معتقدین اچھا خاصہ وسیع تھا، وعظ بھی فرماتے تھے) مولوی صاحبؒ ایک دن فرمانے لگے "مسجد حرام کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ چاہے کتنے آدمی آجائیں وہ پُر نہیں ہوتی"۔ دوسرا یہ کہ "بڈھ پہاڑوں سے پتھر لاد کر لاتے ہیں وہ قدرت الٰہی سے تربوز ہو جاتے ہیں"۔ اس بیان سے سامعین پر ایک کیفیت طاری ہو گئی، ابن سعود کے عہد میں مسجد حرام میں نمازیوں کی کثرت ہو گئی ہے چنانچہ پہلے ہی دن مغرب کی نماز میں مولانا اسلم نے دیکھا کہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی صف بستہ باہر کھڑے ہوئے جماعت میں شریک ہیں۔ مولانا اسلم کہتے ہیں اسوقت مُلا جی (وہی کانپوری مولویصاحب) بہت یاد آئے، تم کو کانپوری مولوی صاحب کی ذہنیت اور خوش اعتقادی پر کوئی تعجب نہ ہونا چاہیئے ہمارے ہاں ایسے مولویوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ایک مولوی صاحب تھے جو آنحضرتؐ کو عالم الغیب مانتے تھے۔ عالم الغیب والوں کا ایک خاصہ گروہ ہے۔ سُنتے ہیں اس عقیدہ کی ابتدا بدایوں سے ہوئی ہے ان مولوی صاحب نے چند سال سے ایک نئی ادا اختیار کی تھی کہ بیان میلاد نبی شروع کرنیکے قبل کھڑے ہو کر درود پڑھتے ہوئے جھک کر تین غائبانہ سلام کرتے تھے۔ حضرات شیعہ بھی امام غائب کو مخاطب کر کے زیارت ایک طرز خاص سے پڑھا کرتے ہیں۔ ذاتی ذہنیت و اعتقاد زیادہ قابل شکایت نہ سہی لیکن غضب تو یہ ہے کہ اسکا مضر اثر ان مولوی صاحبوں کے قابل رحم گلے پڑتا ہے ضعیف الاعتقادی اور اوہام پرستی بھی خوب چیز ہے۔ تنہا جہلا ہی نہیں بلکہ بہت سے علما ناقص الفہم بھی اسکے شکار ہیں۔ آخر ان دونوں گروہوں میں کون بات مشترک ہے دونوں حقیقت اشیاء سے یا تو بے خبر ہیں یا اس پر محض سطحی نظر رکھتے ہیں۔ انکے لئے ہمان متی اور تا بکے

تماشے بھی سحیر العقل ہو کر کرامت بنجاتے ہیں دونوں کی قوتِ فیصلہ کمزور ہوتی ہے دونوں کا عقیدۂ توحید ناقص ہوتا ہی دونوں کے دلوں میں ماسوا کی پرستش کا کافی مادہ جوش زن ہوتا ہے جس طرح بعضوں کے دل میں الحاد و دہریت کا مادہ ہوتا ہے اور اس کا مٹنا دشوار ہو جاتا ہی اسی طرح بعضوں کے دل میں مخلوق پرستی کا مادہ ہوتا ہے اس کا مٹنا بھی دشوار ہو جاتا ہی یہی مادہ رسول خدا کو عالم الغیب ماننے کا جذبہ پیدا کرتا ہے یہی مادہ حضرت علی کو مشکل کشا اور اولیاء اللہ کو قاضی الحاجات ماننے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ کچھ ضروری نہیں ہے کہ لوگ خدا ہی کی مخلوق کی پرستش کریں خود اپنی بنائی ہوئی چیزوں کی اپنے اوہام اپنے تخیلات اور اپنی خواہشوں کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ پرستش بھی وہ اچھی خاصی کرتے ہیں گو انکو احساس مشکل سے ہوتا ہے۔ حالانکہ اس پرستش کا درجہ بت پرستی سے زیادہ مہلک ہے،

بیزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری
ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگرے ہست

تم یہ تو جلدی سے مان لوگے کہ آزر نے اپنے ہی بنائے ہوئے بتوں کے سامنے سر جھکا دیا، لیکن اس حقیقت سے بھلا کیسے انکار کروگے کہ تم اپنی خواہشوں کے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش بھی آزر سے کم نہیں کرتے صرف فرق یہ ہے کہ آزر کو بت پرست اور اپنے تئیں خدا پرست کہتے ہو۔

رسول کا کام ہے کہ وہ خدا تک رسائی کی ہدایت فرمائے وہ ایک ذریعہ ہے۔ مقصود بالذات نہیں ہی لیکن لوگ اسکو مقصود بالذات بنا لینا چاہتے ہیں۔ ایک رہنما کی تعلیم کو وقعت و عظمت دینے کیلئے اس رہنما کی شخصیت کو بھی عظمت دیجاتی ہی لیکن اکثر یہ عظمت اپنی حدود سے بڑھا دیجاتی ہی کوئی رہنما خدا بنا دیا گیا، کوئی ابن اللہ بنا دیا گیا، اور اگر یہ نہ کیا گیا تو اسکی تعظیم و تکریم میں الوہیت کی

شان پیدا کر دی گئی،

قوم زط | قوم زط کے شر آدمی عبداللہ ابن سبا کے چیلے تھے۔ عبداللہ ابن سبا کا ذکر تھوڑی دیر میں آتا ہے، ابن سبا کی تعلیم کے بموجب یہ لوگ حضرت علیؓ کو خدا مانتے تھے اور علانیہ خدا کہتے تھے۔ حضرت علی نے سنا تو بار بار تنبیہ کی، فرمایا میں خدا نہیں ہوں بندۂ خدا ہوں تم لوگ اس باطل عقیدے سے باز آؤ، توبہ کرو، جب وہ باز نہ آئے تو آپ نے سب کو جلا دیا آگ میں ڈالے گئے تب بھی انھوں نے آپ کو خدا کہنا نہ چھوڑا، کہتے تھے،

لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ | یعنی خدا کے سوا آگ کا عذاب اور کوئی نہیں دیتا

چلتے چلاتے حضرت علی کے خدا ہونیکی ایک بہت مضبوط دلیل ان کے ہاتھ لگ گئی معاذاللہ!

قوم نصیری | سبائی گروہ میں ایک قوم نصیری تھی وہ بھی حضرت علی کو خدا مانتی تھی، چنانچہ خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی جو ایمان کے معاملے میں بہت صاف گو معلوم ہوتے ہیں جذبۂ عبدیت میں فرما گئے ہیں،

دل مرا بندہ نصیری کے خدا کا ہو گیا،

حقیقت میں یہی ذہنیت ہر سبائی کی ہے۔

بہت دنوں کا واقعہ نہیں ہے ایک قوم ہے جو اپنے کو مسلمان کہتی ہے لیکن وہ حلول کی قائل ہے اور اپنے مذہبی پیشوا کو خدا مانتی ہے اسکے مذہبی پیشوا نے ایک جلسہ میں اپنے معتقدین سے کہا بھائیو! میں خدا نہیں ہوں، ایک معتقد نے نہایت خوش عقیدتی اور عجز کے ساتھ عرض کیا اے خداوند! تو ہمارا امتحان کرنا چاہتا ہے۔ ہم کو ایسے سخت امتحان میں نہ ڈال، تو ہمارا خدا ہے

ایک صاحب نے اپنے عقیدے کو جو حضرت علی کی شان میں رکھتے تھے یوں ظاہر کیا

فرزند بخانۂ خدا شد ؛ با بنتِ رسول کتخدا شد

ترجمہ "خدا کے گھر بیٹا ہوا، رسول کی بیٹی کے ساتھ اس کا عقد ہوا" اس پر ہم عقیدہ حضرات کو وجد ہوتا ہے۔ ایک صنم پرست دل یہ چاہتا ہے کہ خدا انسان کی صورت میں آجائے۔ اگر خود نہ آئے تو کم سے کم اپنا ایک بیٹا ہی بشکل انسان یہاں بھیج دے۔ شرک کی دلفریبیاں اسکے پجاری کو مسلمان نہیں ہونے دیتیں مگر کیا یہ کوئی نئی بات ہے۔ اگلی امتوں اور قوموں میں بھی ایسے ہی عقیدے رہے۔ ہندو ارتقاء کے قائل معلوم ہوتے ہیں ان کا خدا مچھلی کی شکل میں آیا پھر کچھوے کی شکل میں پھر سور کی شکل میں پھر شیر کی شکل میں پھر انسان کے بچے کی شکل میں پھر نیم وحشی آدمی کی شکل میں پھر راجہ کی شکل میں پھر ایک مہاتما کی شکل میں مگر یہ مجسم عیسائیوں میں ایک فرقہ مسیح کو خدا سمجھتا ہے دوسرا فرقہ عجیب طرح پر خدا مانتا ہے کہ خدا اور عیسیٰ اور روح القدس تینوں میں ہر ایک خدا ہے اور تینوں مل کر ایک خدا ہیں حضرت مریم خدا کی بیوی ہیں۔ معاذ اللہ! یہودیوں نے کہا کہ ہم کسی سے دب کر کیوں رہیں، جاؤ ہم بھی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں،

خدا کے ارتقائی تصور میں ایک منزل تجسم کی بھی آتی ہے گو وہ تصور ناقص ہی، تصور الٰہی میں بلندی و شائستگی انسان کی عقلی استعداد کے ساتھ پیدا ہو گئی، ہر قوم کا تصورِ الٰہی اسکی ذہنی حالت کا ترجمان ہوتا ہے کوئی لطافت ہو مادی یا معنوی برسوں میں بتدریج پیدا ہوتی ہے لطافت خیال اور خاص کر ذات و صفات باری تعالیٰ کے بابت مدتوں میں رفتہ رفتہ پیدا ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام نے رہنمائی کی لیکن وہ رہنمائی فطری قانون کے بموجب اسی درجے تک ہو سکتی تھی جس درجے کی استعداد عقلی اس زمانے کے لوگوں میں موجود تھی چنانچہ حضرت عیسیٰؑ جناب محمدؐ کے آنے کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں (دیکھو انجیل یوحنا) میں تم سے سچ کہتا ہوں یہ بھلا ہے تمہارے لیے کہ یہاں سے میں چلا جاؤں کیونکہ اگر میں نہ جاؤں

تو فارقلیط (احمد) تمہارے پاس نہ آئے گا، مجھے تم سے بہت باتیں کہنا ہیں لیکن تم ابھی ان کا تحمل نہیں کر سکتے ××× جب وہ آئے گا تم کو ہدایت کریگا" تحمل نہیں کر سکتے کے معنی یہ ہیں کہ تم میں اس قدر استعداد عقلی نہیں ہے کہ سمجھ سکو،

چنانچہ جب حضرت محمدؐ تشریف لائے تو آپ نے علاوہ اور بلند حقائق کے توحید کامل کی تعلیم دی جو اسلام کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ تنزیہ کی منزلیں طے ہوتے ہوتے ہزاروں برس صرف ہو گئے یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا زمانہ بعثت آپہنچا اور وہ مشیت ایزدی میں لوگوں کی استعداد عقلی کے لحاظ سے دین کو مکمل کرنے اور نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے مناسب وقت سمجھا گیا، قرآن نے تنزیہ کو اس کے مرتبۂ کمال تک پہنچانے کے لیے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اسکے (خدا کے) مثل کوئی شے نہیں ہے اس کو کسی چیز سے بھی مشابہ نہیں کر سکتے،

یہ تعلیم مجسم خدا ہونیکے بالکل خلاف ہے۔ اس تعلیم کے بعد مادی خدا تو خدا ہو ہی نہیں سکتا اگر ادراک تخیل اور تصور سے بھی کوئی خدا بنالو تو وہ بھی تمہارا بنایا ہوا خدا ٹھہرا، خدا کی ذات انسان کی سمجھ سے باہر ہے جو سمجھ میں آجائے وہ خدا نہیں، جو وہم میں آئے وہ بھی خدا نہیں،

اے بروں از وہم و قال و قیلِ من
خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

مگر بہتیرے مسلمان اب بھی اس تعلیم سے راضی نہیں کیونکہ وہ انکی خواہش کے موافق نہیں ہے خدا ایسا ہو جیسا وہ چاہتے ہیں،

اے آدم کے بیٹے تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا معبود بنانا چاہتا ہے تیری فطرت میں تو یہ بات نہیں ہے مگر تیرا دل ہی چاہتا ہے، جان لے! تو شیطان کے پھیر میں آگیا ہے

جو تیرا بڑا دشمن ہے،

یہودی اور گوسالہ حضرت موسیٰ چند روز کیلئے کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ کے بلائے ہوئے گئے ہدایت کیلئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔ اتنے ہی عرصہ میں یہاں کیا سے کیا ہوگیا۔ بنی اسرائیل ایک گائے کے بچے کو پوجنے لگے اور یقین کرنے لگے کہ یہی ہمارا اور موسیٰ کا خدا ہے۔ اسی نے ہمیں مصریوں کی غلامی سے چھڑایا ہے۔ ہارونؑ نے بہت منع کیا بہت سمجھایا لیکن انہوں نے ایک نہ مانی اور کہا جبتک موسیٰ واپس نہ آئینگے ہم تو اسی بچھڑے کو پوجیں گے۔ بدبختی اور اس پر ضد! غلامی کوئی ہو بُری ہے، خودداری چھین لیتی ہے، بُزدلی پیدا کر دیتی ہے لیکن بُت پرستی بدترین اور ذلیل ترین غلامی ہے۔ اس شے کی غلامی جو خود بے بس ہے نہ کسی کو نفع پہنچا سکے نہ ضرر نہ اپنے پوجنے والوں کی دعا سن سکے نہ فریاد نہ دعا کو پورا کر سکے لیکن حضرت اشرف المخلوقات ہیں کہ بایں عقل و دانش ماتھا ٹیکے دیتے ہیں اور عقلمندی سے یا صاف صاف کہیئے حماقت سے سمجھتے ہیں کہ ہماری تمام حاجتیں یہی گونگے بہرے اپاہج دیوی دیوتا پوری کر دیں گے حالانکہ "وہ قیامت تک ان کو جواب نہ دے سکیں گے جواب دینا تو درکنار اِن کو اپنے پوجنے والوں کی دعا تک کی خبر نہیں ہوتی"۔ خدا کے ان بندوں میں صرف اَن پڑھ ہی نہیں ہیں، خاصے لکھے پڑھے، بقراط اور سُقراط بھی ہیں بہت بلند پروازی کی تو یہ فرمایا کہ بت کو بٹھا کے سامنے یاد خدا کرتے ہیں بغیر اس کے خیال جمتا نہیں لیکن پھر اس سے دعا بھی مانگنے لگتے ہو اس کو ڈنڈوت بھی کرتے ہو۔ تم نے تو اس کو ذی روح قوت والا، پانی برسانے والا، بیماری دور کرنے والا، اولاد دینے والا، نفع و ضرر پہنچانیوالا خدا مان لیا ہے اسی کا نام پرستش ہے۔

عقیدہ بھی خوب چیز ہے انسان لغو سے لغو مہمل سے مہمل بات ماننے کو تیار ہو جاتا ہے اور اسکے لیئے دلیلیں پیش کرتا ہے جو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہوتی ہیں، شیطان بڑا استاد بڑا کاریگر ہے چیزوں کی شکل و صورت یوں بدل دیتا ہے کہ باطل حق نظر آتا ہے کریہہ چیزیں مرغوب ہو جاتی ہیں، خدا کی پناہ لوگ گائے اور بیل کا پیشاب پیتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ پاک ہے اور ناپاک چیزوں کو پاک کرتا ہے، اس پر ہندو بھی عامل ہیں اور پارسی بھی، ہزاروں برس سے ہندوؤں میں ایک جماعت فقرا ہے جو مادر زاد برہنہ رہتے ہیں اور تمام ہندو اس برہنگی کو مذہباً بہت محمود سمجھتے ہیں اور جو کچھ ہو مگر ایسا مذہب آسمانی مذہب نہیں ہو سکتا،

عقیدہ اپنے مرید کو ہپناٹائزڈ (مسحور) کر دیتا ہے۔ پھر معمول سے جو چاہتا ہے قبول کرا لیتا ہے جو چاہتا ہے کرا لیتا ہے۔ بہت سے عالم، فاضل، بی اے، ایم اے، جج، بیرسٹر، فلاسفر وغیرہ یہ مانتے ہیں کہ خدا یا خدا کا بیٹا دنیا میں انسان کی شکل میں آیا، بتوں کو قاضی الحاجات اور فریادرس مانتے ہیں، مردوں سے دعا مانگتے ہیں قبروں پر چادریں چڑھاتے ہیں تو شے مانتے ہیں ضریح اور تعزیہ رکھتے ہیں ان کے ذریعہ سے منتیں مانتے ہیں بعض سنی مسلمان ضریح کو سجدہ کرتے ہیں پھر اگر کوئی انسے اختلاف کرے یا ان کو بت پرست ہی کہے تو وہ ایک ہی سانس میں وہابی، نیچری، خارجی، ملعون، کافر کہا جاتا ہے حالانکہ اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو خدا کے سوا کسی اور سے دعا مانگے یا خدا کے گھر کے سوا درگاہوں، مزاروں، اور امام باڑوں کو مسجد بنائے، مصریوں یونانیوں، رومیوں اور ہندوؤں کے ہاں خدا کے گھر نہ تھے صرف بتوں کے لیے مندر تھے مسلمانوں کے ہاں خدا کے گھر تھے مندر نہ تھے۔ لیکن انھوں نے آخر مندر بنا ہی لیئے،

آوارۂ غربت نہ تواں دید صنم را
خواہند دگر بت کدہ سازند حرم را

خدارا بتائیے تو سہی یہ لوگ بہکے ہوئے منہ اٹھائے ہوئے اور آنکھیں بند کئے ہوئے کس طرف جارہے ہیں؟ سبحان اللہ!

کہتے ہو کیا لکھا ہے تری سرنوشت میں
گویا جبیں پہ سجدۂ بت کا نشاں نہیں

معجزے پیغمبری کے ساتھ ختم ہو گئے اب نہ کوئی پیغمبر آئے گا نہ معجزوں کا ظہور ہوگا، لیکن اولیاء اللہ ہوتے رہیں گے اور ان میں سے بعضوں سے کبھی کبھی کرامتوں کا ظہور بھی ہوتا رہے گا، سچے اولیاء اللہ کرامتوں کو سختی سے چھپاتے ہیں، جھوٹے اپنی جھوٹی کرامتوں کو اُچھالتے ہیں، کرامت لوگوں کو اکثر مرعوب کر دیتی ہے، جھوٹی کرامت بھی کچھ نہ کچھ رنگ دکھا کر ضعیف الاعتقاد لوگوں کو مسحور کر دیتی ہے، وہ گریجویٹ بھی جو خدا کے وجود اور رسالت کے شک کرنے میں تکلف نہیں کرتے کرامت کے سامنے گو وہ کیسی ہی جھوٹی ہو سر جھکا دیتے ہیں چاہے صاحب کرامت زندہ ہوں چاہے زیر خاک ہوں، پورا اعتقاد ہے کہ شاہ صاحب نوکری دلا دیتے ہیں، ترقی کرا دیتے ہیں، روپیہ بھیج دیتے ہیں، چھپر پھاڑ کے لڑکا دیتے ہیں، سزائے جیل سے بچا دیتے ہیں، بیمار ہو تو چنگا کر دیتے ہیں، لوگ درگاہوں کی زیارت کو صاحب مزار سے دعائیں مانگنے کیلیے ہزاروں کی تعداد میں چلے جاتے ہیں ایک مولوی صاحب نے خوب بات کہی لڑکا دینے کا وعدہ کر دیجیے، سو سے وعدہ کیجیے گا پندرہ بیس کے ہو ہی جائے گا، فطرت کا اصول اپنا کام کرتا ہی ہے لیکن آپکی کرامت مفت میں چل جائیگی، یہ بتائیے کہ اگر آپکا یہ عقیدہ صاحب مزار کے ساتھ درست اور صحیح ہے تو ہنود کا عقیدہ

مندر کے ایک دیوتا یا دیوی کے ساتھ کیوں نہ صحیح مانا جائے اور اگر آپ کی منّت صاحبِ مزار کے ذریعے سے پوری ہوئی تو اس کی منّت دیوی یا دیوتا کے ذریعے سے پوری ہونا کیوں نہ مانی جائے، حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں،

زمن خدر نہ کنی گر لباسِ دیں دارم
نہفتہ کافرم و بُت در آستیں دارم

ایک شاہ صاحب کا قصّہ چند سال کا عرصہ ہوا ضلع رائے بریلی میں جائس کے قریب ایک شاہ صاحب تشریف لاکر ایک مقام پر بیٹھ گئے، تم نے لوئی کہنی کا نام سُنا ہوگا اسکا دعویٰ ہے کہ خاص طریقے سے غسل کرنے اور بھبھارہ لینے سے جملہ امراض اچھے ہو سکتے ہیں، شاہ صاحب نے اعلان کر دیا کہ جس پانی میں انگلیاں ڈال دیں اس پانی سے مریض اچھا ہو جاتا ہے کوئی مرض ہو خبر نہیں کہ شاہ صاحب لوئی کہنی کے شاگرد تھے یا لوئی کہنی ان کا شاگرد تھا لیکن شاہ صاحب کا نسخہ مختصر اور چلتا ہوا تھا، لوگ بلا استخارہ دیکھے ہوئے جانے لگے، خبریں آنے لگیں آج یہ اچھا ہو گیا کل وہ اچھا ہو گیا، دوڑو، دوڑو، دوڑ دا ایک خلقت کا ہجوم ہو گیا، بھیڑ یا دھسان! اِکّوں اور گاڑیوں کی وہ کثرت کہ سڑک روز بروز تحت الثریٰ کی طرف جھکتی چلی جاتی تھی کنویں پانی کو ترسنے لگے، باورچیوں کی دُکانیں، پوری والوں کی دُکانیں، حلوائیوں کی دُکانیں، ایک میلہ لگ گیا، شاہ صاحب کا جادو تیزی سے چل رہا تھا اور خدا جانے کبتک چلتا، اتنے میں خبر آئی کہ مریضوں سے زیادہ پولیس کو شاہ صاحب کی ضرورت ہے، مجبوراً شاہ صاحب کو وہاں سے کہیں دور جانا پڑا اور پھر وہ واپس نہیں آئے، اُنکے جانیکے بعد اکثر لوگ اپنے عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہے، یہ یاد رہے کہ عقیدے سے پھرنے میں بڑی تو ہیں ہوتی ہے اور ضعیف الاعتقادی کے طعنے الگ برداشت کرنا پڑتی ہیں

اسلیئے جان بوجھ کر جھوٹے عقیدے پر بھی مجبوراً قائم رہنا پڑتا ہے کہتے ہیں جو کام مجبوراً کیا جائے اس میں نہ کوئی شرم نہ کوئی گناہ اس اصول کے تو آپ بھی قائل ہوں گے کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی مگر بہت کم،

ضریح زیدپور صوبۂ اودھ ضلع بارہ بنکی میں زیدپور ایک قصبہ ہے پندرہ سولہ برس ہوئے ہوں گے ایک ضریح سے پانی ٹپکنے لگا، کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ کہاں سے آتا ہے شور مچا دیا کہ روتی ہے بس زائر اُمنڈ پڑے قرب و جوار سے دور دور سے نذریں چڑھنے لگیں کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں، انکار کیجیے تو دہریہ اور خارجی کہلائیے،

علم فیض آباد کہا جاتا ہے کہ تقریباً اسی زمانے میں شہر فیض آباد (صوبہ اودھ) میں ایک پنجہ علم سُرخ ہو گیا تھا، بہت شہرت دی گئی عجائب پرستی اور اوہام پرستی ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور ہمیشہ چلی جائے گی، صدہا بے بنیاد قصے بھوتوں جنوں اور شہید مردوں کے مشہور ہو گئے ہیں اور لوگ مانے بیٹھے ہوئے ہیں، ارے جناب والا فلاں صاحب کا یہ واقعہ چشم دید ہے واللہ! تحقیقات کی تو افسانہ ٹھہرا،

اگلے زمانے میں مندروں میں آریکل ہوا کرتے تھے بُت بولا کرتے تھے سوالوں کا جواب دیتے تھے پیشین گوئیاں کرتے تھے مگر وہ ذو معنین ہوتی تھیں بت کے پس پردہ کون ہوتا تھا یہ ہم تمھاری سمجھ پر چھوڑتے ہیں جناب سعدیؒ نے سومنات کا قصہ بھی بہت دلچسپ طریقے سے راز سربستہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے اُس زمانے میں بھی چالاک اور ذہین آدمی سادہ لوحوں کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اُٹھاتے تھے اِس زمانے میں بھی اٹھاتے ہیں۔ آئندہ بھی اٹھائیں گے کوئی یہ پیشہ کرتا ہے کوئی وہ پیشہ کرتا ہے فریب بھی ایک پیشہ ہو گیا ہے۔ تم فریب میں آجاؤ یہ تمھارا قصور ہے

تم اپنی معمولی عقل سے کام نہ لو، عجائب پرست اور اوہام پرست بنجاؤ تو تم کو اپنا ہی ممنون ہونا چاہیئے، موسم سرما میں پنجاب سے مختلف گروہ کھانے کمانے نکلتے ہیں ہندوستان کا دورہ کرتے ہیں، رمالوں کا بھی ایک گروہ آتا ہے رمال ایک دونّی یا چونّی وصول کرنیکے لیئے غیب کے حالات بتانے کا دعوی کرتا ہے جو چاہو سوال کرو جواب دیگا، جواب بھی ایسا کہ جو چاہو اپنی طور پر سمجھ لو اب تم اس کی باتوں میں آجاؤ یا نہ آجاؤ یہ تمہارا کام ہے صبح سے شام تک کچھ کما لینا اُس کا کام ہے۔

یہودیوں کی سرتابی: حضرت موسیٰؑ توریت لائے تو یہودی اس کو دیکھ کر گھبرائے کہنے لگے یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہم سے اتنے حکموں کی تعمیل نہیں ہوسکے گی، واہ رے احسان فراموش یہودیو! واہ

اللہ نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ ملک شام تمہاری اولاد کو دیا جائیگا، ملک شام منتخب قطعہ زمین کا ہے اور برکتوں سے بھرا ہوا حضرت موسیٰؑ جب اس ملک کے قریب بنی اسرائیل کو لے کر پہنچے تو ان سے کہا اے میری قوم اس مقدس ملک میں جسے خدا نے تمہارے لیئے لکھ دیا ہے داخل ہو اور دشمن کے مقابلے سے پیٹھ نہ پھیرو ورنہ تم اُلٹے گھاٹے میں آجاؤگے۔ بنی اسرائیل کو خبر پہونچ گئی تھی کہ جن لوگوں سے مقابلہ و جنگ کرنا ہے وہ بہت قوی ہیں گو بنی اسرائیل کی اچھی خاصی تعداد تھی لیکن انہوں نے جانے اور لڑنے سے قطعی انکار کر دیا ان کو نہ تو خدا کے وعدے پر اعتبار ہوا نہ اسکی مدد پر بھروسہ ہوا، اسپر ذرا انکی گستاخی دیکھو جواب دیا تو یوں دیا کہ اے موسیٰؑ ہم ہرگز اُس ملک میں نہ جائیں گے جب تک وہ لوگ جن سے لڑنا ہے اس میں رہینگے ہاں "تم جاؤ اور تمہارا خدا جائے دونوں لڑو۔ ہم یہیں بیٹھے رہینگے۔ سبحان اللہ! آپ بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھینگے

خدا کی عنایتوں کو دیکھو حضرت موسیٰؑ کی ہمدردی اور شفقت کو دیکھو اور اس ناشدنی بے ادب و نافرمان قوم کی حرکتوں کو دیکھو اس پر اللہ نے وہ زمین مقدسہ ان کے لیئے چالیس برس کیلیئے حرام کر دی اور سزا یہ دی کہ یہ نافرمان اور گستاخ بنی اسرائیل چالیس برس تک جنگل میں پریشان اور بے خانماں آوارہ و سرگرداں پھرتے رہیں خدا کا حکم کہیں ٹل سکتا ہے تو وہ چالیس برس تک بُرے حالوں رہے آرام سے بیٹھنے کو کوئی جگہ نصیب نہیں ہوئی،

پھر بھی حضرت موسیٰؑ جو اُسی قوم کے تھے فطری طور پر ہمدرد تھے اور انھیں کی ہدایت کیلیئے بھیجے گئے تھے وقتاً فوقتاً اللہ سے ان کی خطاؤں کو معاف کراتے رہے اور لطف و رحمت کی دعا مانگتے رہے۔ خیموں میں کچھ حال نہ رہا دھوپ کی تکلیف کی شکایت کی تو موسیٰؑ نے دعا کی اللہ نے ابر کا سایہ کر دیا بھوک کی شکایت کی تو خدائے کریم نے مَنّ و سلویٰ بھیجدیا برسوں نوش فرماتے رہے کہتے ہیں کہ من ایک قسم کے دانے ہوتے تھے اُنکی روٹیاں پکاتے تھے سلویٰ ایک قسم کی چڑیاں ہوتی تھیں انکے کباب بنا لیتے تھے یہ خاصہ کا کھانا اللہ کا دیا ہوا تھا لیکن کچھ عرصے کے بعد یہ ناشکرے اکتا گئے اور لہسن پیاز مانگنے لگے یہودیوں کو اب بھی اسکی بو بہت پسند ہے حضرت موسیٰؑ کا انتقال ہو گیا لیکن بنی اسرائیل کو ارضِ مقدسہ (شام) کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا اور جنگل ہی کی ہوا کھاتے رہے چالیس برس کی میعاد میں ایک بڑی مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ پرانے بنی اسرائیل جنکے دلوں میں غلامی کے مضر اثرات بسے ہوئے تھے مر کھپ جائیں اور ایک نئی نسل پیدا ہو جائے جو غلامی سے ناواقف ہو اور شجاعت و خودداری کی صلاحیت رکھتی ہو،

جب حضرت یوشع نبی ہوئے تو برسوں کی صحرانوردی کی مصیبتوں نے کچھ اصلاح کردی تھی ان کے وقت میں یہودیوں نے کنعان کے چند شہر فتح کیے لیکن خدا کے یہ بندے ایسے اوچھے ہوگئے تھے کہ تھوڑی سی تھوڑی فتح کے بعد شرارتیں کرنے لگتے تھے یہودیوں کا حکمِ خدا سے استہزا، خدا کا حکم تھا کہ جب پہلا شہر فتح کرو تو خدا کو سجدہ کرتے ہوئے اور استغفار پڑھتے ہوئے داخل ہو تاکہ شکر گذاری و احسان مندی ظاہر ہو لیکن دیکھو اس مہربان خدا کے حکم کی تعمیل کس گستاخی اور بے ادبی سے کرتے ہیں سجدہ کرنے کے بجائے بچوں کی طرح گھٹنیوں جاتے تھے استغفار کرنے کے لیے ان کو حِطَّۃٌ کہنے کو بتلایا گیا تھا جسکے معنی یہ ہیں کہ گناہ دور ہوں تو اسکی جگہ ہنسی اور دلگی کے ساتھ حِنْطَۃٌ کہنے لگے جس کے معنے گیہوں ہیں، خدا کے حکموں کو ہنسی اور کھیل بنالیا تھا اس کی سزا ضروری تھی اور ہوئی وبا پھیلی ہزاروں کو سمیٹ لے گئی اور فتح کیا ہوا ملک ہاتھ سے جاتا رہا،

ایک بات ہو تو کہی جائے اس ناہموار قوم کی خدا سے مسلسل بغاوتوں اور بدکرداریوں کی ایک لمبی چوڑی فہرست ہے، پرلے درجے کے متکبر ہوگئے تھے، تجبّر کے معنی ہیں خدا سے سرکشی کرنا اور اوروں کو حقارت سے دیکھنا، ابلیس نے یہی کیا تھا، بنی اسرائیل اپنے تئیں خدا کا خاص بندہ خیال کرتے تھے اوروں کو بنظرِ تحقیر دیکھتے تھے، ان میں بدترین گناہ یہ تھا کہ انبیاء کو قتل کر ڈالتے تھے جو جو عذاب سخت وقتاً فوقتاً اُن پر نازل ہوئے انکی بھی ویسی ہی طول طویل فہرست ہے، بالآخر خدا کا فرمان آگیا۔ "اُن پر ذلّت اور محتاجی لیس دی گئی اور خدا کے غضب میں آگئے۔ یہ اس لیئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے اور نیز اس وجہ سے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے تھے"

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ ..... ماری گئی انپر ذلّت

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ	اور لوٹے وہ اللہ کے غضب کے ساتھ
وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ	اور ماری گئی انپر محتاجی
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	یہ اسلیے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے
وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ	اور نبیوں کو ناحق مار ڈالتے تھے
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ	یہ اس سبب سے کہ وہ نافرمان اور حد سے تجاوز کرنیوالے تھے

یہودی مغضوب | اللہ نہ کرے کسی پر خدائی غضب نازل ہو اور کسی قوم کی پیشانی پر "مغضوب" کا ٹیکا لگا دیا جائے، ایمان کی یہ حالت تھی کہ خدا سے بھاگنے لگے اور گائے کے بچھڑے کی پرستش کے لیئے سر جھکا دیے حالانکہ فرعون اور فرعونیوں سے نجات پائے ہوئے صرف چند روز ہوے تھے خدا خدا کر کے شام میں داخل ہوے تو وہاں بھی بت پرستی کی انسان پرستی باقی رہ گئی تھی سو وہ بھی کر ہی لی، حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا ماننے لگے یہ طول طویل غلامی سے نجات پانے کی نعمت کا شکریہ تھا!

یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن | انبیائے بنی اسرائیل میں سب سے پچھلے نبی اور رسول عیسیٰ علیہ السلام تھے جو بنی اسرائیل کی بکھری ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے کیلیے آئے انکے پاس خدا کی بھیجی ہوئی کتاب انجیل تھی۔ معجزے تھے لیکن یہودی کب ماننے کے بہت بڑے پیغمبروں کو قتل کر چکے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بھی مشورے ہونے لگے اس زمانے میں رومیوں کی سلطنت تھی یہودی رومی سپہ سالار کے پاس گئے جھوٹے الزام لگا کر کہا کہ "یہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ہمارے دین کو برباد کرتا ہے ہمارے بزرگوں کو برا کہتا ہے اور حکومت و سلطنت لینا چاہتا ہے اسکو قتل کر ڈالو، نہ قتل کروگے تو ہم بادشاہ سے شکایت کرینگے" چنانچہ اس نے قتل کا حکم دیدیا، اللہ نے اپنے رسول کو بچا لیا، مگر یہودیوں نے خدا کے رسول کو

تکلیف پہونچانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا پھر جو اللہ کے یہاں سے ہونا تھا وہ ہو کر رہا ذلت ان کے سر پر سوار ہو گئی اور اللہ کے ہاں "مغضوب" (غضب کیے ہوئے) ٹھہرا دیے گئے سلطنتِ دنیا بھی گئی عاقبت بھی گئی دھوبی کے کتے ہوئے نہ گھر کے نہ گھاٹ کے اب بھی لاکھوں کروروں میل پھیلی ہوئی دنیا میں یہودیوں کی کہیں بھی سلطنت نہیں ہے۔ البتہ کروروں روپے کی دولت و تجارت ہے، عیسائی ان کے دشمن رہے پر مغضوب لوگ جس عیسائی ملک میں گئے بہت بے آبرو ہو کر نکلے، اگر رہے تو ذلیل و خوار رہے، انکی عورتوں پر جادوگری کا الزام لگایا جاتا تھا اور وہ زندہ جلا دی جاتی تھیں۔ مرد قتل کیئے جاتے تھے،

تجارت اور زیادہ سود پر روپیہ دینے کا پیشہ اختیار کیا۔ سود دل کو سخت کر دیتا ہے یہودی دل کے سخت تھے اور بھی سنگدل ہو گئے

یہودی یثرب میں | تم نے سنا ہوگا کہ حضرت سلیمانؑ نے یروشلم میں خدا کی عبادت کیلیئے ایک گھر بنایا تھا جو بیت المقدس کہلاتا ہے ایک مرتبہ بخت نصر نے بابل کا بادشاہ تھا یروشلم پر حملہ کیا۔ بیت المقدس کو گھیر لیا تین برس کے محاصرہ کے بعد یہودی نکل کر جنگل کی طرف بھاگے دشمن کے لشکر نے پیچھا کیا ہونچکر ایک مقام پر گھیر لیا یہودیوں کے بادشاہ کو قید کر لیا کچھ یہودی جان بچا کر (عرب) بھاگ گئے یثرب (جو بعد کو مدینہ کہلایا) اور اس کے اطراف میں بس گئے خیبر میں زیادہ تعداد ہو گئی انھوں نے توریت میں یہ بشارتیں پڑھی تھیں کہ پیغمبر آخر الزمان حجاز ہی میں پیدا ہوں گے مگر یہ خیال تھا کہ حضرت اسحاق کی اولاد میں ہوں گے جس قصبہ میں ان نشانیوں کا جو آنحضرتؐ کی بابت توریت میں بیان کیگئی ہیں اثر پاتے تھے وہیں ٹھہر جاتے تھے چند اشخاص جو حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ کی اولاد میں تھے

خاص یثرب ہی میں بس گئے وہاں زیادہ نشانیاں پائی جاتی تھیں جب کوئی مرتا تھا تو اپنی اولاد کے نام وصیت نامہ چھوڑ جاتا تھا کہ اگر تم خاتم النبیینؐ کا زمانہ پاؤ تو خبردار خبردار انکی اطاعت سے منہ نہ پھیرنا ورنہ دنیا و آخرت دونوں میں روسیاہ ہوگے،

یہودیوں کا برتاؤ حضرت محمد عربی کیساتھ تم سن چکے ہو کہ یہودیوں کا برتاؤ خداوند تعالیٰ کے احکام کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کے ارشادات کے ساتھ اور دوسرے پیغمبروں کے ساتھ کیسا تھا اب ذرا یہ بھی سُن لو کہ ان کا برتاؤ حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن کے ظہور کے وہ ہزاروں مترتوں کے ساتھ منتظر تھے اور آپ کے پیروی کرنیوالوں کے ساتھ کیا ہوا، یہودیوں میں علم کا کافی چرچا تھا اکثر لوگ اس سے عالم تھے تورات میں جو بشارتیں فاران کی چوٹیوں سے نور نبوت کے چمکنے کے بابت تھیں ان سے خوب واقف تھے ان کی واقفیت کے بابت تمہارے سامنے ایک ایسی شہادت پیش ہوسکتی ہے کہ پھر کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ (سورہ بقر)	جن کو ہم نے کتاب دی ہے (یعنی تورات و غیر یہودی اور عیسائی مراد ہیں) وہ پہچانتے ہیں اس کو یعنے (محمد رسول اللہؐ کو) جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔ اور ایک فرقہ انمیں لوگوں کا چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر

تم پوچھ بیٹھوگے کہ یہودی اپنی کتابوں میں بشارتیں پڑھکر اور یہ جان بوجھ کر کہ محمدؐ وہی سچے رسول ہیں جنکے لیے صاف صاف بشارتیں موجود ہیں پھر کیوں انکار کرتے تھے۔ بہت سے اسباب ہوجاتے ہیں اسباب کی کمی تھوڑا ہی سچے ضد تعصب۔ اغراض نفسانی بغض و کینہ قومی پاسداری قومی تفاخر اور ایسے ہی بہت سے وجوہ آگے چل کر تم کو چند ایسی ہی وجوہ کی مثالیں ملیں گی ایک چھوٹی سی بات سے اندازہ کرلو، تم کسی دوست سے کسی مسئلہ پر بحث کر رہے ہو

اسکی بحث صحیح ہے تمھاری غلط لیکن ضد کی وجہ سے یا ہار جانیکی شرم کے باعث سچ کم نہیں مانتے اور سچ بات کے تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہو،

مُسیلمہ کذّاب نے آنحضرتؐ کے آخری زمانے میں نبی ہونیکا دعویٰ کیا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں یہ فتنہ فرو کیا گیا۔ بہت سے لوگ ایسے تھے جو مُسیلمہ کذاب کے دعوئ نبوت کو جھوٹ سمجھتے تھے لیکن بمقابلے مسلمانوں کے صرف ہم قبیلہ ہونیکی وجہ سے اسکی کامیابی کی دعا کرتے تھے وہ بغیر شرمائے ہوئے کہتے تھے کہ مسیلمہ جھوٹا ہے اور محمدؐ سچے ہیں لیکن ہم کو ربیعہ (اپنے قبیلہ) کا جھوٹا نبی مضر (قبیلہ محمدؐ) کے سچے نبی سے زیادہ عزیز ہے۔ دیکھا! یوں باطل کی طرفداری ہوتی ہے نہ خدا کا خوف نہ لوگوں سے شرم،

ابوجہل کیا بیوقوف تھا وہ کہتا تھا اور یقین کرتا تھا کہ محمدؐ سچے ہیں لیکن اسکا تفاخر سرداری اسلام قبول کرنے سے منع کرتا تھا کبر و نخوت سے دل میں ایک مرض پیدا ہو جاتا ہے اگر دفع کرنے کا جلد علاج نہو تو بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ لاعلاج ہو کر "خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ" کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے۔

یہودیوں کی عداوت آنحضرت صلعم کیساتھ

ام المومنین صفیہ بنت حیی ایک یہودی سردار کی بیٹی تھیں جو حضرت ہارونؑ کی اولاد میں تھا۔ فتح خیبر کے بعد غنیمت میں آئیں اسلام لائیں آزاد کی گئیں نکاح ہوا کئی برس پہلے کا ذکر ہے جس دن پیغمبر خداؐ مدینے تشریف لائے مدینے کے انصار کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی شہر میں ایک عید تھی لوگ زیارت کے لیئے ٹوٹے پڑتے تھے آپ فرماتی ہیں میرے باپ اور چچا دونوں یہودی اور توریت کے بہت بڑے عالم تھے، یہ بھی گئے اسلامی شوکت دیکھتے رہے لوگوں کی مسرت اور خوش اعتقادی کا اندازہ کرتے رہے شام کو تھکے ماندے گھر آئے تو میں جا کر پوچھنے لگی مجھ سے بہت محبت کرتے تھے

لیکن نہ میری طرف متوجہ ہوے نہ جواب دیا، اتنے میں چچانے والد سے پوچھا کیا محمدؐ وہی پیغمبر موعود ہیں جنکی بشارت توریت میں موجود ہے؟ والد نے کہا خدا کی قسم وہی ہیں چچا بولے تو پھر تمھارا کیا خیال ہے دل میں محبت ہے یا عداوت؟ کہا "واللہ عداوت ہے اور جب تک زندہ رہوں گا عداوت سے باز نہ آؤں گا" اسکے بعد یہ دونوں طرح طرح کے فساد کرتے رہے چونکہ معزز اور عالم تھے اسلیئے انکی دیکھا دیکھی سیکڑوں یہودی حسد اور بغض کی آگ میں جلتے رہے، یہودیوں کو آنحضرتؐ کی رسالت کا یقین تھا کیونکہ انکی کتابوں میں صاف بشارتیں موجود تھیں اور جو نشانیاں توریت میں بتائی گئی تھیں انکی تصدیق ہو رہی تھی لیکن وہ خدا کے بندے صرف رسالت سے انکار ہی نہیں کرتے تھے بلکہ فتنہ و فساد کرتے رہے، آپ غور فرمائیں کہ اسکی کیا وجہ تھی، نیک نیتی تو معلوم نہیں ہوتی انکو امید تھی کہ پیغمبر آخر الزماں یہودیوں میں سے ہوں گے، نہیں ہوے عداوت کیلیے یہ بات کافی ہوگئی،

حضرت عبداللہؓ بن سلام یہودی تھے آنحضرت جب مدینہ تشریف لاے تو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر ٹھہرے حضرت عبداللہ آئے اور شرف باسلام ہوے عرض کی یارسول اللہؐ میرے اسلام کے ظاہر ہونے کے پہلے میرے حالات یہودیوں سے پوچھ لیجیے کہ وہ مجھے کیا سمجھتے ہیں یہودی بڑے مفتری ہیں آنحضرتؐ نے کچھ یہودیوں کو بلا کر فرمایا اے یہودیو! تمھارے پاس آسمانی کتاب موجود ہے جس میں میرا پیغمبر ہونا صاف صاف بیان کیا گیا ہے، تم خوب جانتے ہو خوب پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں مگر افسوس تمھاری عقلوں پر پردے پڑ گئے ہیں اور بغض و حسد نے تم کو اندھا کر دیا ہے، یہودیوں نے کہا توریت میں تمھارا کہیں ذکر نہیں آپ نے فرمایا عبداللہ بن سلام کی نسبت تمھارا کیا خیال ہے؟ کہا وہ ہمارا سردار ہے اور سردار کا بیٹا ہے، زبردست عالم ہے اور زبردست عالم کا بیٹا ہے

آپ نے فرمایا اگر وہ میرے پیغمبر ہونے کی گواہی دے اور مجھ پر ایمان لے آئے تو یقین کروگے؟ کہا خدا اسکو اسلام سے پناہ میں رکھے آنحضرتؐ نے انسے یہ بات تین مرتبہ کہلائی اسکے بعد عبداللہ بن سلام کو آواز دی وہ چھپے ہوئے سب باتیں سن رہے تھے۔ باہر نکل کر کلمہ پڑھا اور یہودیوں سے کہا تم خوب جانتے ہو کہ یہ وہی نبی موعود اور سچے رسول ہیں جن کا ذکر توریت میں ہے پھر کیوں انکار کرتے ہو یہودی اٹھ کھڑے ہوئے کہنے لگے عبداللہ خود برا ہے اور بُرے کا بیٹا ہے، جاہل ہے اور جاہل کا بیٹا ہے، انصاف دشمن یہودیو! ہٹ دھرم یہودیو! کیسی جلد بدل جاتے ہو کس چیز نے تم کو اندھا کر دیا! کس چیز نے تمھاری عقلوں کو چھین لیا؟ جان بوجھ کر حق سے نفرت کرتے ہو، اس سے بھاگتے ہو،

مدینے کے قریب کے محلوں میں یہودیوں کے تین قبیلے رہتے تھے جو بہت طاقتور تھے بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریضہ، ان کی گڑھیاں تھیں، قلعے تھے جناب پیغمبر نے مدینہ آتے ہی مدینہ کے یہودیوں اور مشرکین سے ایک تحریری معاہدہ معاونت کا کر لیا تھا جسمیں ایک شرط ضروری یہ تھی کہ مدینہ پر جب کوئی باہر والا حملہ کرے تو تمام مدینہ والے یہودی اور مشرکین حملہ روکنے میں مدد دیں،

لیکن جب رسول خدا نے مدینہ میں قیام فرمایا یہودیوں نے کبھی ساتھ نہیں دیا، وہ مسلمانوں سے جلتے تھے اسلام کی روز افزوں ترقی سے ان کے دل دہلے جاتے تھے جنگ بدر میں مسلمانوں کو بہت بڑی فتح کفار مکہ کے مقابلے میں ہوئی ستر قریش مارے گئے جنمیں بڑے بڑے مفسد تھے اور بہت سے قید ہوئے، عرصے تک مکہ کے گھروں سے رونے کی آوازیں آیا کیں اس پر یہودیوں کی عداوت اور بڑھ گئی اور گو وہ پیشتر بھی خفیہ طور سے گہری ہمدردی کیساتھ مکہ والوں سے سازش کیے ہوئے تھے لیکن جنگ بدر کے بعد پورے طور پر قریش مکہ کے شریک کار ہو گئے

مدینہ میں ایک شخص تھا عبداللہ بن اُبیّ، بڑا تجربہ کار، ہوشیار، عقلمند، چالاک اور صاحب اثر سردار، رسول خداؐ کے تشریف لانے سے پہلے وہ باضابطہ مدینہ کا بادشاہ ہونیوالا تھا، تاج تک بن چکا تھا لیکن آنحضرتؐ کے تشریف لانے پر نقشہ ہی بدل گیا اسکی ساری سرداری اور بادشاہت پر پانی پڑ گیا اس کے دل پر جو گذرتی تھی کچھ وہی جانتا تھا وہ اسلام کا سخت دشمن ہو گیا لیکن مصلحتاً مسلمانوں سے ملا رہتا تھا، بظاہر مسلمان بھی ہو گیا مگر رہا ہمیشہ پکا منافق، مسلمانوں کی بربادی کی کوشش اور سازشیں کرتا رہتا تھا اب جنگ بدر کے بعد اس نے یہودیوں سے دوستی کر لی اور مکہ والوں کا ہمدرد و مددگار ہو گیا

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو مخالفت سے باز رکھنے کی نصیحت فرمائی تو یہودی کھل پڑے ملائم جواب دیئے کہا قریش لڑنا کیا جانیں جب ہم سے مقابلہ کروگے تو قدر و عافیت معلوم ہوگی، چند روز کے بعد یہودیوں کی شامت جو آئی تو بنی قینقاع کے ایک یہودی نے ایک انصار کی عورت کو جو دودھ بیچنے جا رہی تھی چھیڑا ایک انصار بگڑ گیا لڑائی ہو گئی انصار شہید ہوا اور ایک یہودی بھی مارا گیا، آنحضرت کو خبر پہونچی تو آپ مع صحابہ کرام کے تشریف لیگئے یہودیوں کو مسلح اور آمادہ جنگ پایا لیکن وہ اپنے قلعہ میں محصور ہو گئے یہ سب بنی قینقاع تھے مسلمانوں نے محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا، عبداللہ بن ابی کی سفارش پر جاں بخشی کی گئی لیکن جلاوطن کر دیے گئے یہ خیبر میں جا کر ٹھہرے،

یہودیوں کی ایک شرارت ہو تو کہی جائے مسلمانوں کی ہجو کیا کرتے تھے آیات قرآنی کی ہنسی کیا کرتے تھے جب آنحضرتؐ کے سامنے آتے تھے تو بجائے السلام علیکم کے السّام علیکم کہتے تھے جسکے معنی ہیں "تم پر موت ہو"۔ شاعر تھے مسلمانوں کے دشمنوں کو زوردار نظموں سے بھڑکاتے تھے جنگ بدر میں کفار قریش کی شکست کا صدمہ یہودیوں کو قریش سے کچھ کم نہ ہوا

کعب بن اشرف یہودی ایسا جل بھن کر کباب ہوا کہ اسکو مدینہ میں رہنا گوارا نہوا مکہ چلا گیا وہاں مقتولین بدر کے نوحے لکھے اور قریش کے جوش بڑھانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مسلمان عورتوں کی مختلف طریقوں سے توہین کرتا تھا آنحضرتؐ کے قتل کیلیے سازشیں کرتا تھا اسکی شرارتیں اسقدر بڑھ گئیں کہ ایک دن محمد بن مسلمہ انصاری نے اس دشمن خدا کا خاتمہ کر دیا، ابو رافع اور سلام بن ابی حقیق یہودی کعب بن اشرف سے کم نہ تھے انکے گلے بھی کعب کی طرح خنجروں کے حوالے کر دیے گئے۔ جب ظلم حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو یہی ہوتا ہے

یہودیوں کا برتاؤ مسلمانوں کیساتھ یہودیوں نے مسلمانوں کا ساتھ دینا کیسا! ہمیشہ سازش اور مخالفت ہی کی جنگ اُحد میں یہودی گھر میں بیٹھے نتیجہ کا انتظار کرتے رہے آنحضرتؐ نے بھی ان سے مدد مانگنا مناسب نہ سمجھا ایک یہودی مسلمانوں کے ساتھ میدان جنگ تک گیا لیکن جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ مسلمانوں کو شہید کر کے مکہ کی طرف بھاگ گیا، جنگ احد سے مسلمانوں کو ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ وہ کچھ منافقوں کو پہچان گئے۔ منافقوں میں بہت سے یہودی تھے

یہودی کبھی اپنی شرارتوں سے چوکتے نہ تھے۔ جنگ بدر کے بعد ایک دن آنحضرتؐ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کے ساتھ بنو نضیر کے یہودیوں سے ایک معاملے میں مشورہ کرنے کے لیے ان کے محلہ میں تشریف لے گئے انھوں نے آنحضرتؐ اور صحابۂ کرامؓ کو قلعہ کی دیوار کے سایہ میں بٹھایا اور لوگوں کو جمع کرنے کے بہانے سے اِدھر اُدھر چلے گئے، ایسی جگہ بٹھایا کہ قلعہ کی منڈیر پر ایک بہت بڑا پتھر دیوار کی طرح کھڑا ہوا تھا مشورہ یہ ہوا کہ ایک شخص قلعہ پر چڑھ کر یہ پتھر ڈھکیل دے تاکہ آنحضرتؐ اور آپکے ساتھی وہیں کچل کر رہ جائیں ایک آدمی چڑھا لیکن آنحضرتؐ کو بذریعۂ وحی انکے منصوبے کا حال معلوم ہو گیا

آپ اور آپ کے ساتھی وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی طرف چل دیے یہودیوں نے واپس بلانا چاہا آپ نے فرمایا تم نے ہمارے قتل کا اس طرح منصوبہ کیا اب ہم کو تمہارا اعتبار نہیں یہودی اس منصوبہ کا انکار نہ کر سکے، آپنے بنی نضیر پر چڑھائی کی وہ قلعہ میں محصور ہو گئے آخر کار جلا وطن کر دیے گئے

چند عرصے کے بعد خیبر کے یہودیوں نے جنگ کی تیاری شروع کی انکے ہاں بڑے مضبوط قلعے تھے جن پر ان کو بہت ناز تھا مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے وہ قلعے فتح کیے یہودیوں کو زک ہوئی،

خیبر کا ایک موذی واقعہ سنو، خیبر فتح ہو چکا تھا لشکر اسلام ملک مفتوحہ کے انتظام کی غرض سے چند روزہ قیام کے لیے ٹھیرا ہوا تھا، زینب یہودیہ نے بکری کا بھنا ہوا گوشت جس میں زہر ہلاہل ملا ہوا تھا آنحضرتؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ کے بھیجا آپنے ہدیہ قبول فرمایا لقمہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ آپ کو زہر معلوم ہو گیا فوراً لقمہ اگل دیا، ایک صحابی نے جو شریک طعام تھے گوشت کھایا اور فوت ہو گئے، دیکھو عداوت کی کوئی حد ہے! اس دشمنی کا بدلہ جناب رحمۃ للعالمین کی طرف سے یہ تھا کہ اس عورت کو چھوڑ دیا کوئی سزا نہیں دی آنحضرتؐ کا برتاؤ دیکھو اور یہودیوں کا برتاؤ دیکھو!

قبیلہ بنی نضیر کے چند یہودیوں نے جو بھاگ کر خیبر کے قریب جا کر بسے تھے مکہ جا کر قریش کو بھڑکایا مدد کا وعدہ کیا، قصبات اور پہاڑیوں کے بدوؤں میں جوش پیدا کیا، ابوسفیان نے جنگ خندق کیلیے چار ہزار کا لشکر تیار کر کے مدینہ پر بھیجا تو چھ ہزار سپاہی قصبات اور پہاڑیوں سے بھی جا پہونچے یہ یہودیوں کی کوشش اشتعال کا نتیجہ تھا مدینہ میں صرف بنی قریضہ کے یہودی باقی رہ گئے تھے، یہ بھی آنحضرتؐ سے معاہدہ کر چکے تھے

چنانچہ رسول خداؐ نے جب مدد کیلیے بلانے کو آدمی بھیجے تو انھوں نے درشتی کیساتھ جواب دیا "ہم نہیں جانتے محمدؐ کون ہیں اور خدا کے رسول کون ہیں ہم کسی کے غلام نہیں کہ تابعداری کریں ہم سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا، جاؤ اپنا کام کرو" یہ کڑوا جواب ان لوگوں کا تھا جو تحریری معاہدے پر دستخط کر چکے تھے اب عین جنگ کے وقت ایسی بے رُخی اختیار کرتے ہیں یہ ہم وطن یہودی جو مسلمانوں کے خطرے کے مقامات سے آگاہ تھے گھر کے بھیدی ہو کر مار آستین بن گئے دفعۃً مسلمانوں کی کیسی نازک حالت ہو گئی ہو گی، یہودیوں کے دلو میں حرارتِ قلب کی جگہ عداوت اسلام آگئی تھی اور یہ عداوت ان کیلیے نفس حیات بن گئی تھی، بغیر اسکے وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے، خدا فرماتا ہے،

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ (اے پیغمبر) مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کرنیکے اعتبار سے
عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ، پ ۶ مائدہ یہود کو تم سب لوگوں میں بڑا سخت پاؤ گے،

سازش بری بات ہے۔ منافق کرتا ہے مومن نہیں کرتا، دین اسلام (یا دین موسوی) سازش کی اجازت نہیں دیتا، مومن کا یہ شیوہ ہو ہی نہیں سکتا،

ابنِ سبا

مکے کے فتح ہوتے ہی مکے والوں نے اسلام قبول کر لیا تمام قبیلوں کی نگاہیں قریش کی طرف لگی ہوئی تھیں کعبے کے متولی ہونے کی وجہ سے ان کو سب عزت سے دیکھتے تھے قریش ہی نے بہت سختی سے برسوں اسلام کی مخالفت کی تھی اور مخالفت میں اپنا مال اور اپنی جانیں قربان کی تھیں جب ایسے سخت انکار کرنے والوں نے اسلام قبول کر لیا تو اسلام کی حقانیت میں کوئی شک شبہ باقی نہیں رہا قرب وجوار کے باشندے گروہ کے گروہ

بہت تیز قدمی کے ساتھ اکر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے، پیغمبر خدا کی حیات ہی میں یہودیوں کا جو دینِ اسلام اور پیغمبر عربی کے سخت دشمن تھے بہت کچھ قلع قمع ہو گیا تھا کئی مفسد اور دغاباز قبیلے جلاوطن کر دیے گئے تھے. تین مفسد اور سازش کرنیوالے یہودی قتل کر دیے گئے تھے خیبر ان کا پرانا اور مستحکم مرکز تھا وہ بھی فتح ہو گیا تھا وہاں سے بھی جلاوطنی کا حکم ہو گیا تھا مگر یہودیوں کی عاجزانہ درخواست پر رسول کریمؐ نے ان کو بٹائی پر مقبوضہ باغات اور اراضی کی زراعت کرنیکی اجازت بطور کاشتکاروں کے دیدی لیکن کئی برس کے بعد حضرت عمرؓ کو تنگ آکر آخر کار آئے دن فتنہ و فساد کو کم کرنے کے لیے ان کو خیبر سے بھی نکال دینے کی ضرورت پیش آئی اور وہ نکال دیے گئے معلوم ہوتا ہے یہ سب باتیں چھوڑ سکتے تھے مگر نہیں چھوڑ سکتے تھے تو مسلمانوں کے خلاف مفسدانہ سازشیں انکے دلوں میں آتش پرستوں کے آتشکدہ کی آگ دہک رہی تھی جو کبھی بجھنے کا نام نہیں لیتی، جلاوطن کر دیے گئے. پراگندہ ہو گئے شکستہ ہو گئے لیکن وہ آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی،

تبوک ۹ھ میں فتح ہوا۔ ۹ھ میں ہرقل بادشاہ روم نے چالیس ہزار کا لشکر غسانی بادشاہ کے پاس مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ ابو عامر راہب جو آنحضرتؐ کے تشریف لیجانے پر مدینے سے نکلے چلا آیا تھا قیصر روم کے پاس گیا اور اسکو مدینے پر حملہ کرنے کے لیے ترغیب دی منافقین مدینہ سے بھی خفیہ تحریکیں کیں مدینہ کے منافقوں کی سازشی مجلسیں ایک یہودی کے ہاں جس کا نام سویلم تھا روز ہوا کرتی تھیں۔ یہودی فتنہ پردازی کسی طرح نہیں چھوڑتے تھے،

ان کے کئی گروہ تھے ایک وہ جو خلوص کیساتھ مسلمان ہو گئے تھے دوسرے وہ جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر منافق تھے یہ بہت خوفناک اور ضرر رساں تھے کیونکہ دوستی کے پردہ میں نقصان پہونچاتے تھے اسلام کی بربادی کی تدبیریں اور سازشیں کرتے تھے

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے وقت میں ان کی کچھ نہ چلی وہ آب و ہوا ان کے منصوبوں اور فتنہ پردازیوں کیلیے موافق نہ تھی لیکن حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری حصے میں جب مسلمان جنگ سے فارغ ہوئے فارغ البالی سے فتحیابی کی نعمتوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے تو یہودیوں نے حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی سے فائدہ اٹھاکر اسلام کی تخریب اور اس میں فرقے پیدا کرنے کا پروپیگنڈہ خاموشی اور استقلال کے ساتھ وسیع پیمانے پر شروع کردیا، اور افسوس کے ساتھ یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کو کامیابی ہوئی جو تبک ترقی کیساتھ مختلف فرقوں کی شکل میں ہندوستان و دیگر ممالک میں زندہ ہیں۔

کسی چیز کو کمزور کر دینے کی سہل ترکیب یہ ہے کہ اس کے اجزا کو الگ الگ کردو مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی قوت کو گھٹانیکے لیے بھی یہی تدبیر کارگر ہوسکتی تھی کہ آپس میں ملال پیدا ہوجائے پھوٹ پڑجائے عقیدوں میں اختلاف ہوجائے فرقے پیدا ہوجائیں خدا فرماتا ہے کہ بہت مضبوطی سے اللہ کے دین کی رسّی کو پکڑے رہو اور ایکدوسرے سے الگ نہ ہونا، مگر فرقے ہوگئے اور مسلمان کمزور ہوگئے،

ابن سبا صنعاء کا رہنے والا تھا یمن جو عرب کا جنوبی حصہ ہے آنحضرتؐ کی زمانہ بعثت کے پیشتر ہی بہت زرخیز تھا علوم و فنون میں ترقی کرچکا تھا اس میں ایک شہر تھا صنعاء، وہاں ایک خاندان یہودیوں کا بہت معزز تھا۔ علوم دینی کی وجہ سے ہادی و پیشوا بھی تھا، عبداللہ بن سبا اسی خاندان سے تھا خود عالم تھا۔ توریت و انجیل سے خوب واقف تھا۔ عربی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اپنے دینی عقائد میں بہت مضبوط تھا، کٹر تھا، ہوشیار، ذہین، اور پختہ کار تھا، اسلام کے پھیلنے کی وجہ سے خاص کر یہودیوں پر بہت بڑا زوال آگیا تھا، نہ دنیوی جاہ و منزلت باقی رہگئی تھی نہ دینی پیشوائی، اس مپرسی کے اندھیرے میں ان کے وجود کا پتہ نہ لگتا تھا

عبداللہ بن سبا کے دل میں جوش تھا اس کے دماغ میں تدبیروں کا خزانہ تھا اس نے انسانی طبیعتوں پر غور کیا تھا، موقع اور محل پہچانتا تھا اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا وہ مسلمانوں میں زود شناسی حاصل کرکے ان کا ہمدرد بن کے اسلام کو برباد کرنیکا ان میں نسلی و خاندانی رقابت کے جذبات پیدا کرکے تفرقہ ڈالنے کا اور غلط عقیدوں کے ذریعہ سے گمراہ کرنے کا فرض ادا کرنا چاہتا تھا اسکا بہترین ذریعہ صرف ایک ہو سکتا تھا کہ وہ بظاہر اسلام قبول کرلے اور اندر اندر اسلام کی جڑ کھودے، اسکے لیے خلافت صدیقی و خلافت فاروقی کا زمانہ کسی طرح موافق و مناسب نہ تھا، عبداللہ بن سبا کی دال گل نہیں سکتی تھی اسلیے وہ دور خاموش اور بے حرکت پڑا رہا، مدینے کی طرف آنیکی کبھی جرأت نہیں کی لیکن خلافت عثمانی میں اپنے تدبیروں اور منصوبوں کے اگنے اور پرورش پانے کے لیے موافق زمین دیکھی اور مدینے آیا حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، مرتبہ و جاہ کا خواستگار ہوا یہ اسکے منصوبوں کی کامیابی کیلیے ایک مزید ذریعہ ہو جاتا مگر حضرت عثمانؓ نے کچھ التفات نہیں کی، اسکو ندامت ہوئی لیکن وہ ندامت اسکی تدبیروں کیلیے جو اسلام کی مخالف تھیں تازیانہ ہوگئی، اس نے سرگرمی سے ایک پروپیگنڈہ بظاہر خلافت کے موافق لیکن درحقیقت اسلام کی تخریب کے لیے شروع کردیا جیسا آگے چل کر بیان کیا جائے گا،

خلاف

ذرا دیکھیں اسوقت مسلمانوں کی کیا حالت تھی جس سے فائدہ اٹھانے کا ابن سبا کو موقع مل گیا

ابن سبا کے وقت میں مدینے کی حالت

قریش کی شاخ میں عبد مناف ہوے عبد مناف کے تین بیٹے تھے، ہاشم، مطلب اور عبد شمس، ہاشم کی اولاد میں ہمارے پیغمبرؐ ہیں، عبد شمس کے بیٹے اُمیہ، اُمیہ کی اولاد میں حضرت عثمانؓ اور امیر معاویہؓ تھے خانہ کعبہ کی تولیت قریش کے پاس تھی یہ بہت معزز عہدہ تھا اس قبیلے میں دو ممتاز خاندان تھے

بنو ہاشم دوسرے بنو اُمیہ، ان دونوں میں رقابت و مخالفت رہتی تھی باقی قریش انھیں دونوں میں سے کسی نہ کسی طرف رہتے تھے، ظہور اسلام کے قریب زمانے میں بنو امیہ کی قوت بنی ہاشم سے بڑھ گئی تھی جس خاندان نے آنحضرتؐ کی اور اسلام کی ابتدا ہی میں سخت مخالفت کی وہ بنو امیہ ہی تھے، اُحد اور خندق کی لڑائیوں میں قریش کا سپہ سالار ابوسفیان ہی تھا جو اُموی تھا لیکن بعد ازاں ابوسفیان خود مشرف باسلام ہوے اسلام کی ایک برکت یہ بھی تھی کہ اُس نے زمانۂ جاہلیت کے بہت سے امتیازات مٹا کر ایک اخوت عام پیدا کر دی تھی سب مسلمان آپس میں بھائی ہو گئے تھے اسلام کے خیر اندیش اور خدائے واحد کے سامنے سر جھکانے والے اس کے احکام کے ماننے والے، اور بجا لانیوالے ہو گئے تھے، ہاشمیوں اور اُموِیوں کا امتیاز مٹ گیا تھا اسلام نے دونوں کو ایک کر دیا تھا، دین کے مقابلے میں دنیا ہیچ تھی، اشاعتِ اسلام کے مقابلہ میں ذاتی نفع رشتہ داری یا دوستی کے پاس و لحاظ کا گذر نہ تھا، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے یا کسی رشتہ دار کو اپنی جگہ خلیفہ مقرر نہیں کیا حالانکہ ان کے بیٹے لائق و فائق تھے بلکہ صائب الرائے صحابہ کے مشورہ سے حضرت عمرؓ کو جو بہترین شخص تھے خلیفہ مقرر کیا حضرت عمرؓ اپنی وفات سے پہلے وصیت کر گئے کہ میرے بیٹے کو ہرگز خلیفہ نہ مقرر کرنا، لڑائی جھگڑے، فتنہ و فساد قبیلوں کی باہم کشمکش و رنجش، قومی فخر، نسبی غرور، رشک و حسد کا نام و نشان تک باقی نہ تھا، یہ سب اسلامی تعلیم کی برکتیں تھیں اور رسول خداؐ کی صحبت کا فیض تھا، مسلمانوں کی رگ و پے میں للّٰہیت خون کی طرح دوڑ گئی تھی وہ صحیح معنوں میں اللہ والے ہو گئے تھے ان کے ارادے ان کے اعمال سب خدا کیلیے ہوتے تھے نفس کا لگاؤ نہ تھا، ان کے خیالات بہت وسیع ہو گئے تھے ان کے اخلاق بہت بلند ہو گئے تھے حضرت عمرؓ نے حضرت خالد کو

جنھیں آنحضرتؐ نے انکی شجاعت اور جنگی کارناموں کی داد میں "سیف اللہ" کا خطاب دیا تھا دفعۃً سپہ سالاری کے معزز عہدے سے معزول کرکے سپاہی کردیا، کوئی اور ہوتا تو آگ بگولا ہوکر حضرت عمرؓ کا دشمن ہوجاتا گھر بیٹھ رہتا لیکن خالدؓ مسلمان تھے پیغمبر خداؐ کے صحبت یافتہ تھے اللہ والوں میں سے تھے۔ نئے سپہ سالار کی ماتحتی میں اور سپاہیوں کے ساتھ اسی خلوص اور جانبازی سے بڑی بڑی لڑائیوں میں لڑتے رہے جیسے پہلے لڑتے تھے نفس کو دخل نہ تھا

آج اگر نیزوں کے فوجی طبقے میں حضرت خالد کی وہ اطاعت (ڈسپلن) جو انھوں نے خلیفۂ وقت کے حکم کی تعمیل میں کی تھی ضرب المثل ہوکر تقلید کے لیے پیش کی جاتی ہے، وہ لوگ اس اطاعت کو محض فوجی نقطۂ نگاہ سے قابل صد آفریں سمجھتے ہیں مسلمانوں کا نقطۂ نظر اس سے بالکل الگ ہے وہ اس کو للّٰہیت کا ایک جذبہ سمجھتے ہیں

یہ روحانی جذبہ اور اسلامی خلوص جناب پیغمبرؐ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اور حضرت عثمانؓ کے خلافت کے ابتدائی زمانے میں بکثرت نظر آتا ہے لیکن جسقدر زمانہ آنحضرتؐ کے زمانے سے دور ہوتا گیا نئی فتوحات ملک نے دولت کی زیادتی نے نئی نسل، نومسلموں اور ان قبائل عرب کے دلوں میں جو مکے اور مدینے سے دور رہتے تھے اور جنھوں نے ملکوں کی فتوحات میں حصہ لیا تھا تغیر پیدا کردیا ان لوگوں کی آنکھوں نے حضرات مہاجرین وانصار کی وہ قربانیاں اور جاں نثاریاں جو انھوں نے ابتدائے اسلام میں اسلام کے قدم جمانے کے لیے کی تھیں نہ دیکھی تھیں وہ قران کی تعلیمات سے نہ اچھی طرح واقف ہوسکے تھے نہ کافی طور پر متاثر ہوسکے تھے اسلیے انکی نگاہ میں مہاجرین وانصار کی اس درجہ کی دینی عظمت و سیاسی وقعت نہیں تھی جو انکے پیشتر کے زمانے میں تھی یہ لوگ اپنے کو مہاجرین اور انصار کے ہم پلہ سمجھنے لگے تھے، اور جادۂ اعتدال سے گذر کر اُن

حضرات کی صداقت و نیکنیتی پر بھی حملہ کرنے کی جرأت کر بیٹھتے تھے،

حضرت عثمانؓ کو اپنے کنبے کی پرورش اور اپنے رشتہ داروں پر احسان کرنیکا خیال تھا وہ خود بہت دولتمند تھے چنانچہ ۲۷ھ میں انکی خلافت کے زمانے میں امیر معاویہ شام کے مستقل حاکم ہوگئے اس تقرر میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوئی حضرت معاویہ کی قابلیت سے انکار نہیں ہوسکتا تھا، وہ خلافت فاروقی ہی میں دمشق اوراردن کے گورنر تھے حضرت عثمان کے زمانے میں اور علاقے بھی انکے زیر حکومت آگئے لیکن یہ ایک معزز عہدہ تھا جو ایک اموی کے حصے میں پہونچ گیا تھا بہتوں کو رشک تھا بعضوں کو شکایت تھی،

مروان حضرت عثمانؓ کا چچازاد بھائی اچھا آدمی نہ تھا وہ ان کا میر منشی ہوگیا تھا، اور حضرت عثمانؓ کی مروت اور نرم مزاجی سے فائدہ اٹھاکر جا اور بے جا ہر طور پر اپنے قبیلے کے لوگوں کو فائدہ پہونچانے کی کوشش کرتا رہتا تھا انکو آگے بڑھانے اور ان کو طاقتور بنانے میں کمی نہیں کرتا تھا، کچھ مدت کے بعد حکومت میں بنوامیہ برسر اقتدار نظر آنے لگے،

ابن سبا کا پراپیگنڈہ عبداللہ بن سبا کو ان قبائل عرب کو جنھوں نے بعد وفات جناب رسول کریم کی فتح میں کافی حصہ لیا تھا اور جو اپنے کو مہاجرین اور انصار کے برابر حقدار حکومت سمجھنے لگے تھے بھڑکانے کا ایک اچھا موقع مل گیا، اس نے نومسلموں کو جنکے دلو نمیں اپنے قدیم مراسم و عقائد کے جراثیم موجود تھے بہکایا، مٹی ہوئی خاندانی عداوت کو زندہ کرنے میں جان توڑ کوشش کی اس کا ہر وقت کا سبق تھا، بنو ہاشم کے حقوق سب سے بڑھ کر ہیں، لیکن خلافت عثمانی کے زمانے میں انکا وہ حصہ حکومت میں نہیں جو بنوامیہ کا ہے، یہ بڑھتے جاتے ہیں وہ گھٹتے جاتے ہیں، یہ قوی ہوتے جاتے ہیں وہ کمزور ہوتے جاتے ہیں قبائل عرب نے اپنی جانیں دیکر ملک فتح کیے لیکن اغیار فائدہ اٹھا رہے ہیں،

ان حق تلفیوں کے ذمہ دار دو شخص ہیں مروان اور خلیفہ، لیکن مروان انھیں کا رشتے دار ہے انھیں کا مقرر کیا ہوا ہے ممکن نہیں ہے کہ مروان کی خود غرضانہ و نامنصفانہ حرکتوں اور بے اعتدالیوں سے خلیفہ واقف نہ ہوں،

ایسی لگتی ہوئی باتیں رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں میں جگہ کرنے لگیں خاصکر ان کے دلوں میں جن کو ابھارنے کے لیے کہی جاتی تھیں

جب کبھی تم سے کوئی ہمدردی کرتا ہے تو تمھاری فطرت کا تقاضہ ہے کہ تاوقتیکہ تمھیں اسکی نسبت بدگمانی کے مضبوط شبہات نہ ہوں احسان مندی کے جذبات پیدا ہوکر تمھارا دل اس کی طرف شکر گذاری سے بھر جاتا ہے،

عبداللہ بن سبا نے دیکھا کہ اسکا جادو کچھ اثر کر رہا ہے تو اس کی ہمت بڑھی اب وہ حضرت عثمان اور ان کی حکومت کی علانیہ برائیاں کرنے لگا،

بصرہ میں ایک شخص حکیم بن جبلہ رہتا تھا وہ ڈاکہ مارتا تھا، اسلامی لشکر کے ساتھ شریک ہوجاتا تھا اور موقع پاکر ذمیوں کو لوٹ لیتا تھا، گورنر بصرہ نے حضرت عثمانؓ کے حکم کے بموجب اس کو بصرہ میں رکھا مگر نظر بند کر دیا شہر سے باہر آنے جانے نہیں پاتا تھا عبداللہ بن سبا مدینہ سے نکالا گیا تو بصرہ پہنچا حکیم بن جبلہ کے گھر ٹھہرا اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اس سے اور اسکے دوستوں سے خوب مراسم بڑھائے حد درجہ کی حسن عقیدت کا اظہار کرکے اپنے آپ کو ہمدرد و خیر اندیش آل رسول ظاہر کیا،

انسانی زندگی میں مذہب ایک بہت بڑا عنصر خیال کیا جاتا ہے اگر بعض حالات میں اس نے امن و امان پیدا کیا تو اور حالات میں خونریزیاں اور مظالم بھی ایسے کیے جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، جوش و خروش اسکے پہلو میں ہمیشہ دبا رہتا ہے

کسی دوسری چیز میں نہیں پایا جاتا اس لیے ہوشیار اور چالاک لوگ اپنے پروپگنڈوں کو
کامیابی کی سڑک پر تیز رفتاری سے لیجانے کیلیے مذہبی جوش کی تھوڑی سی اٹیم بھی ملا دیتے ہیں
ابن سبا نے ایک نیا عقیدہ پیش کیا عبداللہ ابن سبا ایک چالاک ہوشیار اور پختہ کار یہودی
کہلائے جانے کا مستحق نہوتا اگر وہ اپنے پروپگنڈے کو کامیاب بنانے کے لیے اُس میں
مذہبی چاشنی نہ دیتا ایک اہم سازش کیلیے ایک نئے مذہب کے ایجاد کرنیکی ضرورت ہوتی ہے
جسمیں کچھ نئے عقیدے اور نئے اعمال ہوں جسمیں مذہب مروجہ کے مقابلہ میں زیادہ آسانیاں
ہوں اور جس میں شہوات نفسانی کی باگ ڈھیلی کر دی گئی ہو تاکہ لوگوں کو اسکی طرف رغبت ہو
اور ان کو بڑی جماعت سے علیحدہ کر دے، پہلے اس نے امتحاناً لوگونکی استعداد قبولیت کا اندازہ
کرنے کے لیے ایک نیا عقیدہ پیش کیا وہ یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہی دنیا میں دوبارہ
تشریف لائینگے مسلمان حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ تشریف لانیکے تو قائل تھے ہی آنحضرتؐ کے دوبارہ
تشریف لانے کی تائید میں اس نے

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ	(اے پیغمبر وہ خدا) جسنے (احکام) قرآن (کی تعمیل) کو
لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ط پ ۲۰ القصص	تم پر فرض کیا ہے وہ پھیر دے گا تمکو معاد کی طرف

کی غلط تفسیر بیان کر کے لوگوں کو باطل عقیدے کی تعلیم دی کہ جناب محمدؐ دنیا میں پھر آئیں گے
لوگوں کی ذہنیت کا حال کچھ نہ پوچھیے ایک نیا عقیدہ یا مذہب ان کے سامنے
پیش کر دیجیے کیسا ہی پوچ و بیکار ہو ماننے والے مل ہی جاتے ہیں اور اگر سرگرمی سے
کوشش کی جاے تو رفتہ رفتہ اچھی خاصی تعداد معتقدوں کی پیدا ہو جاتی ہے،
سر اولیور لاج نے غلط نہیں کہا کہ "لوگ بلا دلیل عقیدہ قائم کرنیکی کتنی زیادہ استعداد رکھتے ہیں"
بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں معلوم کتنے لوگوں نے نبی ہونیکا جھوٹا دعویٰ کیا

اور نہیں معلوم کتنے لوگوں نے خدا ہونے کا لیکن کسی کو معتقدوں کے نہ ملنے کی شکایت نہیں ہوئی

پروپیگنڈہ اور اسکا اثر یوں تو سارا ہندوستان ارض فلسفہ کہلاتا ہے اس میں قدیم فلسفیوں کے چھ سات مختلف اسکول ہیں پھر انکی شاخیں اور شاخوں میں برگ و بار، لیکن خطۂ پنجاب کو آج بھی نئے مذہب تراشنے میں خاص ملکہ حاصل ہے، ذرا گنو تو کتنے نئے مذہب وہاں پیدا ہو گئے ہیں،

ایک صاحب کا خیال ہے کہ وہاں کے کچھ لوگ بڑی بڑی اسکیمیں چاہے وہ سیاسی ہوں چاہے مذہبی محض تجارت کی غرض سے ایجاد کیا کرتے ہیں اور بہتوں کو احمق بنا کر بھلا چنگا روپیہ کما لیتے ہیں، ہوگا! انکا کیا قصور؟ قصور احمقوں کا ہے۔ پنجاب کے ایک تجربے کار تاجر نے جسنے طبیب کا جامہ پہن کر دواؤں کے بکثرت اشتہارات کامیابی کے ساتھ دیے اشتہار کی مقناطیسی قوت کا راز بہت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے کہا ہندوستان میں تیس کروڑ کی آبادی ہے کیا اتنی بڑی آبادی میں ایک کروڑ بھی احمق نہونگے زیادہ ہی ہوں گے، برا ماننے کی کوئی بات نہیں۔ خدا کی مخلوق میں احمقوں کا جزو بھی ضروری ہے ان سادہ لوحوں میں سے اگر ایک لاکھ نے بھی ہماری دوا خرید کر لی تو ہماری کامیابی کہیں نہیں گئی ہوتا چلا آیا ہے کہ قوی کمزور کو مغلوب کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور کرتا ہے۔ زیادہ عقل والا کم عقل والے کی حالت سے فائدہ اٹھاتا ہے، کوئی کم کوئی زیادہ صرف درجوں کا فرق ہوتا ہے دونوں باتیں ایک ہی اصول کی زیر فرمان ہیں،

پروپیگنڈہ بھی اشتہار کا بھائی ہے مگر بڑا بھائی اسمیں مقناطیسی قوت کچھ زیادہ ہے،

ابن سبا موجد مسئلۂ امامت عبداللہ بن سبا کی آواز ایسی نہ تھی کہ جو کانوں تک جا کر یوں ہی واپس چلی آتی بہت سے سادہ لوح اس عقیدہ کو ماننے لگے۔ جب اسنے دیکھا کہ

مچھلیاں چارہ کھانے کیلیے دوڑتی ہیں تو اب کی مرتبہ اس نے چپکے سے ایک اور کارآمد عقیدہ پیش کر دیا وہ یہ تھا کہ پیغمبر خدا کے بعد حضرت علی سب سے افضل ہیں آپ کے فضائل بیان کرتا رہا آپ کی تعریف میں جو حدیثیں وارد ہوئی تھیں وہ اور بہت سی اپنی گڑھی ہوئی بیان کرتا رہا جب اس نے دیکھا کہ میرے شاگرد و معتقد حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل ہو کر پکے ہو گئے تو اس نے دو اور عقیدے پیش کر دیئے ایک یہ کہ ہر پیغمبر کا ایک وصی اور وزیر ہوتا ہے جو نبوت کا رازدار ہوتا ہے حضرت موسیٰؑ کے رازدار حضرت یوشع بن نون تھے حضرت محمدؐ کے وصی رازدار اور وزیر حضرت علیؓ ہیں دوسرے یہ کہ توحید اور رسالت کے ساتھ امامت کا ماننا بھی فرض ہے، بعض کے کان میں یہ بھی کہہ دیتا تھا کہ حضرت علیؓ سے جو کرامات صادر ہوتی ہیں وہ انسانی قوت سے بالاتر ہیں۔ جناب امیرؑ نیکر انسانی میں خدا ہیں ایسے ویسے نہیں کہتا ہوں ذاتی الہام کی بناء پر کہتا ہوں

تو مپندار کہ ایں قصہ زخود میگویم
گوش نزدیک بہم آر کہ آوازے ہست

یہ اس کا ٹرمپ کارڈ تھا

وہ لوگ جو بنوامیہ سے ناخوش تھے یا ان کے مخالف تھے اور بنو ہاشم کے ہمدرد و طرفدار تھے ان میں سے کچھ لوگ بہت جلد ان عقیدوں پر ایمان لے آئے علاوہ ان کے بہت سے جاہل اور پڑھے لکھے اس جال میں پھنس گئے۔ ابن سبا اور اس کے حواری خفیہ طور پر مختلف طریقوں سے ریشہ دوانیاں کر کے ان عقیدوں کو پھیلاتے رہے،

ابن سبا پہلے زمین ٹٹول لیتا تھا پھر قدم بڑھاتا تھا، جب زمین ہموار و مضبوط پائی اور نئے معتقدوں کی تعداد بڑھ گئی تو اس نے کانوں میں پھونک دیا کہ پیغمبر خدا حضرت علی کے خلیفہ ہونے کی وصیت فرما گئے ہیں

کتب بک انڈیا

آیتِ ولایت کی بنا پر کہتا تھا کہ

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ	بیشک تمہارا دوست اللہ اور اسکا رسول ہے.
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ	اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں یعنی وہ جو قائم کرتے
وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ	ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ جھکنے والے ہیں

سے بھی حضرت علی کی خلافت نکلتی ہے،

(حالانکہ اس آیت کو حضرت علیؓ کی خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے) حضرت علیؓ کو اول خلیفہ ہونا چاہیے تھا، وہ امام اول ہیں لیکن صحابہ نے وصیت پیغمبر کو پس پشت پھینک کر خدا اور رسول کی مرضی کے خلاف علی مرتضیٰ کے حق کو غصب کیا وہ لوگ طمع دنیاوی کی وجہ سے دین سے پھر کر مرتد و کافر ہو گئے ان پر تبرا کہنا چاہیئے، ابن سبا تبرے کا موجد ہے کہتا تھا اب بھی کچھ گیا نہیں ہے موجودہ خلیفہ (حضرت عثمانؓ) کو قتل یا معزول کر کے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دینا چاہیے۔ اس میں سب کو مدد کرنا چاہیے، موجودہ خلیفہ ناقابل ہیں، ظالم ہیں انھوں نے مروان کو سفید و سیاہ کا مالک کر دیا ہے جدھر دیکھو حکومت میں اموی ہی اموی دکھائی دیتے ہیں وہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، کوئی فریاد سننے والا نہیں، کہا کہ میرا نام نہ لینا بلکہ میری طرف سے بیزاری ظاہر کرنا میں نے تو محض نیک نیتی سے سچ بات کہدی میری کوئی ذات غرض نہیں اب تم جانو اور تمہارا کام،

• • • •

ابن سبا بصرے میں رفتہ رفتہ اس فتنے کا حال بصرے کے گورنر کو معلوم ہوا انھوں نے عبداللہ بن سبا کو بلایا پوچھا کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ کہا یہودی مذہب کو چھوڑا پا تا ہوں اسلام کی طرف رغبت ہے میں آپکی رعایا بنکر رہنا چاہتا ہوں، گورنر نے کہا میں نے تحقیقات کی تم کوئی فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہو

یہودی ہو، اسلامی جمعیت میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہو، بات تھی پتے کی، عبداللہ نے بصرے کی زمین زیادہ گرم پائی ٹھہرنا خطرناک سمجھا، اپنی جماعت کیلئے دستور العمل بنا کر ہدایتیں کر کے کوفے جا پہونچا، یہاں اتفاق سے پہلے ہی سے حضرت عثمانؓ اور ان کے عامل کے چند مخالف موجود تھے، عبداللہ خوشی کے مارے جامہ میں نہیں سمایا ایک تیار مرکز اپنے مطلب کا مل گیا، جاتے ہی ایک بڑا زاہد و متقی مسلمان بن گیا، لوگ اسکی تعظیم و تکریم کرنے لگے،

عجب ذات مقدس تھی ایک فریب عظیم (مجسم فریب و مکر یعنی فراڈ) تھا! وہ ایک ایسا نمونہ چھوڑ گیا ہے کہ آج ہزاروں اس کے نقش قدم پر باطمینان چل رہے ہیں اور کامیاب ہیں ہندوستان کے ہر گوشے میں اس کے پیرو موجود ہیں ایک سے ایک بڑھکر فراڈ مذہبی فراڈ، تجارتی فراڈ، شرقاً غرباً ٹوپی پوش فراڈ، لمبی داڑھی والے فراڈ، کلین شیوڈ (داڑھی اور مونچھ منڈے) فراڈ، جبہ و دستار پوش فراڈ، کوٹ پتلون پوش فراڈ، کھدر پوش فراڈ خرقہ پوش فراڈ، تمغہ پوش فراڈ، وغیرہ وغیرہ کیا تم نے ان ایمان فروش مولویوں کو اور ان قوم فروش لیڈروں کو نہیں دیکھا جو روپیہ اور جاہ کے عوض میں ہندو مسلمانوں کو لڑایا کرتے ہیں بیچارے جاہل مسلمانوں کو فریب دیتے ہیں، یہ سب ابن سبا کے شاگرد رشید ہی تو ہیں

ابن سبا دمشق میں

عبداللہ کے خیالات باغیانہ و عقائد باطلہ کا چرچا ہوا تو گورنر نے سخت پکڑا ذی ہوشی اور شریف طبقے نے ابن سبا کو مشتبہ سمجھا، اسلیے وہ بھاگ کر دمشق ہو رہا۔ لیکن جس طرح اس نے بصرے میں ایک جماعت چھوڑی تھی اس سے زیادہ تعداد کی ایک مفسد اور پرجوش جماعت کوفے میں چھوڑی، مالک اشتر اور چند شریر النفس اشخاص کے ایک گروہ نے عبداللہ بن سبا کے سامنے زانوے ادب تہ کیا تھا،

دمشق کی فضا عبداللہ کے ناموافق ثابت ہوئی وہاں کے امیر بھی باجبر اور سخت تھے

عبداللہ حضرت ابوالدرداصحابی کے پاس گیا بہت احتیاط اور قابلیت سے اپنے خیالات پیش کیئے انھوں نے اس کے منہ پر کہہ دیا "تم یہودی معلوم ہوتے ہو اور اسلام کے پردہ میں مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہو" اس کو رسول اللہؐ کے صحابی کی فراست سے ڈرنا چاہیے تھا بعدازاں وہ حضرت عبادہ بن صامتؓ صحابی کے پاس پہونچا، انھوں نے اس کی باتیں سنیں تو فوراً پکڑ کے امیر معاویہؓ کے پاس لے گئے کہا کہ مجھ کو تو یہ وہ شخص معلوم ہوتا ہے جس نے ابوذر کو بہکایا اور تم سے ملال پیدا کر دیا، امیر معاویہؓ نے فوراً شہر بدر کرا دیا،

ابن سبا مصر میں

دمشق سے مصر جا پہونچا، تجربوں نے اسے زیادہ محتاط و عاقبت اندیش بنا دیا تھا، یہاں مصری اور نیز وہ عرب جو مصر میں تھے موجودہ عامل کے شاکی تھے، مصر کا گورنر عبداللہ بن سعد تھا پالیٹکس میں نظر غائر نہیں رکھتا تھا مزاج میں خود مختاری کا مادہ زیادہ تھا علاوہ بریں رومیوں کے حملوں کے دفعیہ کی تدابیر افریقہ و طرابلس وغیرہ کی نظمی افکار نے اسے اس قدر عدیم الفرصت بنا دیا تھا کہ اندرونی کاموں کی طرف کافی توجہ نہیں کر سکتا تھا ابن سبا کو لوگوں کی شکایت کا فائدہ اٹھانے اور اطمینان سے بغیر روک ٹوک کام کرنے کا من مانا اور کافی موقع مل گیا، اس نے مصر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا، وہاں سے بصرہ و کوفہ والوں سے جو ہم راز و ہم آہنگ تھے خط و کتابت جاری کر دی،

خفیہ جماعت کا ایک مکمل نظام مرتب کیا، اسکی شخصیت باثر ہو گئی تھی لیکن ہر مشین کیلیے ایک موٹر پاور (چلانیوالا آلہ) ہونا چاہیے اس نظام کیلیے بھی ایک ایسے آلہ کی ضرورت تھی، ابن سبا نے "محبت اہلبیت و حمایت علیؓ" کو آلہ کار اس امید پر بنایا کہ خلیفۂ وقت اور بنی امیہ کے مقابلے میں یہ آلہ کار شعلوں کے مانند کام کرے گا، اسی کو خوب اچھالنا چاہیے استقلال کے ساتھ وسیع پیمانے پر تمام حکومت اسلامی میں پھیلا دینا چاہیے اس کے گرد

پروانوں کا ہجوم ہو جائے گا، چنانچہ مصر میں بیٹھ کر اس نے اس پروپیگنڈے کے پھیلانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، "امامت فرض ہے، محبت اہلبیت وحمایت علی ہمارا نصب العین ہے حضرت علی وصی رسول اللہ ہیں حقدار خلافت ہیں، مظلوم ہیں، خلفائے ثلثہ غاصب ہیں کافر اور مرتد ہیں"۔ تم آگے چل کر دیکھو گے کہ وہ بہت جلد بلوائیوں کے ایک بڑے گروہ کا روح رواں اور ایک مذہب کا بانی ہو کر رہے گا، وہ مذہب جسمیں امامت اساس عقائد ہوگی، جو امامت سے انکار کرے یا تبرا نہ کہے وہ کافر قرار دیا جائیگا، صحابہ کرام پر تبرا کہنا فرض ہوگا، وہ مذہب جو مجموعہ رسوم ہوگا جس میں اخلاقِ بد بھی اخلاقِ حسنہ مانے جائیں گے، جو سازشوں کا گھر ہوگا، جو امن وامان کا دشمن ہوگا، جو قرآن وحدیث کو پس پشت ڈالدیگا، جو دین اللہ کو ٹھکرا دے گا،

ابن سبا کی نسبت ائمہ وعلمائے شیعہ کیا کہتے ہیں؟

دیکھیں اہل تشیع کے ائمہ وعلماء ابن سبا کی بابت کیا کہتے ہیں، رجال کشی شیعوں کے ہاں بڑی معتبر مستند کتاب اسماء الرجال کی ہے اس کتاب کے صفحہ ۱۰۱ میں ہے کہ بعض[1] اہل علم نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ ابن سبا یہودی تھا پھر وہ اسلام لایا اور اس نے علی علیہ السلام سے "محبت" کی اور وہ اپنے زمانہ یہودیت میں یوشع بن نون وصی موسیٰ کی نسبت بہت غلو کرتا تھا پھر وہ اپنے اسلام کے زمانے میں رسول خدا صلعم کی وفات کے بعد

---

[1] یہ ترجمہ ہے اصل عربی عبارت کتاب مذکور کی یہ ہے ذکر بعض اھل العلم ان عبداللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم ووالی علیا علیہ السلام وکان یقول وھو علی یھودیتہ فی یوشع بن نون بہ وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ صلعم والہ فی علی علیہ السلام مثل ذلک وکان اول من اشھر القول بفرض امامۃ علی واظھر البراءۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ واکفرھم فمن ھھنا قال من خالف الشیعۃ اصل التشیع اخوذ من الیھودیۃ ۱۲

علی علیہ السلام کے متعلق بھی ویسا ہی غلو کرنے لگا، یہ ابن سبا پہلا شخص ہے جسنے "امامت علی" کے فرض ہونے کو مشہور کیا اور ان کے دشمنوں پر تبرا کیا اور انکے مخالفوں سے کھل کھیلا اور ان کو کافر کہا، اسی وجہ سے جو لوگ مذہب شیعہ کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ تشیع کی بنیاد یہودیت سے لی گئی ہے"۔

مشہور کرنا تو اسی حالت میں صحیح ہو سکتا ہے جب پہلے وجود ثابت ہو جائے، وجود صرف قرآن سے ثابت ہو سکتا ہے۔ عقائد کا دار و مدار قرآن پر ہے مگر اس عقیدہ کا وجود قرآن سے ثابت کرنا غیر ممکن ہے، ابن سبا نے امامت علی کے فرض ہونیکو مشہور نہیں کیا بلکہ پہلے پہل ایجاد کیا،

اسی کتاب میں امام محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ ابن سبا حضرت علیؓ کو خدا اور اپنے کو نبی کہتا تھا، آپ فرماتے ہیں کہ قوم زط (معرب جاٹ) کا یہ قوم پنجاب میں بکثرت ہے، کے ستر آدمی جناب امیرؓ کے پاس آئے آپ نے ان سے فرمایا میں بندۂ خدا ہوں مخلوق ہوں۔ توبہ کرو انھوں نے نہیں مانا اور کہا "تو وہی ہے تو وہی ہے"۔ جب وہ باز نہ آئے تو آپ نے سب کو جلا دیا

مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی شیعی ہیں، وہ دکھن ریویو ۱۹۰۸ء میں غالی شیعوں کا ذکر کرتے ہوئے عبداللہ بن سبا کی نسبت امام محمد باقرؒ کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت علی کو خدا اور اپنے کو نبی کہتا تھا یہ اسکا افترا تھا، اور حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں اس پر خدا لعنت کرے وہ حضرت امیر پر جان بوجھ کر افترا کرتا تھا، حضرت علیؓ نے بلا کر پوچھا تو اس نے اقرار کیا اور کہا مجھے الہام ہوا ہے تو خدا ہے میں نبی ہوں حضرت علیؓ نے اس کو بہت سمجھایا اور توبہ کرنے کو کہا لیکن اس نے توبہ نہیں کی تو بالآخر آپ نے اس کو جلا دیا، لیکن بہت سے لوگ اس کے پیرو ہو کر گمراہ ہو چکے تھے،

(جنگ جمل کے بعد) ستر آدمی مسجد کے دروازے پر آئے اور آپ کو خدا کہنے لگے آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو باز آؤ تین روز کی مہلت دی وہ باز نہیں آئے تو آپ نے مسجد کے قریب ایک نالی کھدوائی اس میں سب کو ڈال دیا (جلا دیا) مر گئے (دیکھو رجال کشی) جس وقت آگ میں پھینکے گئے زور زور سے کہہ رہے تھے،

لایعذب بالنار الا رب النار | خدا کے سوا آگ کا عذاب اور کوئی نہیں دیتا

یہ کسی ایسے ویسے کا پڑھایا ہوا سبق نہ تھا بلکہ ابن سبا کا پڑھایا ہوا تھا سب کے سب جل کر مر گئے مگر عقیدۂ کفر سے ایک انچ نہ ہٹے،

ناقی تری کیا حالت مستی سے ہوئی ہوگی
شیشے میں یہ مے ظالم جب تو نے بھری ہوگی

تم کو ایک طرف تو ان کے عقیدۂ باطلہ سے نفرت ہوتی ہوگی دوسری طرف ان کی مضبوطی عقیدہ کو قابل رشک پاتے ہوگے ابتدائے اسلام میں بہت سے لوگ عقیدے کے بڑے مضبوط تھے سخت سی سخت تکلیفیں اٹھاتے تھے لیکن اسلام سے ایک قدم بھی نہیں ہٹتے تھے، دونوں میں ایک ہی ذہنیت مشترک ہے فرق صرف نوعیت عقیدہ کا ہے ایک کا عقیدہ باطل تھا، دوسرے کا عقیدہ حق تھا،

ابن سبا کی طرح ایک اور شخص عرصے کے بعد تاریخ کے صفحوں پر ظاہر ہوا وہ حسن بن صباح ہے، فرقۂ باطنیہ کا بہت بڑا لیڈر مانا جاتا ہے، باطنیہ بھی فرقہ بابیہ کی ایک شاخ تھی اس کے پیرو بھی اپنے عقائد باطلہ میں بہت مضبوط تھے۔ لیکن وہ ایک مصنوعی بہشت کی سیر کرا کر ان کو راسخ اور جاں نثار بنا دیتا تھا، اس کے پیر مغاں عبداللہ بن سبا کے ہاں بہشت وغیرہ کا لالچ نہ تھا، وہ اپنے چیلوں کے کان میں خدا جانے

کیا پھونک دیتا تھا، کیا فری میسنون کا کوئی منتر تھا

ابن سبا کے بعد مختار ثقفی نے بھی مشرکانہ تعلیم کے رواج دینے میں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں بہت کام کیا، اس نے پہلے نبوت کا پھر خدائی کا دعویٰ کیا، خاندانی تفرقہ کا فتنہ پیدا کر کے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کرایا، اس نے واقعۂ کربلا کو حیلہ کار بنایا تھا، تیرہ سو برس ہونے کو آئے ہیں ہزاروں لاکھوں آدمی آج بھی ابن سبا کے مذہب کے پیرو ہیں، قرآن کے خلاف عقیدے رکھتے ہیں خدا اور خدا کے رسول کے ارشادات سے علانیہ منحرف ہو گئے ہیں لیکن نہیں بھولے تو ابن سبا کا سبق،

باطل عقیدے پر چند عرصے کے لیے بہکا دینا مشکل نہیں لیکن مضبوطی کیساتھ اُنپر جما دینا بھی آسان بات نہیں، عبداللہ بن سبا کو اپنے فن میں فرد کہنا چاہیے، وہ اپنے معتقدوں کے ضعیف دماغوں میں کفر و ضلالت کے عقائد کا انجکشن دیکر عقل دینی کو ہمیشہ کیلیے سُن کر دیتا تھا عبداللہ بن سبا کا روحانی اثر آجتک جاری ہے گروہ کے گروہ اب بھی اُس کے مذہب پر ثابت قدمی سے چل رہے ہیں، وہ مذہب جو آگ کا معیار تو درکنار کوئی ہلکا سا ہلکا معیار بھی برداشت نہیں کر سکتا تاش کے پتوں کا گھر ہے، انگلی سے ذرا اشارہ کر دو گر جائے گا،

مسئلۂ امامت مسئلۂ امامت جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ابن سبا کا تصنیف کردہ ہے سبائیوں کے بہت گروہ ہیں مگر امامت کے سب قائل ہیں یہ مسئلہ مذہب شیعہ کا بھی سنگ بنیاد ہے لیکن اسکا پتہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث رسول میں اور مسلمانوں کا دین و ایمان انھیں دو چیزوں میں ہے ان کے باہر ڈھونڈھنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں عقائد ضروری تو صرف قرآن پر مبنی ہیں، اس وجہ سے امامت والوں کو ناقابل عبور دقتوں کا سامنا ہوا، ان دقتوں کے حل کرنے کیلیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ کچھ باتیں گڑھی جائیں، چنانچہ

گڑھی گئیں مگر پھر بھی چول نہ بیٹھی، جسقدر زیادہ موشگافیاں کی گئیں استقدر دلائل کا ضعف نمایاں ہوتا گیا

ازبس کہ رفو زدیم و شد چاک

ایں سینہ ہمہ بد و غتن رفت

قرآن عقیدۂ امامت کی کسی طرح تائید نہیں کرتا بلکہ اس کو رد کرتا ہے اسلیئے ڈوبتے ہوئے سبائی کو اسکے سوا کوئی اور چارہ نہ سوجھا کہ قرآن کو جو سخت سدِّ راہ ہے بلا خوف خدا محرف کہہ دے، الزام تحریف بہت گستاخانہ اور سنگین ہے خیالی نفع صرف یہ ہے کہ کچھ کہنے کی گنجایش ہو جاے گی ورنہ یوں تو زبان کھولنا مشکل ہے، سبائی تحریف پر بڑا شور مچاتے ہیں، حضور والا کچھ پوچھیے نا ہم پر بڑا ظلم ہوا ہے جو آیتیں ہمارے عقائد کی تائید میں تھیں وہ یا تو نکال ڈالی گئیں یا بدل دی گئیں، اصل قرآن میں سترہ ہزار آیتیں تھیں اب قرآن موجودہ میں صرف چھ ہزار چھ سو سولہ ۶۶۱۶ رہ گئی ہیں، غضب خدا کا آدھے سے زیادہ قرآن غائب کر دیا گیا، ہم جانتے ہیں کہ اس وقت کوئی ہماری بات نہیں مانے گا کیونکہ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہم یہ بھی جانتے ہیں ہمارے مخالف بہت زور کیساتھ کہیں گے کہ قرآن موجودہ حرف بحرف ویسا ہی ہے جیسے پیغمبر خدا چھوڑ گئے تھے اور خدا نے اپنے کلام پاک میں قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس میں تحریف غیر ممکن ہے لیکن حضور والا جس دن ہمارے امام غائب غار سرّ من رائے سے جہاں وہ بچپن سے گیارہ بارہ سو برس سے دشمنوں کے خوف کے مارے چھپے بیٹھے ہیں ظہور فرمائیں گے اور وہ اب تشریف لانے ہی والے ہیں تو ہم اصلی قرآن میں اپنا ایک ایک عقیدہ گنا کر تصدیق کرا دینگے آپنے شاید سنا ہوگا کہ ہمارے صاحب الامر (امام غائب) اصلی قرآن غار میں اپنے ساتھ لیتے گئے تھے وہ قرآن البتہ بالکل محفوظ ہے، بڑی خیریت ہوئی جو لیتے گئے ورنہ اصلی قرآن

دنیا سے تشریف لے گیا ہوتا، رہا موجودہ قرآن اسکے تو ہم قائل نہیں یہ دشمنوں کا جمع کیا ہوا ہے
آپ دیکھیں ایک آیت امامت کے بارہ میں بہت صاف تھی اسکو بھی بدل دیا، اس میں
اولی الامر سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور اسی بنا پر ہم اپنے امام غائب کو صاحب الامر کہتے ہیں

موجودہ آیت یوں ہے

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۔ الجزء الخامس سورۃ النساء	اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور جو اختیار والے ہیں تم میں سے پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اسکو رجوع کرو اللہ کے اور اللہ کے رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور اور پچھلے دن پر یہ خوب ہے اور بہتر تحقیق کرنا، پانچواں پارہ سورہ نساء

اصل میں یوں تھی

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ خِفْتُمْ تَنَازُعًا فِیْ اَمْرٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ	اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور اولوالامر کی اور اگر تمکو آپسمیں کسی بات میں نزاع پڑے تو اسکو اللہ اور رسول اور اولوالامر کیطرف رجوع کرو (مطلب یہ ہے کہ اولی الامر بھی مثل رسول کے ہیں

لہ قرآن شریف کے متعلق شیعوں کا اعتقاد مدتوں پردہ راز میں رہا اور جب اس راز کا پتہ چلا تو خاص خاص لوگوں کو صرف اس قدر معلوم ہوا کہ بعضے شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں مگر حق تعالیٰ تمام اہلسنت وجماعت کی طرف سے جزائے خیر دے جناب سعی مشکور مدیر النجم کو کہ انھوں نے اس پردے کو بالکل اٹھا دیا اور معلوم ہوا کہ اصلی سنگ بنیاد مذہب شیعہ کا صرف یہی مسالہ ہے مسالہ امامت میں تعیین ائمہ یا عصمت ائمہ میں بھی شیعوں میں اختلافات ہیں اور کوئی مسالہ ایسا نہیں ہے جس میں سب شیعہ باہم متفق ہوں سوا اس مسالہ تحریف قرآن کے گنتی کے چار علما انکے اس مسالہ تحریف کے منکر معلوم ہوتے ہیں مگر تحقیق کے بعد صاف کھل جاتا ہے کہ انکا یہ انکار از راہ تقیہ ہے دیکھو کتاب الاول من المآتین کے چاروں نمبر جو مدیر النجم لکھنؤ سے ملسکتے ہیں تاکہ مسئلہ تحریف کا ہر پہلو تمپر روشن ہوجائے، بر انگشت پروتا معلوم گردد کہ ایں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ ۱۲

لیکن حضور والا ہماری کوئی سنتا نہیں، البتہ ہمارا قصور یا ضعف بحث اگر کوئی ہو بھی تو صرف اسقدر ہو سکتا ہے کہ ہمارے پاس فی الحال کوئی ثبوت نہیں ہم ہٹ دھرم نہیں جو بات معقول ہو وہ ہم ہمیشہ ماننے کو تیار ہیں، چنانچہ اس امر سے بھی انکار نہیں کہ موجودہ قرآن کی آیت ہمارے عقیدۂ امامت کے منافی ہے سو اس کا اقرار ہمارے امام محمد باقرؑ نے بھی بلا کسی حجت کے کر لیا تھا کہ اس آیت سے "اُولی الامر کا معصوم ہونا نہیں بلکہ غیر معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے" کیونکہ انکا حکم ہر حالت میں واجب التعمیل نہیں اگر معصوم ہوتے تو ہر حالت میں واجب التعمیل ہوتا، علاوہ بریں اس آیت کے بموجب اولی الامر مفترض الطاعۃ بھی نہیں ہو سکتا لیکن بندہ پرور یہ یاد رہے کہ یہ آیت موجودہ قرآن کی ہے اور موجودہ قرآن محرف ہے، بجا ہے پہلے اصلی قرآن لاکر یہ آیت جسپر آپ استدلال کرتے ہیں دکھا دیجیے۔ ع

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

یہ بھی واضح ہو کہ آپکے امام اول حضرت علیؓ نے ایک فرمان جو اشتر نخعی کے نام تحریر[1] فرمایا ہے

---

[1] اصل عبارت نہج البلاغہ مطبوعہ مصر قسم دوم صفحہ ۹ میں یہ ہے فقد قال اللہ تعالٰی لقوم احب ارشادھم یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول فالرد الی اللہ الاخذ بمحکم کتابہ والرد الی الرسول الاخذ بسنتہ الجامعۃ غیر المفرقۃ ترجمہ اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کیلیے جنکی ہدایت مقصود تھی فرمایا ہے کہ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور ان صاحبان حکومت کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہوں پھر اگر کسی بات میں تمہارے اور صاحبان حکومت کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اسکو اللہ اور رسول کیطرف واپس لیجاؤ، اللہ کیطرف واپس لیجانیکا مطلب ہے کہ اسکی کتاب کے محکمات پر عمل کیا جائے اور رسول کیطرف واپس لیجانیکا مطلب یہ ہے کہ رسول کی سنت جامعہ پر عمل کیا جائے نہ سنت مفرقہ پر (ترجمہ ختم ہوا) سنت مفرقہ کا مطلب نہج البلاغہ کے حاشیے میں یہ بیان کیا ہے کہ جس سنت کی نسبت رسول کی طرف مختلف قسم کی ہو، (ف) جناب امیر علیہ السلام کے اس کلام سے اہلسنت و جماعت کی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہو گئی کہ اہلسنت و جماعت وہ ہیں جو سنت جامعہ پر عمل کریں فالحمد للہ

اس میں اس آیت قرآنی کا حوالہ لفظ بلفظ اسی طرح دیا ہے جیسا قرآن میں موجود ہے
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن غائب مین اس آیت میں تحریف کی گئی ہے،

قرآن میں کچھ ملا نہیں تو اب حدیث گڑھی گئی کہ رسول خدا نے مسئلہ امامت کے فرض ہونیکی تعلیم حضرت علی کے سوا کسی کو نہیں دی ان کو بھی بطور راز کے دی سبائیوں کو تمام مسئلونکی تصدیق کیلئے دو بزرگ مل گئے ہیں ایک امام باقرؒ دوسرے امام جعفر صادقؒ، ان حضرات کو اگر خبر ہو جاتی کہ یہ مسئلے ہماری طرف منسوب کیے جاتے ہیں تو انکے رخسار غصہ کے مارے سرخ ہو جاتے، اس مسئلہ کیلئے بھی امام باقرؒ کا ارشاد پیش کیا جاتا ہے، "ولایت الٰہی (یعنی مسئلہ امامت) خدا نے جبرئیلؑ کو بطور راز کے بتایا، جبرئیل نے بطور راز کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا، جناب محمدؐ نے حضرت علیؓ کو بطور راز کے بتایا اور حضرت علیؓ نے بطور راز کے جس کو چاہا بتایا، اب تم (شیعہ) اسکو مشہور کرتے ہو" امام باقرؒ کے قول سے بہتر اور مضبوط قول کسی کا نہیں ملتا، کاش امام باقر کو اس قول کا علم ہوتا!

معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ رازِ مخفی تھا۔ فرشتوں میں جبرئیلؑ کے سوا کسی کو خبر نہیں، پیغمبروں میں جناب محمدؐ کے سوا کسی کو خبر نہیں۔ صحابہ میں حضرت علی کے سوا کسی کو خبر نہیں، حضرت علیؓ کا کسی اور کو خبر دینا یا تعلیم کرنا ثابت نہیں"۔ آؤ ذرا اسکی جانچ تو کریں، کیا یہ مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ تھا؟ اس قدر اہم تھا کہ تمام بنی نوع انسان کیلئے اس پر دین و ایمان کی بنیاد تھی تو راز مخفی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، جو عقیدہ رب العالمین کی طرف سے آتا ہے وہ کسی خاص بندہ کیلئے نہیں آتا اس کے سب بندوں کیلئے آتا ہے پھر مخفی ہونا غلط اور سرتا پا غلط ہے، عقل یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہو سکتی، ایک چیز کی واقعیت دریافت کرنے کیلئے قرائن پر گہری نظر ڈالنا چاہیے اگر قرائن خلاف ہوں تو ہرگز نہ مانو تکلیف مذہب صرف عقل کی وجہ سے ہے

اگر عقل سے کام نہ لوگے تو کس طرح معلوم ہوگا کہ فلاں مذہب حق ہے فلاں باطل ہے

آنحضرتؐ کی وفات کے وقت بقول علامہ گجراتی مصنف مجمع بحار الانوار ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابۂ کرام موجود تھے جن میں سے تقریباً ساڑھے سات ہزار صحابی ایسے ہیں جن سے حدیث کی روایتیں منقول ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی اس اہم مسئلہ کی روایت نہیں کرتا،

امامیہ فرقے کا ایک یہ بھی عقیدہ ہے کہ خلافت امام کا حق ہے جو شخص مثل رسول کے معصوم و مفترض الطاعۃ ہو منجانب خدا امامت کیلئے نامزد ہو چکا ہو اسی کو خلیفہ ہونا چاہیے لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر صحابہ نے بیعت کی اسی طرح حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت پر بیعت ہوئی، ہر مرتبہ حضرت علیؓ نے بھی بیعت کی، ان خلفاء میں سے کوئی خلیفہ مثل رسول کے معصوم و مفترض الطاعۃ نہ تھا اور بموجب عقیدہ فرقۂ امامیہ خلافت کا مستحق نہ تھا، اگر کوئی مستحق تھا تو حضرت علیؓ تھے لیکن تعجب ہے کہ کسی نے اس مسئلہ کا نہ ذکر کیا اور نہ اسکی بناء پر خلفائے ثلاثہ کی بیعت کرنے میں تامل یا انکار کیا، امام باقر کے قول کے بموجب کم سے کم حضرت علیؓ کو اس مسئلہ کی خبر تھی تو آپکو اظہار حق کرنا چاہیے تھا کسی اور نے بھی انکار یا اعتراض نہیں کیا اسلیئے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی ابتداؤ اختتام خلافت تک بھی حضرت علیؓ نے نہ اس مسئلہ کی کسی کو خبر دی تھی نہ تعلیم دی تھی لہٰذا مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ اس مسئلہ سے کوئی واقف ہی نہ تھا اور واقف اس وجہ سے نہ تھا کہ اس مسئلہ کا وجود ہی نہ تھا بعد کو گڑھنے کی ضرورت پیش آئی اور گڑھ لیا گیا،

ابن سبا کا دماغ اس کام کیلیے بہت موزوں تھا، آگے چل کر معلوم ہوگا کہ اس نے امامت کا مسئلہ کیوں گڑھا، پھر اس کے شاگردوں اور ہم راز دوستوں نے تو

اماموں کے نام سے صدہا حدیثیں بنا کر رکھ دیں، بعض حدیثیں پیغمبر خدا کے نام سے گڑھی گئیں اور اس طرح خلط ملخوط کر دی گئیں کہ بہت سے سُنّی دھوکے میں آکر انکو صحیح ماننے لگے خلیفہ مامون رشید کے وقت میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، خلیفہ نے حکم قتل دیا اس نے کہا مجھ کو تو قتل کرتے ہو لیکن وہ ہزاروں حدیثیں جو میں نے گڑھ کر شایع کر دی ہیں وہ تو باقی رہیں گی،

یہ امر بالکل خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا اہم مسئلہ جس کا ماننا فرض ہو جسپر دین و ایمان کی بنیاد ہو وہ صحابہ کے اتنے بڑے گروہ میں سے کسی کو نہ معلوم ہو حامیانِ امامت نے اس دقت کو حل کرنے کیلیے رازِ مخفی رکھنے کا قصّہ تصنیف کیا اور اپنے زعم میں یہ سمجھ لیا کہ رازِ مخفی کہدینے سے سب دقتیں رفع ہوگئیں، دقتیں تو ویسی ہی ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ ہوگیا، جو شخص کسی مذہب کی جانچ پرتال کریگا وہ تو ہرگز ایسے دھوکوں میں نہیں آسکتا،

ایک بات اور قابل غور ہے خدا جو چاہتا ہے وہ ضرور ہو کر رہتا ہے "وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ" (اللہ اپنے ارادے کے نافذ کرنے پر قادر ہے) امامت کے مسئلہ کو وہ راز رکھنا چاہتا تھا مگر وہ راز نہیں رہا یعنی اس کا چاہا نہ ہوا، یہ بات کسی مسلمان کی سمجھ میں جو خدا کو قادرِ مطلق مانتا ہے نہیں آسکتی اصل بات یہ ہے کہ جھوٹ کو ہزار سچ بنانے مگر وہ

سلہ مسئلہ امامت کا راز مخفی ہونا بحوالہ حدیث حضرت امام باقرؑ صفحہ ۱ میں بیان ہو چکا اس حدیث کے اصل الفاظ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۳۱ میں یہ ہیں قال ابو جعفر علیہ السلام ولایۃ اللہ اسرھا الی جبریل واسرھا جبریل الی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ واسرھا محمد الی علی علیہ السلام واسرھا علی الی من شاء ثم انتم تذیعون ذلک ۱۲

ظاہر ہو جاتا ہے، فریب و دجل کے چھپانے میں بہت بندشیں کیجاتی ہیں لیکن ایک آدھ سوراخ رہ ہی جاتا ہے، ایسا نہ ہو تو خدا کا بنایا ہوا نظام درہم و برہم ہو جائے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جھوٹ اور فریب قائم رہے،

اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (۱۷-۱۵) (ترجمہ) بے شک جھوٹ مٹ جانیوالا ہے،

اسلیے مسئلۂ امامت کا پتہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث پیغمبر میں اب رہے اقوال ائمہ وہ کوفے کی سبائی جماعت کے گڑھے ہوے ہیں، اصل میں یہ مسئلہ ابن سبا کے دماغ کا نتیجہ ہے ابن سبا کا کیرکٹر حضرت امام جعفر صادقؒ کے قول کے بعد اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ عبداللہ بن سبا مسلمان نہ تھا بلکہ کافر تھا کیونکہ وہ اپنے کو نبی اور حضرت علیؓ کو خدا کہتا تھا، بعد رسول خداؐ کے جو شخص اپنے کو نبی کہے وہ مسیلمہ کذّاب کی طرح کذّاب ہے جو کسی انسان کو خدا کہے وہ کھلا ہوا کافر ہے وہ جانتا تھا کہ جس عقیدے کو وہ زبان سے کہتا ہے سراسر غلط ہے، نہ حضرت علیؓ خدا ہی ہیں نہ وہ خود نبی ہے الہام کا اظہار بھی غلط، خدا پر جھوٹ بہتان باندھتا تھا اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہو سکتا ہے، اظہار الہام سے حضرت علیؓ کو فریب دینا چاہتا تھا کیسا دلیر فریبیا تھا لیکن کیا وہ حضرت علیؓ کو فریب دے سکا؟ کمزور عقیدے والوں کو البتہ دے سکتا تھا اور دیا۔ "کیسا دلاور تھا!" اپنے خدا سے کہہ رہا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے ؎ دروغ گو یم بر روئے تو، قیاسات کی بنا پر نہیں بلکہ واقعات کی بنا پر حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت امیرؓ پر جان بوجھ کر افترا کرتا تھا، اسلیے اسکے جھوٹے ہونے میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا، جھوٹا تھا اور بہت دلیر جھوٹا تھا، ایسے مقدس بزرگ کے سامنے کذب عظیم کا مرتکب ہوتا ہے اور اسپر اصرار کرتا ہے توبہ سے قطعی انکار کرتا ہے، فی الواقع اس کو نہ اہل بیت سے محبت تھی نہ حضرت علیؓ سے، اُس کے نام کے ساتھ

محبت کا لفظ استعمال کرنا گناہ ہے اگر اس میں خلوص کی جھلک بھی ہوتی تو امام جعفر صادقؒ اسکے حق میں یہ بد دعا ہرگز نہ فرماتے کہ خدا اس پر لعنت کرے، خدا کی لعنت جھوٹوں اور کافروں پر ہوتی ہے،

کیا وہ حضرت علیؓ کو متقی و پرہیزگار، خیر خواہ بندگان خدا، اپنے سے زیادہ صاحب عقل و فہم، اپنے سے زیادہ عارف باللہ سمجھتا تھا اگر سمجھتا تھا تو پھر آپ کی نصیحت اور ارشاد سے کیوں منحرف ہوا، کیا حضرت علی پر اور آپ کے قول پر اسکو کوئی اعتبار تھا اگر تھا تو وہ کیوں نہیں مانتا تھا نہ ماننے کی کوئی وجہ تو ضرور تھی مجنوں تو تھا نہیں نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شدت عقیدہ نے اسکو اندھا کر دیا تھا کیونکہ عقیدہ تھا ہی کب؟ اگر عقیدہ ہوتا تو امام جعفر صادق یہ ہرگز نہ فرماتے کہ وہ حضرت امیرؓ پر جان بوجھ کے افترا کرتا تھا اسلیے یہ ماننا پڑے گا کہ ان سب حرکتوں کے پس پردہ اسکی کوئی اہم غرض پوشیدہ تھی جسکے حاصل کرنے کیلیے وہ بڑی سے بڑی قربانی کرنیکو تیار تھا، دنیا اسے کذاب کہے، مشرک کہے، کافر کہے، حضرت علیؓ کے ہاں مردود ہو، خدا کے ہاں ملعون ہو، اُسے سب منظور، یہ ظاہر ہے کہ ایسی غرض دینی غرض تو ہو نہیں سکتی، کوئی دنیوی اور شیطانی ہی غرض تھی، وہ غرض صرف اسلام کی بربادی و تخریب تھی، اور اسکا ذریعہ یہ تھا کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا جاے، وہ یہودی تھا، منافق تھا، دشمن اسلام، دشمن علی، دشمن خدا تھا، اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں کسی کی پروا نہیں کرتا تھا، خدا کی بھی مطلق پروا نہیں کرتا تھا، اس بغض کی بھی کوئی حد ہے! اخلاق بد کا اثر بھی غضب کا ہوتا ہے، سبائیوں کے سینوں میں بھی جو بغض ہے وہ آپ اپنی مثال ہے،

حُب علیؓ اور حب اہل بیت کا پروپیگنڈہ بھی اسی غرض سے تھا ورنہ محبت کس کو تھی، ایک شخص کی نیت کا حال اسکے قول و عمل سے کھل جاتا ہے، اگر حضرت علیؓ سے محبت تھی تو اُسکا

طرزِ عمل قطعی طور پر یہ ہونا چاہیے تھا کہ اگر حضرت علیؓ کی طرف سے ایک مرتبہ توبہ کرنیکا اشارہ ہوا تھا تو وہ ہزار مرتبہ توبہ کرتا، نادم ہوتا اور آئندہ کیلئے باز رہنے کا تہیہ کرتا لیکن اس نے انکار کیا اور انکار پر جما رہا، کیا انکار حق بجانب تھا؟

ابلیس نے بھی حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنیسے انکار کیا تھا اور اسپر قائم رہا تھا، کیا اسکا انکار حق بجانب تھا؟ پھر اسکی یہ گت ہوئی کہ مردود بارگاہ خداوندی ہوا مگر ابتک فتنہ و فساد پھیلا رہا ہے،

ابن سبا نے بھی بڑا فتنہ برپا کیا اور بندگان خدا کو خوب گمراہ کیا، اسکا فتنہ بھی ابتک چل رہا ہے،

یہ امر مشکوک ہے کہ حضرت علیؓ نے اسے جلا دیا کہتے ہیں وہ بھاگ گیا، عرصہ تک زندہ رہا، مدائن اور آذربائیجان میں اپنے نئے مذہب کی اشاعت کرکے اسلام کی تخریب کی کوشش میں مشغول رہا

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے ان ستر آدمیوں کے علاوہ جو جلا دیے گئے تھے کتنے بندگانِ خدا کو اپنے تئیں نبی اور حضرت علیؓ کو خدا منوا کر گمراہ کر دیا، جنھوں نے یہ باطل عقیدۂ شرک علانیہ بیان کیا وہ تو جلا دیے گئے مگر بہت سے ایسے تھے جو اس عقیدہ کو سزائے موت کے خوف سے ظاہر نہیں کرتے تھے، اس تعلیم کا سلسلہ برسوں جاری رہا، اور اس کے بعد وہ سلسلہ اسکے معتقدوں کی کثیر تعداد میں نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا رہا۔ نہیں معلوم کب تک چلا جائے،

ابن سبا کا اصلی مقصد عبداللہ بن سبا کا اصلی مقصد صرف ایک تھا، اسلام کی تخریب و بیخ کنی اس مقصد کے حاصل کرنے کیلئے مناسب وقت و مناسب موقع جو ضروری تدبیریں اسکا پر فکر دماغ پیدا کر سکا اس نے اختیار کیں اس بارے میں اس نے تدبیر محمود و مذموم کا امتیاز بالکل اٹھا دیا تھا ورنہ ممکن تھا کہ کسی وقت اس کے ہاتھوں میں سستی آجاتی، وہ رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کرتا تھا، اور باطل عقائد کا سبق دیتا تھا،

ابنِ سبا کی فتنہ انگیز کارروائیاں

ابن سبا کا پہلا حملہ توحید پر ہوا توحید اسلام کی روح ہے ابن سبا نے پہلا حملہ توحید پر کیا، اس کو بگاڑنے کے لیئے اسے بہت جاں فشانی کرنا پڑی، پہلے حضرت علی کی مدح کرنا شروع کی، آنحضرتؐ کی حدیثیں جو آپ کی شان میں تھیں اور جن سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا تھا بیان کرتا رہا، پھر کچھ حدیثیں اپنی تصنیف کردہ آپ کی ثنا و صفت میں بیان کرتا رہا بعد ازاں آپ کی افضلیت کا سبق دیتا رہا، آہستہ آہستہ کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ بات راسخ کر دی کہ جناب امیرؑ سب پیغمبروں سے افضل ہیں۔ لیکن مقصد اصلی یہ نہ تھا، مقصد اصلی تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو جادۂ توحید اسلامی سے ہٹا دے اس کے لیے ایک گہرے فریب کی ضرورت تھی لیکن ابن سبا کے پاس فریبوں کی "نہ خالی ہونے والی" زنبیل تھی اب اس نے حضرت علی کی کرامتیں بیان کرنا شروع کیں پہلے وہ کرامتیں جن سے لوگ واقف تھے، پھر وہ کرامتیں جو اس کی طبعزاد تھیں، کرامتوں کا اثر لوگوں کے دلوں پر بہت گہرا ہوتا ہے، انسان عجیب باتوں سے جلد مرعوب ہو جاتا ہے ہوتے ہوتے کچھ لوگوں کو یقین دلا دیا کہ جناب امیرؑ کی کرامتیں انسانی قوت سے بالاتر ہیں، جب لوگ یہاں تک قائل ہو گئے تو آگے بڑھنے کیلئے راستہ صاف ہو گیا اس نے چپکے سے بطور راز کے کہہ دیا کہ جناب امیرؑ انسان نہیں ہیں بلکہ خدا ہیں یہ بات مجھے بطور الہام کے معلوم ہوئی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک گروہ حضرت علی کی الوہیت پر ایمان لے آیا اسی گروہ میں ستر آدمی قوم زط کے تھے جو حضرت علیؑ کے حکم سے جلا دیئے گئے اب یہ عقیدہ پھیلنے لگا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ہزاروں آدمی اس عقیدۂ مشرکانہ کے

شکار ہو گئے، لوگوں کی ذہنیت کا حال تم سن چکے ہو کوئی عقیدہ ہو کچھ لوگ اسکے خیر مقدم کیلئے تیار ہو ہی جاتے ہیں قوم نصیری بھی اسی میں مبتلا ہوئی، آج بھی سبائی حضرت علیؓ کو دل سے خدا مانتے ہیں، اس مضبوط عقیدے میں کمی کی گنجائش نہیں، ؎

حلقۂ پیر مغاں زانرل در گوش است
ما ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

ایک تعلیم یافتہ سبائی اپنے تئیں دہریہ کہے لیکن تم دھوکے میں نہ آنا دل کی گہری تہ میں وہ ہمیشہ نصیری ہی نکلے گا چاہے تم نظر تعمق سے دیکھ لو چاہے خود دہری صاحب دیکھ لیں، ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت ایسی ہی ہوتی ہے،

عبداللہ بن سبا کے دل سے کوئی پوچھے اسکی مسرت کی کوئی انتہا ہی نہیں ہو گی جب اس نے سنا ہو گا کہ وہ ستر آدمی جل کر مر گئے لیکن اسکے تعلیم کردہ عقیدے پر ہمالیہ پہاڑ کی طرح جمے رہے، حضرت علی کو باوجود حکم دینے کے صدمہ ہوا ہو گا کہ رسول کریم صلعم کی رحلت کے بعد اتنی جلد ایسا کھلا ہوا شرک نمودار ہو گیا اور لوگ کس مضبوطی سے اسپر اڑے رہے لیکن وہی بات ابن سبا کے لیے باعث خوشی و موجب مبارک باد تھی،

ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؓ کو خدا کہا اس نے راستہ کھول دیا وقتاً فوقتاً بہت سے ذی علم و صاحب اثر ایسے ہوئے جنھوں نے خود جناب امیرؓ کو خدا مانا اور اس عقیدے کی تعلیم بھی دی، یہ لوگ غالی کہلاتے تھے، یہ بڑا فتنہ تھا اور یہاں تک بڑھا کہ حضرت علیؓ کے علاوہ اوراماموں کو بھی لوگ خدا کہنے لگے خدا ماننے کے بعد اب منطقی نتیجے برآمد ہونے لگے، اللہ کو بقائے دوام ہے لہذا حضرت علیؓ کو بھی بقائے دوام حاصل ہے وہ ابتک زندہ ہیں، سبائیوں میں ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ وہ دفن نہیں ہوئے ابر میں ہیں

آخر زمانے میں دنیا میں پھر تشریف لائیں گے اور اپنے دشمنوں کو قتل کرینگے اسی طرح کا عقیدہ ان اماموں کی نسبت بھی ہے جو خدا مانے جاتے ہیں،

الوہیت علیؓ کے عقیدے کا ذمہ دار کون ہے؟ اس الوہیت کے عقیدے کا ذمہ دار تنہا ابن سبا ہے، کیا یہ عقیدہ باطل نہیں ہے؟ کیا اس نے ہزاروں کو گمراہ نہیں کیا؟ کیا ابن سبا کے ہم آہنگ اور ہم راز یہودی اسکو مبارک باد دینے میں حق بجانب نہ تھے؟ کیا ابن سبا نے اسلامی توحید میں جس پر مسلمانوں کو بیجا فخر نہیں ہے ایک گروہ کیلیے ایک بڑا رخنہ نہیں پیدا کر دیا؟ وہ اپنے مقصد میں بہت کچھ کامیاب ہو گیا، اسکی یہ کامیابی کوئی معمولی کامیابی نہیں کہی جا سکتی، ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو مردہ کر دیا، ان سے توحید کو چھین لیا اور اسکی جگہ شرک دے دیا جو ایک دفعہ دل میں سما جاتا ہے تو پھر مشکل سے نکلتا ہے، شیطان کے پاس لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیئے اس سے بہتر آلہ نہیں ہے، یہ حربہ استعمال کرنے کے بعد وہ بالکل مطمئن ہو کر بیٹھ رہتا ہے، کیونکہ خدا مشرک کو ہرگز نہیں بخشے گا،

الوہیت علیؓ و ائمہؒ ابن سبا کی تعلیم کا فیض آج بھی جاری ہے حضرت علیؓ و ائمہ اب تک صاحبِ الوہیت مانے جاتے ہیں سبائی تو مانتے ہی ہیں بہت سے سنّی بھی مانتے ہیں یہ شرک لوگوں کے دلوں میں سامری کے گوسالے کی طرح سما گیا ہے، نادان اور وہم پرست لوگوں کی دلچسپی کیلیے کہانیاں بنا لی گئی ہیں لوگ ان کو سچ سمجھ کر اور جزو ایمان بنا کر سینے میں رکھے ہوے ہیں، سُنیے شبِ معراج میں پیغمبر خدا نے ایک مقام پر ایک شیر دیکھا آپنے اپنی انگوٹھی اُسکے منہ میں ڈال دی، پھر مقامِ سدرہ پر شیر برنج کھاتے وقت جب ایک ہاتھ خدا کی طرف سے نمایاں ہوا تو وہی انگشتری اس ہاتھ میں موجود تھی، بعدہ شبِ معراج کی صبح کو رسول خداؐ نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو وہی انگشتری ان کے ہاتھ میں تھی۔ یہ ہے حقیقت حضرت علیؓ کی

اسی کہانی کی بنا پر حضرت علیؓ کو شیرِ خدا اور ید اللہ کہنے لگے، اب بہتیرے تعلیم یافتہ سبائی بھی اس کے قائل ہیں، سبائی مذہب والوں میں ایک خاص بات یہ ہے کہ ایسی باتوں میں عقل سے کام لینا گناہ سمجھتے ہیں،

شیرِ خدا صرف مشکل کشا ہی نہیں مانے جاتے ہیں بلکہ معاذ اللہ وہ حافظ حقیقی ہیں، حاضر و ناظر ہیں، قصے گڑھ لیے گئے ہیں کہ انھوں نے پیدا ہونے کے قبل ہی حضرت نوحؑ اور فلاں فلاں پیغمبر کو مصیبت کے وقت بچایا، خدا کی پناہ! اور ان قصوں پر یقین و عقیدہ ہے۔ گو یہ صریحی طور پر قرآن کے خلاف ہیں، خدا فرماتا ہے نوحؑ نے لوطؑ نے یونسؑ نے ہم کو پکارا، ہم نے ان کو بچایا، (سورۂ انبیاء)

حضرت علیؓ سے ذرا ذرا سی بات میں مدد مانگی جاتی ہے کوئی لڑکا گر پڑے تو حاضرین کے منہ سے بے تحاشا یا علی نکل جاتا ہے جو دل میں ہے زبان پر آجاتا ہے، اللہ یاد نہیں آتا، ذرا کوئی لڑکھڑایا اور اس نے یا علیؓ کہہ کر پکارا، مدد حضرت علیؓ سے مانگی جاتی ہے خدا سے نہیں، حالانکہ خدا مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے،

وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ | اور اللہ کے سوا نہ تو تمہارا کوئی حامی ہے نہ مددگار

لیکن لوگ خدا کو بھول گئے ہیں، ایک دل میں دو خدا رہ بھی نہیں سکتے، بعض موقعوں پر بجائے اللہ اکبر کے یا علی کے نعرے لگائے جاتے ہیں یہ ان لوگوں کا عقیدہ و عمل ہے جو خدا کے سامنے پنج وقتہ یا سہ وقتہ نماز میں روزمرہ کہتے ہیں کہ ہم تجھ ہی کو پوجتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، ؎

زباں پہ آیتِ ایاک نستعین بھی رہی
صنم کے پانوں پہ لیکن مری جبیں بھی رہی

افسوس! جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، یہ ٹھوس واقعات ہیں جن سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ایک شعر اکثر سنیوں کی نوک زبان ہے اس پر سبائیوں کا ایمان ہے:

6877

علیؓ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے، تیغ جواں ہے، حرزِ طفلاں ہے

لیکن کیا کبھی خدا نے فرمایا کہ مصیبت یا ضرورت کے وقت مجھ کو نہ پکارنا بلکہ علیؓ کو پکارنا قرآن پاک میں تو صاف الفاظ میں یوں ارشاد فرماتا ہے،

لَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ | خدا کے سوا کسی کو نہ پکارنا وہ تجھکو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر،

سورۂ یونس — سورۂ یونس

تو پھر کیا پیغمبر خداؐ نے (اپنے معبود کے خلاف) فرمایا کہ خدا کو نہ پکارنا علیؓ کو پکارنا، کیا خود حضرت علیؓ نے کبھی کہا کہ مجھے پکارنا، نہیں تم تو خدا کو چھوڑ کر دوسرے کو پوجنا چاہتے ہو، حضرت علیؓ کو خدا مان لیا اگر ان کو نہ مانتے تو کسی اور کو مانتے،

سبائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو جو جلوہ طور پر نظر آیا وہ حضرت علیؓ کا نور تھا اور جناب رسول خدا جب عرش پر پہونچے تو وہاں بھی پس پردہ علی ہی تھے اور مختصر یہ ہے کہ قرآن میں جہاں رب کا لفظ آیا ہے بمعنی علی آیا ہے، با ایں ہمہ مومن ہونے کا دعوے ہے! ایک سبائی کو ناز ہے کہ تولائے علی میں اسکا شرک ایمان کے برابر ہے: وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (سورہ یوسف) اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں،

کوئی سفر پر جا رہا ہے تو عزیز و اقربا اسکے بازو پر نفیس گرنٹ کے "امام ضامن" باندھ رہے ہیں ایک نوجوان گریجویٹ حنفی المذہب تعلیم کی غرض سے انگلستان جا رہے تھے اٹلیشن! عزا داجاب ہے

بھرا ہوا تھا انکا بازو "امام ضامن" سے بھرا ہوا تھا، ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے ایک تعلیم یافتہ معزز سنّی حج کیلیے تشریف لے جارہے تھے بازو پر بہت سے "امام ضامن" تھے، یہ سنّی عزیزوں اور سنّی بی بیوں کے باندھے ہوئے تھے، اس میں شیعہ اور بہت سے سنّی سب متحد العقیدہ ہیں منگنی کی رسم میں بھی لڑکے کے بازو پر "امام ضامن" باندھا جاتا ہے، "امام ضامن" سے صرف یہ مراد ہے کہ ہم تمکو امام کے سپرد کرتے ہیں وہ تمھاری حفاظت کرینگے، اللہ میاں سے کوئی تعلق نہیں، وہ معاذ اللہ مدتوں سے بیدخل ہیں، یہ شرک گھر گھر پھیلا ہوا ہے، جزو مذہب ہوگیا ہے لوگوں کو احساس بھی نہیں ہوتا، دلوں سے نکلنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے،

زاہد مناز چندیں زنّارم ار گسستی
از جبرام مذرد کس سجدۂ صنم را

پروپیگنڈہ پروپیگنڈے کا استاد کامل ابن سبا معلوم ہوتا ہے، یہ بڑے کام کی چیز نکلی، اُس کے پیرو بھی پروپیگنڈہ کرنے میں بہت مشّاق ہیں، پروپیگنڈہ کیلیے قوت نظمی ہونا چاہیے جو اُس کے پیرو کافی مقدار میں رکھتے ہیں، مختلف مقاصد کیلیے مختلف پیرایہ میں صدیوں سے ہو رہا ہے سلطنتیں تباہ کردی گئیں تاتاریوں کو بلاکر لاکھوں مسلمانوں کو قتل کرادیا جنکا خون بغداد کی گلیوں میں ٹخنوں سے اوپر بہ رہا تھا،

ایک چھوٹی سی مثال پر نظر کرو کبھی کبھی تمھارے دروازے پر بھی دو فقیروں نے مل کر "عزیز و حق تعالیٰ کبریا ہے" کے شعر پڑھے ہوں گے، یہ معجزۂ آل نبی کہلاتا ہے، اسمیں حضرت امام حسن و امام حسین کا معجزہ بیان کیا گیا ہے، ایک بے بنیاد کہانی ہے لیکن شاید ہی کوئی قصبہ یا شہر ہو جہاں گداگر یہ معجزہ نہ پڑھتے ہوں، معجزے صرف انبیاؑ سے صادر ہوتے ہیں لیکن حضرات سبائی کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ کے قبضے میں جملہ انبیائے سابقہ کے معجزے ہوتے ہیں ایک عالمگیر پروپیگنڈے کے

ذریعے سے غلط باتوں کو مشہور کر کے مذہب سبائی کی اشاعت کی جاتی ہے، شب برات کو سنی بھی بغیر جانے ہوئے خوشی منانے کیلیے آتش بازی چھڑاتے ہیں، یہ رسم قدیم سبائیوں کی ایجاد کی ہوئی ہے، ان کے عقیدے کے بموجب بارھویں امام (غائب) کی تاریخ ولادت ہے

عشرۂ محرم مذہب سبائی کی اشاعت کا ایک عظیم الشان پروپیگنڈہ ہے، تعزیہ داری نے مضبوط جڑ پکڑ لی ہے، ہر سال ہندوؤں سے کہیں نہ کہیں لڑائی ہوتی ہے، سر پھوٹتے ہیں، جانیں جاتی ہیں، کس کی؟ سنیوں کی، اشاعت ہوتی ہے مذہب سبائی کی سنی جاتے ہیں جیلخانہ لیکن تعزیہ داری کا زور کم نہیں ہوتا، جنایوں سے زیادہ سنی تعزیہ داری کرتے ہیں اکثر سنی علما بھی الا ماشاء اللہ اپنے اثر کے زائل ہونے کے خوف سے تعزیہ داری کی بدعت پر بہت کم وعظ ارشاد فرماتے ہیں، لیکن دعوتی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالے نے ہماری شان میں فرمایا ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	اور تم میں ایسا گروہ بھی ہونا چاہیے جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام کرنے کو کہیں

بجا ہے لیکن اسکے بعد چند اور لفظ ہیں،

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ اٰل عمران)	اور برے کاموں سے منع کریں اور (آخرت میں) ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہونچیں گے (پارہ چوتھا آل عمران)

عالم صاحب يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کے فرض کو آسانی کیساتھ بھول جاتے ہیں،

خدا "سچ" کے اڈیٹر کو جزائے خیر دے خدا کے اس بندے کو سچ کہنے کی کچھ ایسی عادت ہوگئی ہے کہ اس نے کسی کی پروا نہ کی نہ شیعوں کی نہ سنیوں کی، نہ عزیزوں کی نہ دوستوں کی نہ ان کے چہرے کی شکنوں کی، نہ ان کے لعن وطعن کی، اور برابر تعزیہ داری کے خلاف جہاد کرتا رہا، عالم صاحب پیچھے رہ گئے،

کامل اس فرقۂ زہاد سے اُٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

مذہبِ اسلام میں ایک چیز اصل ہے اور ایک چیز فرع، عقیدے اصل ہیں اعمال فروع ہیں، جڑ اگر خراب ہو جائے تو شاخیں بھی سوکھ جاتی ہیں، جڑ اگر صحیح و سالم رہے تو شاخیں بھی تندرست رہتی ہیں، لیکن اگر شاخیں خراب بھی ہو جائیں تاہم درخت کو نقصان نہیں پہنچتا، عقیدہ خراب یا باطل ہو تو اعمال کیسے ہی اچھے ہوں روح کی نجات کے لیے سب بیکار ہو جاتے ہیں، عقیدہ اچھا ہو اور اعمال خراب ہوں تو کم سے کم نجات کی امید ہے،

ابن سبا کا دوسرا حملہ نبوت پر ہوا توحید و نبوت اسلام کے بنیادی پتھر ہیں اسلیے ابنِ سبا کا پہلا حملہ توحید پر تھا، زائد از امید کامیابی نے اسکی ہمت بڑھا دی، اسکے مددگار دوستوں کی ہمت بھی بڑھا دی، معلوم ہو گیا کہ لوگوں میں قبولیت کا مادہ اچھی مقدار میں موجود ہے، جب ایک عاجز بندہ کو خدا مان لیا تو بہت کچھ آئندہ امید ہو سکتی ہے اسلیے دوسرا حملہ نبوت پر کر دیا، اس حملہ میں اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، سوچتے سوچتے اس نے امامت کا مسئلہ نبوت کو پس پشت ڈال دینے کے لیے تصنیف کیا، کتاب رجال کشی کے مضمون کو جسکا حوالہ اوپر ہو چکا ہے اگر بین السطور پڑھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے امامت علی کو فرض ٹھہرایا، امامت کے سلسلے کے تراشنے کا سہرا اسی کے سر ہے کہیں رتی برابر شہادت نہیں ہے کہ ابن سبا کے سوا کسی اور کو امامت کے فرض قرار دینے کا خیال بھی پیدا ہوا، اسکے معتقدوں کے عقائد و اعمال و اخلاق پر نظر ڈال کر تم ہمسے اتفاق کرو گے کہ اس حملہ میں اسے پہلے حملہ سے زیادہ کامیابی ہوئی، سبائی فرقے کو رسول خدا سے صرف اس قدر تعلق رہ گیا جیسے دو شخص ایک مدت کے بعد پھر ملیں تو بہت دیر کے بعد دھندلا سا خیال آجائے کہ ہاں شاید کہیں دیکھا تو ہے،

حقیقت یوں ہے کہ اماموں کے ہوتے ہوئے ان کو رسول خداؐ سے تعلق قائم رکھنے کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ عملی نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرتؐ سے ایک بعد عظیم پیدا ہو گیا، کربلائے معلیٰ نجف اشرف اور مشہد مقدس وغیرہ کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی طرف بڑی کشش ہو گئی اور وہ زیارت فریضۂ حج کی بھی بدل یا قائم مقام ہو گئی، رہا مدینۂ منورہ اور مسجد نبوی ادھر سے توجہ بالکل ہٹ گئی آنحضرتؐ کی تعلیم و پیروی سے کوئی تعلق نہیں رہا، محبت کیسی ؟

ابن سبا طبائع انسانی کا اندازہ کرنے کی کافی قابلیت رکھتا تھا وہ لوگوں کی کمزوریوں کو سمجھ سکتا تھا خوب جانتا تھا کہ کون باتیں کس شخص کو اپیل (دل پر اثر) کریں گی، ایک نئی مسئلہ پر یقین دلانے کیلیے کہاں سے اور کس طریقے سے ابتدا کی جائے پھر کیوں کر مختلف منزلیں طے کر کے منزلِ مقصود تک پہونچنا چاہیے،

لوگ آسانی سے اپنے پرانے عقیدے تبدیل کرنے اور نئے عقیدے قبول کرنے کیلیے تیار نہیں ہوتے، اگر تم کسی سے ایک چیز چھین لینا چاہتے ہو تو اسکے بدلے میں دوسری چیز دو اور یقین دلاؤ کہ یہ دوسری چیز پہلی چیز سے بدرجہا بہتر ہے، اسلیے ابن سبا کو ایک نئے عقیدہ کے منوانے کے لیے بہت ہوشیاری اور حکمت سے کام کرنیکی ضرورت ہوئی،

ابنِ سبا کی شخصیت نے اپنی جگہ ایک خاص وقعت حاصل کر لی تھی کچھ لوگ اُس کے علم و فضل و تقدس کے بھی معترف ہو چکے تھے اسلیے اسکو بہ نسبت کسی دوسرے اجنبی شخص کے زیادہ آسانیاں حاصل ہو گئی تھیں پھر بھی وہ اس دشوار گذار راستے میں بمقتضائے احتیاط گرنیکے خوف سے گھٹنوں کے بل چلتا تھا، اسنے مسئلۂ امامت کو بالکل ایک نئی شکل میں پیش کرنیکی ضرورت تھی، اگر ابتدا ہی میں وہ یکبارگی اسکی پوری تصویر لوگوں کے سامنے کر دیتا تو ممکن تھا کہ وہ بھڑک جاتے، قبول کرنے میں تامل کرتے یا قطعی انکار کر دیتے جس سے سارا کھیل بگڑ جاتا،

اس واسطے اس نے پہلے صرف یہ تعلیم دی کہ ہر نبی کا ایک وزیر ہوتا ہے جو نبوت کا راز دار ہوتا ہے
حضرت موسیٰؑ کے راز دار حضرت یوشع بن نون تھے اسی طرح حضرت محمدؐ کے راز دار اور وزیر
حضرت علیؓ تھے پھر اس نے یہ تعلیم دی کہ بعد نبی کے امام کی ضرورت ہوتی ہے جو نبی کا قائم مقام
ہوتا ہے، بعد رسول خدا کے حضرت علیؓ امام ہیں، بعدہ اُسنے اور ترقی کر کے لوگوں کے یہ ذہن نشین کیا
کہ راز دار نبوت کا مرتبہ وہی ہے جو ایک نبی کا ہوتا ہے اس پر وحی آتی ہے اس کے پاس تمام
انبیائے سابقین کے معجزے ہوتے ہیں امام نبی کی طرح معصوم اور مفترض الطاعۃ ہوتا ہے سب مسلمانوں پر
اُسکی اطاعت فرض ہے، امامت دین کا رکن ہے جس طرح رسالت پر ایمان لانا فرض ہے
اُسی طرح امامت پر بھی ایمان لانا فرض ہے، جس کا ایمان امامت پر نہیں وہ مسلمان ہی نہیں
حضرت علیؓ کا رتبہ وہی ہے جو محمدؐ کا ہے حضرت علی کے احکام پر اعتراض کرنیوالا ایسا ہی ہے
جیسے اللہ و رسول پر اعتراض کرنیوالا، خدا امام کو بھی مثل نبی کے منتخب کرتا ہے اس پر بھی قناعت
نہیں ہوئی تو یہ کہا کہ خدا پر واجب ہے کہ قیامت تک کبھی دنیا کو امام سے خالی نہ رکھے، یہی
اصول بعدہ اس عقیدے کی بنیاد ہوئے کہ بارھویں امام پیدا ہو چکے (امام غائب) مگر غار میں
پوشیدہ ہیں، تخمیناً گیارہ سو برس سے (عقیدہ کیسا ہی خلاف عقل اور ضعیف ہو لیکن وہ عقیدہ ہی تو ہے)
اماموں کی تعداد بارہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی، یہ تعداد خدا کی مقرر کی ہوئی ہے، گیارھویں امام
حسن عسکری ۲۶۰ھ میں لاولد فوت ہو گئے، اب کیا کیا جائے تب یہ تجویز کیا گیا کہ وہ لاولد نہ
تھے، ان کے ایک بیٹے تھے وہ غائب ہو گئے، اُن کے پیدا ہونے کا قصہ بھی ایسا ہی
خلاف قیاس ہے جیسے غائب ہونے کا قصہ، امام کے وجود پر عقیدہ ضروری ہے چاہے
وہ کوئی ہدایت نہ دے سکے اور انس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو، امام مثل نبی کے اپنے زمانہ میں
سب سے افضل ہوتا ہے، یہاں تک تو امامت کا درجہ رسالت کے برابر تھا لیکن ابن سبا کو اس پر ہرگز

قناعت نہیں ہوسکتی تھی اس سے اس کا مقصد پورا نہیں ہوتا تھا، یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ابن سبا خود کوئی عقیدہ نبوت یا امامت پر نہیں رکھتا تھا، تم پڑھ چکے ہو کہ اس نے جان بوجھ کر جھوٹے الہام کا اظہار کرکے ایک بندۂ خدا (حضرت علیؓ) کو خدا بنا دیا اور باوجود ختم نبوت کے خود نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا، اسکے دل میں نہ خدا کی عظمت تھی نہ نبی کی وقعت تھی بعضوں کا دماغ خراب ہوجاتا ہے اور وہ دعویٰ خدائی کا یا دعویٰ نبوت کا کر دیتے ہیں لیکن ابن سبا کا دماغ بگڑا نہیں تھا وہ جو کچھ کرتا تھا جو کچھ کہتا تھا سمجھ بوجھ کر ایک خاص غرض کیلیے کرتا تھا، اسلام نے اسکو اور اسکی قوم کو ذلیل کر دیا تھا، اسکو اسلام اور مسلمانوں سے عداوت تھی وہ بدلہ لینا چاہتا تھا اسلام اور مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچانا چاہتا تھا، اسلام کو تو وہ کیا نقصان پہنچاتا لیکن ہاں کچھ مسلمانوں کو گمراہ کر دیا، اسکے لیے خدا، رسول اور امام سب برابر تھے، اس نے امامت کا مسئلہ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹا لینے اور "بڑی جماعت" سے علیحدہ کر دینے کیلیے پیش کیا، مسلمانوں میں تفرقہ پڑجائے وہ کمزور ہوجائیں، اُن کے پاکیزہ عقائد ستیاناس ہوجائیں، اسی میں اُسکی بڑی کامیابی تھی اسی میں اس کے دل کو ٹھنڈک تھی،

وہ چاہتا تھا کہ امامت کا درجہ اس قدر بلند اور روشن کر دیا جائے کہ رسالت ماند پڑ جائے، لوگ رسالت کو حقیر و بیکار محض سمجھ کر اس سے بالکل بے پروا اور مستغنی ہوجائیں، اس نے یہ تعلیم دی کہ امام کو گذشتہ اور آیندہ کا علم ہوتا ہے، تم خوب جانتے ہو کہ گذشتہ و آیندہ کا علم تو نبی کو بھی نہیں ہوتا عالم الغیب تو صرف اللہ ہے نبی کو صرف ان باتوں کا علم ہوسکتا ہے جو خدا کی طرف سے اُسکو بتا دی جاتی ہیں،

امام کے اختیارات یہ بتلائے کہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرسکتا ہے، یہ کیسے وسیع اختیارات ہیں، مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت کی رحلت کے بعد کسی کو اختیار نہیں ہے کہ

وہ خدا اور رسول کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دے یا حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر دے شارع اسلام نے بھی صرف وہی حلال کیا جو خدا نے حلال کیا اور وہی حرام کیا جو خدا نے حرام کیا، امام کے یہ وہ اختیارات ہیں جن سے قرآن وحدیث کی اتباع کی ضرورت باقی نہیں رہی اور رسول کے ارشادات کی وقعت جاتی رہی اگر کوئی حکم قابل اتباع باقی رہ گیا ہو تو صرف امام کا، خدا فرماتا ہے

آیت	ترجمہ
اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (۹-۳۱)	ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور مشائخ کو اور مریم کے بیٹے مسیح کو خدا بنا رکھا ہے حالانکہ (ہمارے ان سے) انکو یہی حکم دیا گیا تھا کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا وہ ایک خدا ہے جسکے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ انکے شرک سے پاک ہے،

چونکہ یہ بات توحید کے منافی ہے اور شرک سے ملی ہوئی ہے اسلیے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے کہ لوگ اپنے علماء یا مشائخ کی اس درجہ تعظیم کریں کہ ان کے تمام اعمال واقوال کو فرمودۂ خدا سمجھنے لگیں لیکن فرقۂ بابی نے خدا کو چھوڑ کر اسکی جگہ امام کو اختیار کر لیا، امام کے احکام اسکے اعمال واقوال فرمودۂ خدا ہو گئے، حضرت عدی بن حاتم نے اتخذوا احبارہم ۔۔۔ سُنکر عرض کی یا رسول اللہ نصاریٰ نے احبار ورہبان کی عبادت تو نہیں کی تھی، فرمایا بیشک عبادت تو نہیں کی تھی لیکن احبار ورہبان نے جس حرام چیز کو حلال کہہ دیا انھوں نے فوراً مان لیا اور جس حلال چیز کو حرام ٹھہرایا اُسنے بھی تسلیم کر لیا، حالانکہ خدا کے سوا کسی کو حلال وحرام ٹھہرانے کا اختیار نہیں ہے، پیغمبر حلال وحرام کا حکم خدا کے ارشاد کے بموجب دیتا ہے، وہ معصوم ہوتا ہے

پیغمبر کے سوا کوئی معصوم نہیں ہوتا لیکن یہودیوں نے اپنے عالموں اور پیروں کو معصوم ٹھہرا کر اپنا رب مان لیا، خدا اور پیغمبر کو چھوڑ دیا، خدا اور پیغمبر کے احکام و اقوال کو پسِ پشت ڈال کر اپنے عالموں اور پیروں کے اقوال و احکام کی پیروی کی

ابن سبا یہودی تھا اس کا قلب بھی یہودی تھا اسکا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمان ایسے ڈھرّے پر لگا دیے جائیں کہ عملاً قرآن و حدیث سے کوئی واسطہ نہ رہے اگر رہ بھی جائے تو برائے نام اور رفتہ رفتہ امام کے ارشاد کے مقابلے میں خدا اور رسولؐ دونوں کا حکم اٹھ جائے، چنانچہ ابن سبا کے مقلدوں کی حالت دیکھ لو، یہی ہو گئی ہے، اختیاراتِ تحلیل و تحریم کی دست برد کر دو کہ اسکے مضر نتائج کتنی دور جا سکتے ہیں، جب ضرورت ہو جو چاہو مسئلہ بنا لو، یہی ہوا سبائی عقیدے خدا اور رسولؐ کے حکم کے خلاف ہیں حالانکہ کوئی عقیدہ قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا جس کو پیغمبر خدا نے صحیح نہ قرار دیا ہو، کوئی عمل مقبول نہیں ہو سکتا جو آنحضرت صلعم کی سنت کے مطابق نہ ہو کوئی شخص اللہ کا قرب و رضامندی حاصل نہیں کر سکتا تاوقتیکہ ظاہر و باطن میں آنحضرت کی پیروی نہ کرے، لیکن سبائیوں نے خدا کو چھوڑا رسول کو چھوڑا، کتاب اللہ کو چھوڑا، سنت رسول کو چھوڑا بجائے ان کے ابن سبا کو اپنا ہادیٔ برحق مانا، اسکے اقوال کو حق سمجھا ان پر عمل کیا، امام کو معصوم مانا بلا تحقیقات کیے، جو کچھ امام کی طرف منسوب کر دیا گیا مان لیا حالانکہ وہ ہرگز امام کے اقوال و ارشاد نہیں، سبائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ امام مردوں کو زندہ کر سکتا ہے، خدارا اتنا بتا دو کہ اسکی سند کیا ہے، قرآن و حدیث تو ہے نہیں پھر کس بنا پر کہتے ہو، میرے دوستو! اللہ کے اختیارات بھی چھینے لیتے ہو، امام کے صفات و اختیارات کی فہرست طویل ہے، ہمکو سب کے ذکر کرنیکی ضرورت نہیں ایک اختیار اور بیان کر کے ختم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنی موت و زندگی امام کے اختیار میں ہے دیکھتے ہو امام کو کتنا بڑھا دیا اب تم ہی انصاف کرو کہ امامت کو مانتے ہوئے رسالت کے ماننے کی

کوئی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ ابن سبا نے دو حملے کیے اور دونوں میں کامیاب ہوا اس نے اپنے معتقدوں کے ایمان توحید و رسالت کو مسخ کر کے رکھ دیا وہ اپنی کوششوں میں فی صدی سو سے زیادہ کامیاب ہو گیا، یہ بات بھولنا نہ چاہیے کہ امامت کی آڑ میں ایسے اقوال و مسائل گڑھ کر اماموں کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، جو ہرگز ان کے نہیں ہیں اور نہ انکی انکو خبر ہوئی،

اسلام جملہ مذہبوں میں متوسط مذہب ہے، اسلامی اعتقاد جو خدا، نبیوں، رسولوں اور اللہ کے صالحین بندوں کے نسبت ہے وہ بہت معتدل ہے، نہ تو نصاریٰ کی طرح انبیاء و صالحین کی تعظیم میں افراط (زیادتی) ہے، نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ اور مسیحؑ کو رب ٹھہرا لیا، حالانکہ اللہ کی طرف سے انھیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور نہ تو یہود کی طرح ان لوگوں کے حق میں تفریط کر کے (گھٹا کے) بے ادبی کرتا ہے، یہود ناحق انبیاء علیہم السلام اور ان لوگوں کو جو انصاف پر قائم رکھنے کی ہدایت کرتے تھے جھوٹا اور ساحر کہتے تھے اور ان کی جان کے دشمن ہو جاتے تھے، جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس ایسے احکام لایا جو ان کی خواہش نفسانی کے موافق نہ تھے تو انھوں نے یا تو اسکو جھٹلایا یا قتل کر ڈالا،

مسلمان اللہ کے تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں ان کی تعظیم کرتے ہیں اور کتاب اللہ کی پیروی کرتے ہیں! اسی کے ساتھ وہ نہ ان کی عبادت کرتے ہیں نہ ان کو اپنا رب بناتے ہیں

فرقۂ سبائی نے افراط کا راستہ اختیار کیا حضرت علیؓ اور چند دیگر ائمہ کو ان کے مرتبہ سے اس قدر زیادہ بڑھا دیا کہ خدا بنا دیا، تکلیفوں مصیبتوں اور حاجتوں میں ان کو مشکل کشا ٹھہرایا ان سے مدد مانگتے ہیں اُن سے دعا مانگتے ہیں، خدا کو چھوڑ دیا اور ائمہ کو معبود بنا دیا

حضرت علیؓ کی نصیحت | میرے دوستو! اگر تم حضرت علی سے محبت کا دعوے کرتے ہو

تو کیا تم کو یہ نہیں معلوم کہ محبت بغیر پیروی (اتباع) کے دو کوڑی کی ہوتی ہے بڑا غضب تو یہ ہے کہ تمہارے مولویوں نے بھی تم کو امیر علیہ السلام کی ضروری ہدایتوں سے واقف نہیں کیا تعجب ہے کہ کیوں نہیں کیا، نہج البلاغہ تمہارے ہاں بڑی مستند کتاب عربی میں ہے اس میں حضرت علیؓ کے ارشادات ہیں ان کی ایک قیمتی نصیحت سنتے جاؤ، بھاگو نہیں، ترجمہ یہ ہے اور عنقریب[1] میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہونگے ایک زیادہ محبت کرنیوالا جس کو محبت خلاف حق کی طرف لیجائیگی، اور ایک دشمنی رکھنے والا جس کو دشمنی خلاف حق کیطرف لیجائیگی میرے بارے میں سب سے بہتر درمیانی راہ ہے، لہٰذا تم لوگ اس کو لازم کرلو اور بڑی جماعت کے ساتھ رہو، اسلیے کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے خبردار بڑی جماعت سے علیحدہ نہونا، کیونکہ جو شخص لوگوں سے علیحدہ ہوتا ہے وہ شیطان کا شکار ہوتا ہے، جس طرح گلہ سے علیحدہ ہوجانیوالی بکری بھیڑیے کا لقمہ بنتی ہے، جو شخص تم کو اس نشان (یعنی جماعت سے علیحدگی) کی طرف بلائے اسکو قتل کردو اگرچہ وہ میرے اس عمامے کے نیچے ہو (یعنے اگرچہ وہ میں ہی ہوں) کیسے زوردار الفاظ میں ایک اہم معاملے کی نصیحت فرمائی ہے حضرت علی مرتضیٰؓ کے اس

---

[1] اصل عبارت نہج البلاغہ قسم اول صفحہ ۲۶۱ میں یہ ہے وسیهلك فیّ صنفان محب مفرط یذهب به الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط یذهب به البغض الی غیر الحق وخیر الناس فیّ حالا النمط الاوسط فالزموه والزموا السواد الاعظم فان ید الله علی الجماعة وایاکم والفرقة فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب الا من دعا الی هذا الشعار فاقتلوه ولو کان تحت عمامتی هذه شروع کا فقرہ نہج البلاغہ میں دوسرا ہے ایک قسم دوم صفحہ ۱۰۰ میں جسکے الفاظ یہ ہیں هلك فیّ رجلان محب غالٍ ومبغض قالٍ دوسرے قسم دوم صفحہ ۲۵۲ میں ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔ یهلك فی رجلان محب مفرط وباهت مفتر ۱۲

قول کی صحت سے کوئی بڑے سے بڑا عالم یا مجتہد انکار نہیں کر سکتا، تم خود اچھی طرح تحقیقات کر لو اور پھر سبائی مذہب کی حقیقت پر غور کرو،

کیوں بھائیو! اگر تم کو حضرت علی سے کچھ بھی محبت تھی تو ان کے ارشاد کی کیوں نہ تعمیل کی بڑی جماعت سے کیوں علیحدہ ہو گئے، تم تفرقہ پیدا کرنے کے مجرم ہو اور اپنا ایک فرقہ الگ بنانے میں خدا کے حکم کی بھی مخالفت کرتے ہو، دوسرے حضرت علی نے اعتدال کی ہدایت فرمائی تھی جو اسلام کا قیمتی اصول ہے لیکن تم نے افراط محبت میں ان کو صرف مشکل کشا اور حافظ حقیقی ہی نہیں بلکہ خدا بنا دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور تم گروہ اول کے لوگوں میں سے ہو گئے، تم کو ابن سبا نے بہکایا اور تم بہک گئے اسکے شکار ہو گئے اس کی پیروی اختیار کر لی اور حضرت امیر کی پیروی چھوڑ دی، ساری دقت یہ ہے کہ لوگ باپ دادا کے مذہب پر اندھوں کی طرح چلے جاتے ہیں، خود کچھ غور بھی نہیں کرتے،

اب بھی حضرت علی کی نصیحت پر غور کرو اور اگر سچی محبت کا ایک ذرہ بھی دل کے کسی گوشہ میں ہو تو توبہ کر کے ان کی نصیحت پر عمل کرو اب ہم پھر تاریخی واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں

ابن سبا کی کارروائیاں خلافت عثمانی کے خلاف | ابن سبا نے ایک تدبیر یہ بھی کی کہ اپنے ایجنٹوں کے ذریعے سے مدینہ منورہ سے حضرت علیؓ کے نام سے بصرہ، کوفہ، اور مصر والوں کے پاس فرضی خطوط بھجوا دیے جنکے ذریعے سے اپنے کو حضرت علیؓ کا معتبر کارندہ باور کرا دیا اس سے اسکے کام میں چار چاند لگ گئے معلوم ہوتا ہے کہ حصول مطلب کیلیے اسکو مذموم سے مذموم فعل کرنے میں تکلف نہیں ہوتا تھا، حضرت علی کی نسبت لوگوں کو بدگمانی پیدا ہو جائے اسکی بلا سے حضرت علیؓ کو کانوں کان بھی خبر نہ تھی اور ان کی ذات ان سب باتوں سے بہت بلند تھی، پروپیگنڈہ ایک جادو ہے، ایک تجربے کار نے جو یورپ کی پالٹکس پر گہری نظر رکھتے تھے کہا،

ایک بے بنیاد جھوٹ بات کو ایک واقعہ (سچ) بیان کرکے بار بار کہتے جاؤ، پہلے تم تنہا کہنے والے ہوگے پھر کچھ اور لوگ محض سُن سُنا کر وہی کہنے لگیں گے یہاں تک کہ چند روز میں وہ ایک واقعہ حقیقی مان لیا جائیگا، ذرا دیکھو تو سہی باتوں ہی باتوں میں چیزیں کیا سے کیا ہو جاتی ہیں

ہندوستان میں ایک عرصۂ دراز سے ہندوؤں کے دل میں مسلمان بادشاہوں کی طرف سے نفرت پیدا کرنے کیلیے مدرسوں میں ایسی تاریخیں اور کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جنمیں اورنگ زیب اور دوسرے مغل بادشاہ ظالم اور متعصب بیان کیے جاتے ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹے الزام ہیں لیکن پروپیگنڈہ جاری ہے، اثر ہو رہا ہے مسلمانوں سے نفرت پیدا ہو رہی ہے،

ایک دلچسپ قصہ مشہور ہے نوجوان سن کر بہت خوش ہوتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ اس کا ایک ایک لفظ صحیح ہے کیونکہ ایک فارسی کتاب میں چھپے ہوئے نستعلیق خط میں موجود ہے علاوہ بریں کیا دنیا میں کبھی کبھی سچے واقعات کہانیوں سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہوتے؟

ایک تھے مولوی صاحب، داڑھی اچھی خاصی مولوی مدن کی سی، بکری کا بچہ بغل میں دبائے ہوئے کہیں جا رہے تھے، تین نوجوانوں نے دیکھا تو ان کے منہ میں پانی بھر آیا، کباب بڑے مزے کے ہوں گے مگر کیسے ہاتھ لگے، کہتے ہیں ضرورت ایجاد کی ماں ہے فوراً ایک بات ذہن میں آگئی، ہم تینوں تھوڑی دور کھڑے ہو کر متفق اللفظ ہو کے اپنی اپنی باری سنجیدگی کے ساتھ مولوی صاحب سے کہیں کہ یہ کتا ہے، پہلے نوجوان نے السلام علیکم کہہ کر نہایت ادب سے مولوی صاحب کی مزاج پرسی کی اور تعجب کے ساتھ کہا قبلہ و کعبہ! آپ کی بغل میں یہ کتا کیسا! مولوی صاحب کچھ خفا سے ہو کر اپنی راہ ہو لیے نوجوان نے کہا گستاخی معاف ہو حضور کی شان کے خلاف ہے! تھوڑی دور چلے تھے کہ دوسرے صاحب نے مراسم علیک سلیک و مزاج پرسی معتقدانہ ادا کرکے تعجبانہ لہجہ سے وہی بات کہی، مولوی صاحب نے پھر بے پروائی ظاہر کی مگر کچھ شک سا

پڑگیا، آگے بڑھے تو تیسرے درویش نے بیحد تعظیم و تکریم سے سلام کرکے وہی بات کچھ ایسی متانت سے کہی کہ مولوی صاحب نے بچے کو پھینک دیا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، خبر نہیں کیا سمجھ کر پھینک دیا، آپ زیادہ سے زیادہ مولوی دین صاحب پر نئی لطیف کی قلت کا گمان کرلیں لیکن اس قدر تو آپ کو بھی ماننا پڑے گا کہ وہ بکری کا بچہ ہیں شیطانوں ہی کی باتوں میں کُتا ہوگیا، کیسا جادو تھا، کہتے ہیں یہی اصول پروپیگنڈے کا ہے،

عبداللہ ابن سبا کا نظام مقررہ بہت سادہ اور بہت موثر یہ تھا کہ تمام ممالک اسلامی میں عاملوں کی شکایتوں اور رعایا پر ظلم کا ایک شور مچادو، بصرے کوفے اور مصر سے وہاں کے عاملوں کی شکایت میں مدینے والوں کے پاس خطوں کی بھرمار کردو، بصرے والوں کے پاس کوفے اور مصر سے وہاں کے عاملوں کی شکایت میں مسلسل خطوط پہونچتے رہیں، کوفے والوں کے پاس بصرے اور مصر سے، مصر والوں کے پاس بصرے اور کوفے سے تحریریں جاتی رہیں، عبداللہ کے ایجنٹ ان تمام بڑے بڑے مقامات پر موجود اور مصروف کار تھے، اس پروپیگنڈے کا خاطر خواہ اثر ہو رہا تھا،

مدینے والوں کے پاس جب ایسے خط پہونچتے تو حضرت عثمانؓ کے پاس آتے اُن سے عُمّال کی معزولی پر اصرار کرتے۔ حضرت عثمان تحقیق کرتے تو عمال کو بے قصور پاتے، شکایتیں بالکل بے بنیاد، شکایتیں ظلم کہیں نہیں ہوتا تھا لیکن ہر جگہ کے آدمیوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اسی سے سب نہیں ظلم ہو رہا ہے حضرت عثمانؓ بیجا طور پر اپنے عمال کی رعایت کرتے ہیں ان کو سزا نہیں دیتے معزول نہیں کرتے ظلم روا رکھتے ہیں ابن سبا کے وسیع پروپیگنڈے کا اس قدر اثر ہوا تھا، حضرت عثمانؓ نے شکایتوں کی تحقیقات کرائی، جب ان بدگمانیوں کی خبر حضرت عثمانؓ کو پہونچی تو آپ نے معتبر اور معزز لوگوں کو تحقیق حال کیلیے ہر صوبہ کو روانہ کیا تحقیقات سے معلوم ہوا

شکایتوں کی اصلیت نہیں اور نہ کہیں ظلم ہوتا ہے مگر ہر طرف شورش کے آثار پائے جاتے ہین
لوگ علانیہ شکایت کرتے ہیں حضرت عثمانؓ اور ان کے عاملوں کو برا بھلا کہتے ہیں خطرہ
یہانتک پہونچ گیا ہے کہ آپ کو خلافت سے معزول کر دینے کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں جو لوگ
تحقیقات کرنے گئے تھے جب وہ واپس آئے تو ان سے حالات سنکر مدینہ والونکو قدرے تسکین ہوگئی
کوفے میں بدامنی کوفے میں مالک اشتر نے جسکے ساتھ ایک گروہ عبداللہ بن سبا کے
پیدا کردہ شورش کا تھا بدامنی پیدا کر دی تھی۔ حضرت عثمان نے کل عاملوں کو لکھا کہ بعد حج کے
مدینے آؤ، سب آئے، مشورہ کیا گیا کہ کیا انتظام کیا جائے لیکن کوئی بات طے نہیں ہوئی
سعید بن العاص بھی کوفے سے آئے تھے جب واپس گئے تو دیکھا کہ کوفے والوں کا ایک
بڑا لشکر یزید بن قیس کی ماتحتی میں مخالفانہ جمع ہے، یزید نے سعید بن العاص سے کہا
خیریت چاہتے ہو تو سیدھے واپس چلے جاؤ اسی تکرار میں مالک اشتر نے سعید کے غلام کو
قتل کر ڈالا، سعید سے کہا عثمانؓ سے جاکر کہدو! ابو موسیٰ اشعری کو یہاں کی گورنری پر بھیجدو
سعید گئے خلیفہ نے ابو موسیٰ اشعری کو گورنر مقرر کرکے بھیجدیا یہ بھی لکھ بھیجا کہ جہاں تک شریعت
اجازت دے گی تمہاری خواہشوں کو پورا کیے جاؤں گا، تمہاری زیادتیوں کو برداشت کرکے
تمہاری اصلاح کی کوشش کرتا رہوں گا، آپ بہت نرم مزاج تھے تاہم ابو موسیٰ اشعریؓ کے
تالیف قلوب تفہیم نے اور آپ کے خطبے کوفیوں پر اچھا اثر کیا، لیکن عبداللہ بن سبا کی پارٹی مخالف
ہی بنی رہی وہ لوگ کوفے کے قصبات میں اشتعال پیدا ہی کرتے رہے

زمانۂ حج قریب آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حکم عام جاری فرمایا میرے
پاس عاملوں کے ظلم کی شکایتیں پہونچی ہیں میں نے ان کو حکم بھیجدیا ہے کہ اس مرتبہ حج میں
ضرور شریک ہوں جس شخص کو عامل سے شکایت ہو حج کے موقع پر اپنی شکایت میرے سامنے

پیش کرے اور اپنا حق مجھ سے یا میرے عامل سے بعد تصدیق کے وصول کرلے چنانچہ عامل حج میں آئے۔ عام اعلان کیا گیا کہ عامل موجود ہیں جو شکایت کرنا چاہتا ہو پیش کرے لیکن کوئی آیا نہیں،

مدینہ کے قریب حضرت عثمان کے خلاف مجمع عبداللہ بن سبا نے یہ کیا کہ ہر صوبہ اور ہر مرکز سے لوگوں کو بلوا کر مدینہ منورہ کے قریب جمع کر دیا، مکہ معظمہ میں حضرت عثمان غنی نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا فتنہ تو ضرور ہو کے رہے گا اور اس کا دروازہ عنقریب کھلنے والا ہے یہ اسوجہ سے کہا کہ آنحضرتؐ نے اس فتنے کی خبر دی تھی لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ در فتنہ وا کرنے کا الزام مجھ پر آئے اللہ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کے ساتھ بہتری اور بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں کیا، حج کے بعد حضرت عثمان غنی رضؓ مدینے واپس آئے یہاں ایک جلسہ میں آپنے فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضؓ نے خلیفہ ہو کر احتیاط اور احتساب کی وجہ سے اپنے عزیز و اقارب کی بات نہیں پوچھی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رشتے داروں کا لحاظ فرماتے تھے اور انکو مدد دیتے تھے، میرے عزیز و اقارب غریب ہیں میں ان کے ساتھ سلوک کرتا ہوں، اگر تم اس کو ناجائز ثابت کر دو تو میں اس بات کو چھوڑنے کو تیار ہوں،

تین چار شخصوں نے آپ کے طرز عمل پر چند سیاسی اعتراض کیے آپنے جواب کافی دیے کچھ اعتراض فقہی کیے گئے سب کا جواب باصواب دیا۔ جلسہ ختم ہوا

والیان صوبہ سب کے سب اپنے اپنے صوبوں کو چلے گئے، امیر معاویہ رضؓ رخصت ہونے لگے تو حضرت عثمان رضؓ سے عرض کی مجھے خوف ہے کہ آپ پر حملہ نہو آپ میرے ساتھ ملک شام کو چلے چلیں فرمایا آنحضرتؐ کا قرب ترک کرنے کو راضی نہیں ہوں، امیر معاویہ رضؓ نے کہا اچھا تو مجھے اجازت دیجیے کہ میں ایک زبردست لشکر شام سے آپ کی حفاظت کیلیے بھیج دوں وہ مدینے میں رہے

فرمایا آنحضرتؐ کے پڑوسیوں (یعنی اہل مدینہ) کو تنگ کرنا نہیں چاہتا عرض کی آپ ضرور دھوکا کھائیں گے فرمایا حسبی اللہ ونعم الوکیل

عبداللہ ابن سبا نے بڑے بڑے فوجی مقامات کے باشندوں میں خلافت عثمانؓ کی خلاف کافی اثر پھیلا دیا تھا وہاں کے بہت سے عرب بھی اس کے جال میں پھنس گئے تھے۔ کچھ بزرگ لوگ بھی پھنس گئے تھے وہ بزرگ بھی تو حضرت آدم ہی کی اولاد میں تھے ابن سبا نے ان کو بہکایا اور وہ بہک گئے،

حُبِ اہل بیت وحبِ علیؓ کا پروپیگنڈہ ہر جگہ اثر کر رہا تھا لیکن اصلی غرض پر وہ راز میں تھی اسکے رازدار صرف چند خاص یہودی تھے جو مسلمان بن گئے تھے گو تھے منافق

عبداللہ بن سبا نے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کی معزولی یا قتل پر متفق کر لیا تھا لیکن خلیفہ کون ہو یہ بات طے نہیں ہوتی تھی، خلافت کیلیے نظرِ انتخاب تین شخصوں پر پڑتی تھی حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ،

عبداللہ بن سبا کے ان کارندوں نے جو مدینے میں کام کرتے تھے حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور امہات المومنینؓ کے نام سے بہت سے فرضی خطوط لکھ لکھ کر بصرے کوفے اور مصر کے اُن لوگوں کے نام بھیج دیے تھے جو اِن حضرات سے حسن عقیدت رکھتے تھے مضمون یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ خلافت کے قابل نہیں رہے، مسلمانوں کی فلاح اسی میں کہ اسی ناہ ذی الحجہ میں یہ ضروری کام کر لیا جائے،

بلوائی مدینہ کے متصل ان حضرات کو ان خطوں کا اثر امید کے موافق ہوا ایک ایک ہزار کے تین قافلے ان تینوں فوجی مقامات سے بظاہر حج کرنے کیلیے لیکن حقیقت میں لڑنے اور خونریزی کرنے کیلیے تیار ہو کر ایک ساتھ پہونچے اور مدینے کے قریب مختلف مقامات پر مقیم ہو گئے

ایک قافلے کے ساتھ محمد بن ابی بکر بھی تھے، یہ بھی عبداللہ ابن سبا کے جال میں آکر حضرت عثمانؓ کے مخالف ہو گئے تھے، جو لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے وہ زیادہ تر مصری تھے، جو لوگ حضرت طلحہ کو انتخاب کرنا چاہتے تھے وہ زیادہ تر بصرہ کے تھے اور جو لوگ حضرت زبیر بن العوامؓ کو چاہتے تھے وہ زیادہ تر کوفے والے تھے،

ان فرضی خطوط کی بنا پر ان تینوں قافلے والوں کو یقین تھا کہ مدینۂ منورہ کے ممتاز و مقدس لوگ سب ہمارے حامی و مددگار ہیں لیکن جب مدینے کے ہر بزرگ نے انکی آمد کو نامناسب قرار دیا اور انھوں نے مدینے میں کوئی جنگی تیاری اور خلیفہ کے خلاف آمادگی نہ دیکھی تو انھوں نے یہ خیال کیا کہ یہ بزرگ محض مصلحتاً ہماری آمد کی نسبت مخالفانہ رائے ظاہر کرتے ہیں صلاح و مشورہ ہونے پر ہر قافلے کے سردار اپنے اپنے منتخب ہونے والے خلیفہ کے پاس الگ الگ گئے، اور کہا کہ ہم حضرت عثمانؓ کی خلافت سے بیزار ہیں آپ ہمسے بیعت خلافت لے لیجیے تو ہر بزرگ نے صاف صاف انکار کر دیا، تب مصر والوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہمارا عامل عبداللہ بن سعد ظالم ہے اُسکو بلا معزول کرائے ہم یہاں سے نہ ہٹیں گے۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کے تیور دیکھ کر بہمراہی دیگر صحابہ حضرت عثمانؓ کو صلاح دی کہ ان لوگوں کا مدینے میں داخل ہونا اچھا نہیں، ان کی ضد پوری کر دیجیے، حضرت عثمانؓ نے منظور کیا اور حضرت علیؓ کے مشورہ سے محمد بن ابی بکر کی امارت کا فرمان لکھ کر دے دیا، حضرت علیؓ نے مصریوں سے کہا لو تمھاری بات رہ گئی اب جاؤ، اسی طرح حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے بھی اور قافلوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا،

بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کا گھر گھیر لیا لیکن تیسرے چوتھے روز بلوائیوں کے تینوں قافلے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے مدینے کے اندر گھس آئے اور حضرت عثمانؓ کا گھر گھیر لیا،

پوچھا کیوں واپس آئے؟ کہا خلیفہ نے اپنے غلام کے ہاتھ ایک علیحدہ خط عبداللہ بن سعد کے نام بھیجا تھا وہ خط ہمنے پکڑ لیا ہے اس میں لکھا ہے کہ ہمکو قتل کر ڈالو، لیجیے وہ خط یہ ہے حضرت علیؓ نے فرمایا ایسا کیسے ہو سکتا ہے یہ تمھاری سازش ہے انھوں نے کہا خیر جو کچھ بھی ہو اب ہم خلیفہ کو قتل کیے بغیر نہیں جاتے آپ اس کام میں ہماری مدد کیجیے آپ نے غصہ سے فرمایا میں کیسے مدد کر سکتا ہوں ان لوگوں نے کہا کہ پھر آپ نے ہمکو کیوں لکھا تھا حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے تمکو کبھی نہیں لکھا، یہ سُن کر وہ حیرت زدہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے وہ ان فرضی خطوں پر بھروسہ کیے ہوے تھے،

ایک مہینے سے زیادہ محاصرے کو ہو گیا تھا حضرت عثمانؓ کا پانی بند کر دیا گیا تھا، جو خط بلوائیوں نے پکڑا تھا وہ مروان کی کارروائی بیان کی جاتی تھی حضرت عثمان کو اسکی مطلق خبر نہ تھی، آپنے بلوائیوں سے انکے شکوک رفع کرنے کیلیے فرمایا تم مجھ سے قسم لے لو مجھے اس خط کا علم نہیں ہے لیکن انھوں نے ایک نہ سُنی، قریش و انصار حضرت عثمانؓ کے اتقا اور نیک نیتی سے خوب واقف تھے وہ معاملہ کو سلجھانے میں حضرت عثمانؓ کے معین ہوے لیکن مروان نے سلجھنے نہ دیا، مدینے کے لوگ بھی اس سے بہت ناراض تھے حضرت عثمانؓ سے کوئی دشمنی نہ تھی اسی وجہ سے کئی مرتبہ مدینے والوں نے بلوائیوں کیساتھ ہو کر حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ مروان کو ہمارے حوالے کر دیجیے لیکن آپ اس پر اس وجہ سے راضی نہیں ہوئے کہ بلوائی اس کو قتل کر ڈالیں گے، اور آپ قتل کا سبب بننا نہیں چاہتے تھے

جب خوف ہوا کہ بلوائی گھر میں گھس کر حضرت عثمانؓ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو حضرت علیؓ نے اپنے دونوں صاحبزادوں حسن و حسینؓ کو اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بھی اپنے اپنے صاحبزادوں کو دروازے پر اس غرض سے متعین کر دیا کہ بلوائیوں کو گھر کے اندر نہ جانے دیں یہ سب صاحبزادے روکتے رہے، بلوائیوں کو خوف ہوا کہ اگر دیر ہوئی تو عاملوں کے ہاں سے فوجیں خلیفہ کی مدد کیلیے

آجائیں گے اس لیئے وہ ایک قریب کے مکان سے دیوار پھاند کر حضرت عثمان کے مکان میں جا پہونچے،
بتلاؤ تو سہی کہ اس وقت وہ بانی فتنہ و فساد کہاں تھا، اسکے ڈھونڈنے کیلیے دور نہ جانا پڑیگا،
ابن سبا بلوائیوں کے ساتھ مدینے میں حضرت عثمانؓ کے قتل کیلیے سرگرمی سے کام کر رہا تھا،

حضرت عثمانؓ کا خونریزی سے احتراز

حضرت عثمانؓ خونریزی نہیں چاہتے تھے جو لوگ ان کی طرف سے لڑنے کیلیے آمادہ تھے ان کو روکتے تھے اور لڑنے نہیں دیتے تھے فرماتے تھے رسول اللہ نے مجھ سے عہد لیا ہے میں اس عہد پر قائم ہوں تم ہرگز بلوائیوں کا مقابلہ نکرو، انسے جنگ کرو

حدیث در بارۂ شہادت حضرت عثمانؓ

ایک دن رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا فتنے کا زمانہ قریب ہے، اور حضرت عثمان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا اور اس فتنے میں مظلوم شہید ہوگا، آنحضرتؐ نے اس فتنے کو فتنہ عظیم فرمایا تھا، نتائج کے لحاظ بھی بلاشبہ یہ فتنہ عظیم ثابت ہوا، مسلمانوں میں بہت بڑا تفرقہ پڑ گیا، بہت سے فرقے ہو گئے،

حضرت عثمانؓ کا بلوائیوں سے خطاب

محاصرہ کے زمانے میں ایک دن حضرت عثمان نے کوٹھے سے بلوائیوں کو مخاطب کرکے یوں فرمایا، ایک دن آنحضرتؐ کوہ ثبیر پر تشریف فرما تھے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ تھے اور میں تھا ناگاہ پہاڑ نے جنبش کی، پتھر لڑھک کر نیچے گرنے لگے رسول خداؐ نے اس پہاڑ پر اپنا پیر مار کر کہا ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں بلوائیوں نے تصدیق کی تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی ان لوگوں نے میری شہید ہونیکی تصدیق کر دی
یہ بھی فرمایا جب آنحضرت مدینہ منورہ تشریف لائے تو چاہ رومہ کے سوا میٹھا پانی کہیں نہ تھا رسول اللہ نے فرمایا کوئی ایسا ہے جو چاہ رومہ کو خرید کر وقف کر دے یہ کنواں ایک یہودی کا تھا جو منہ مانگی قیمت پر پانی بیچا کرتا تھا میں نے خرید کر وقف کر دیا کیا تم یہ نہیں جانتے ہو؟ آج تم اسی کنویں کے پانی سے مجھے روکتے ہو، سب نے کہا ہم جانتے ہیں لیکن انکے دل نہیں پسیجتے

پھر فرمایا، اس شخص سے پوچھتا ہوں جو بیعت الرضوان کے موقع پر موجود تھا کیا رسولخداؐ نے بیعت کے وقت اپنے ہاتھ کو میرا ہاتھ نہیں فرمایا، چند لوگوں نے جواب دیا صحیح ہے،

اس سے بلوائیوں پر کچھ اثر ہوا اکثر کہنے لگے ان کو جانے دو لیکن مالک اشتر نے لپک کر کہا کہیں دھوکہ میں نہ آجانا اور ایسا سمجھایا کہ پھر مخالف ہو گئے اسی مالک اشتر کو سبائی اب تک اپنا بہت بڑا دوست اور محسن سمجھتے ہیں

حضرت علیؓ مدینہ چھوڑ کر باہر چلے گئے حضرت طلحہ زبیر اور صحابی فتنے کے خیال سے گھر میں بیٹھ رہے، اپنے اپنے دروازے بند کر لیے حضرت ابن عباس نے حضرت عثمان کے دروازے پر بلوائیوں کا مقابلہ کیا لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کو بھی وہاں سے یوں ہٹا دیا کہ امیر الحاج بنا کر مکے کی طرف روانہ کر دیا، حسن بن علیؓ عبداللہ بن زبیرؓ محمد بن طلحہ، سعید بن العاص نے بلوائیوں کو دروازہ کھولنے سے روکا اور لڑ کر پیچھے ہٹا دیا لیکن حضرت عثمانؓ نے ان سب کو قسمیں دے کر لڑنے سے روک دیا اور گھر کے اندر بلوا لیا،

بلوائیوں نے دروازے میں آگ لگا دی اور اندر گھس گئے تو ان لوگوں نے مقابلہ کر کے نکال دیا،

حضرت عثمانؓ نے حسن بن علی سے اصرار کے ساتھ کہا کہ تم اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ۔ لیکن انھوں نے چھوڑ کر جانا پسند نہیں کیا اور بلوائیوں کو برابر روکتے رہے،

حضرت عثمان کی شہادت | چند بلوائی ایک مکان میں گھس گئے غالباً یہ مصری تھے ایک بلوائی نے حضرت عثمان پر تلوار چلائی تو ان کی بیوی نائلہ نے تلوار کو ہاتھ سے روکا انکی دو انگلیاں کٹ کر گر پڑیں، اس نے دوسرا وار کیا جس سے آپ شہید ہو گئے اس وقت آپ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے، خون کے قطرے قرآن شریف کی ایک آیت پر گرے، دوسرے بلوائی نے نوذ خنجر نیزے سے لگائے، تیسرے نے ایسی ضربیں پہونچائیں کہ آپ کی چند پسلیاں ٹوٹ گئیں، بلوائیوں نے گھر لوٹ لیا، آپ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ کو شہید ہوئے، ایام منوعہ کے سوا

کسی روز روزہ ناغہ نہ ہوتا تھا اس دن بھی روزہ تھا تشنہ لب شہید ہوئے تین دن تک لاش بے گور و کفن رہی پھر جنت البقیع میں انھیں کپڑوں میں دفن کیے گئے،

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت عثمانؓ کے اوصاف حمیدہ اے ابن سبا تیرے دل کے پھپھولے پھوٹے! تو نے ایک ایسے معزز صحابی کو قتل کرایا جو آنحضرتؐ کے بھتیجی تھے جن کی نانی آنحضرتؐ کی حقیقی پھوپھی تھیں، جو ذی النورین اس وجہ سے کہلاتے تھے کہ رسولؐ خدا کی دو صاحبزادیوں کا آپ سے عقد ہوا تھا یہ وہ عزت تھی جو اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی تھی دونوں صاحبزادیوں کے انتقال کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا تھا اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو عثمان کو نکاح میں دیدیتا وہ اسلام میں چوتھے مسلمان تھے ان کے پیشتر صرف تین اور مسلمان ہوئے تھے حضرت عثمان ایسے مسلمان تھے جنھوں نے اسلام کے پہلے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی اور نہ شراب پی، تو کیا جانے کہ جن حضرات نے ابتداء میں اسلام قبول کیا تھا وہ خدا اور اس کے رسول کو کیسے محبوب تھے حضرت عثمانؓ ان دس صحابیوں میں سے ہیں جن کے لیئے رسول مقبولؐ نے جنتی ہونے کی بشارت فرمائی تھی جو عشرۂ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ جن مسلمانوں نے ایک ہجرت مکے سے مدینے کو کی تھی اُن سے جنت کا وعدہ ہوا اور ان سے خدا راضی ہو گیا، اس پر قرآن شاہد ہے حضرت عثمانؓ نے گھر بار عزیز و اقربا کو چھوڑ کر دو مرتبہ ہجرت کی تھی پہلی مرتبہ حبش گئے دوسری مرتبہ مدینہ منورہ گئے یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بعد حضرت ابراہیم و حضرت لوط علیہما السلام کے مع اپنی بیوی کے ہجرت کی، آنحضرتؐ نے کئی مرتبہ اور ایک مرتبہ تو شام سے صبح تک دعا کی کہ اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا، خدا صحابۂ کرام سے جن میں حضرت عثمانؓ بھی ہیں راضی ہوا اور وہ سب خدا سے راضی تھے،

بیعت شجرہ (بیعت الرضوان) حضرت عثمانؓ ہی کی وجہ سے ہوئی تھی جب آنحضرتؐ نے سنا کہ قریش مکہ نے حضرت عثمانؓ کو جو مسلمانوں کی طرف سے ایلچی ہو کر گئے تھے قتل کر ڈالا تو آپ نے قصاص اور جہاد کی تیاری میں حدیبیہ کے قریب ایک درخت کے نیچے سب مسلمانوں سے جنکی تعداد ۱۴۱۵ سو تھی لڑنے اور مرنے کی بیعت لی خدا نے قرآن پاک میں ان مومنین کو جو بیعت کر رہے تھے یہ بشارت دی تھی کہ میں ان سے راضی ہوا، اسیوجہ سے یہ بیعت الرضوان کہلاتی ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ	تحقیق جو لوگ آپ (پیغمبر) کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں
یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	وہ اللہ ہی کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ انکے
لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ	ہاتھوں پر ہے بیشک راضی ہوا اللہ ایمان والوں سے
اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ	جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے
فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ	پس جان لیا اللہ نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا
فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ پ ۲۶ سورہ فتح	لہذا سکینہ ان پر نازل کیا، چھبیسویں پارہ سورہ فتح

اثنار بیعت میں یہ خبر آئی کہ حضرت عثمان زندہ ہیں مگر قید ہیں تو رسول خدا نے اپنے دست راست کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیکر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت لی اسلام میں اس بیعت کا بڑا مرتبہ ہے بعد غزوہ بدر کے اسی کا درجہ ہے بیعت کرنیوالوں سے خدا راضی ہوا اور حضور انور نے بشارت دی کہ آج تم زمین کے سب لوگوں سے بہتر ہو اور اصحاب شجرہ میں سے کوئی شخص دوزخ میں ہرگز نہیں جائیگا، اس بشارت کا سبائی فرقے کو بھی اقرار ہے،

پھر اللہ تعالے ان مسلمانوں سے ایسا خوش ہوا کہ ان پر سکینہ نازل فرمایا اور ان کے لیے صفت تقوے کو لازم کر دیا، یعنے یہ صفت ان سے کبھی جدا نہ ہوگی اور فرمایا کہ اس نعمت کے وہ سب سے زیادہ مستحق و سزاوار تھے،

حضرت عثمانؓ زمانۂ جاہلیت میں بھی بہت دولتمند تھے غنی کہلاتے تھے آپ کا شمار اُمرائے مکہ میں تھا لیکن کبھی مالدار ہونیکا فخر نہیں کیا، بڑے سخی تھے، راہ خدا میں دیتے تھے اور دل کھول کر دیتے تھے ایک مرتبہ نہیں بارہا دیا اور بہت دیا، غزوۂ تبوک کی تیاری میں مسلمانوں کے ہاں بے سروسامانی کی کوئی انتہا نہ تھی، رسول کریم نے فرمایا جو کوئی سامانِ جہاد درست کردے اللہ اس کو بخش دے گا حضرت عثمانؓ نے اس کا سامان اس دریادلی سے مکمل طور پر درست کیا کہ اونٹ کے پیر کا بندھن اور نکیل بھی ڈھونڈھنا نہ پڑی، کھانیکا سامان کئی اونٹوں پر لدا تھا اس وقت آنحضرتؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی رہ، صحابۂ کرام سے فرمایا تم بھی دعا کرو چنانچہ سب آنحضرتؐ کی دعا میں شریک ہوئے، حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانے میں شدید قحط پڑا تو حضرت عثمانؓ نے اپنے ایک ہزار اونٹوں کا غلہ جو کہیں سے لدی ہو کر آئی تھی مدینے کے فقراء و مساکین کو دے دیا، مدینے کے تاجروں نے معتدبہ منافع پر وہ غلہ خریدنا چاہا، یعنی دس روپے کے مال کے لیئے پندرہ روپے دیتے تھے تو آپ نے فرمایا مجھکو اس سے زیادہ منافع ملتا ہے، پوچھا اس سے زیادہ دینے والا کون ہے؟ فرمایا مجھے تو ایک روپے کے مال کی دس روپے قیمت مل رہی ہے تم دوگے، کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا تم گواہ رہو کہ میں نے یہ سب غلہ مدینے کے فقراء و مساکین کو دے دیا۔ سبحان اللہ!

قرآن پاک کے جمع کرنے کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہے

آپ کے زمانۂ خلافت کے اول نصف میں فتوحات عظیم ہوئیں، سخت لڑائیاں فرو کی گئیں، حکومت اسلامیہ کے حدود بہت زیادہ وسیع ہو گئے بلاد اسلامیہ میں سڑکیں بنیں مدرسے قائم ہوئے، حرفت، زراعت اور تجارت میں ترقیاں ہوئیں مسلمانوں نے بحری جنگ

کبھی نہیں کی تھی پہلی مرتبہ آپ ہی کی خلافت میں کی اور فتحیابی کے ساتھ کی،

امام احمدؒ نے کثیر بن صلت سے روایت کی ہے جس دن عثمان شہید ہونے والے تھے کچھ دیر سو گئے بیدار ہو کر فرمایا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عثمان نے خود اس فتنہ کی تمنا کی تو میں ضرور تم سے ایک بات بیان کرتا ہم نے کہا بیان فرمائیے ہم وہ بات نہ کہینگے جو اور لوگ کہتے ہیں، کہا میں نے ابھی خواب میں رسول خداؐ کو دیکھا فرمایا اے عثمان تم (آج) جمعہ کو ہمارے پاس آجاؤ گے، نائلہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ فرماتی ہیں کہ بیدار ہونیکے بعد مجھسے فرمایا بیشک میری قوم مجھے قتل کرے گی، نائلہؓ نے کہا انشاء اللہ ایسا نہ ہوگا، فرمایا نہیں میں نے رسول اللہؐ کو ابھی خواب میں دیکھا ہے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی، رسول خداؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے عثمان آج تم ہمارے پاس روزہ افطار کروگے چنانچہ اسی روز جمعہ کو جام شہادت نوش فرمایا،

آنحضرتؐ نے اس فتنے کو جسمیں حضرت عثمانؓ شہید ہوئے فتنہ عظیم فرمایا تھا اے عبداللہ بن سبا تو اس فتنہ عظیم کا بانی ہے۔ مسلمانوں کی تلوار تو کافروں پر چلا کرتی تھی تو نے مسلمانوں پر چلوائی، تو ان تفرقوں اور نقصانوں کا بھی ذمہ دار ہے جو اس فتنہ کی وجہ سے پیدا ہوئے، کیا یہ نقصان بھی کچھ کم ہے کہ اسلامی فتوحات یک قلم موقوف ہو گئے تبلیغ اسلام کا کام تدھم ہو گیا، لیکن تو خوش ہے کہ تو نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا تو نے ان میں شرک اور کفر کے عقیدے پھیلا کر ہزاروں کو گمراہ کر دیا، اسلام نے جن باتوں کو مٹایا تھا تو نے از سر نو زندہ کر دیں خاندانی اور نسلی امتیاز پیدا کر کے مسلمانوں میں جنگ کرادی جو اس کے پہلے نہیں ہوئی تھی، فرقے جو پیدا ہونے شروع ہوئے تو ہوتے ہی گئے منافرت کی بیلیں پھیلتی ہی چلی گئیں۔ لوگ اصل مذہب سے غافل ہو کر مراسم میں پڑ گئے اور صرف مراسم ہی کو اصل مذہب ماننے لگے

اے ابن سبا! - بھلا کیا کہو گے جو پوچھے کوئی
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے
افسوس!! - قیامت کا فتنہ بپا کر چلے

میرے دوستو! ابن سبا کی فتنہ پردازی ابھی ختم نہیں ہوئی ابھی اور فتنے اٹھائے گا اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کرائے گا،

شہادت کی خبر اور وہ بھی امیر المومنین کی شہادت بہت جلد دور دور ممالک اسلامیہ میں پھیل گئی، لوگوں کو انتخاب خلیفہ کی فکر ہوئی سب سے زیادہ بلوائیوں کو ہوئی، وہ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد کوئی خلیفہ ہو جائے ورنہ ہماری خیریت نہیں، ہم جہاں جائینگے اس فتنہ کے عوض میں مارے جائینگے،

حضرت علی خلیفہ منتخب ہوئے جب حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر تینوں نے انکار کر دیا تو بلوائیوں کو پریشانی ہوئی لیکن ابن سبا کا دماغ ایسے موقعوں پر خوب کام کرتا تھا اسکے مشورہ سے ڈھنڈھورا پٹوا دیا کہ اہل مدینہ نے ہمیشہ انتخاب خلیفہ کیا ہے اور ان کے انتخاب کو تمام مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے اسلیئے دو روز کی مہلت دیجاتی ہے اگر دو روز کے اندر کسی کو منتخب نہ کریں گے تو ہم حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر تینوں کو قتل کر ڈالیں گے، بلوائیوں کا شہر پر تسلط تھا، اہل مدینہ کے ہوش اڑ گئے وہ پھر تینوں حضرات کے پاس دوڑے گئے، ان سب نے اس بھاری ذمہ داری کے قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن آخرکار[1] حضرت علی راضی ہو گئے اور حضرت عثمان کی شہادت کے ایک ہفتہ بعد پچیس ذی الحجہ ۳۵ھ کو آپ کا انتخاب ہوا،

---

[1] حضرت علی کا اپنی خلافت سے شدید انکار کرنا کتب شیعہ میں بھی ہے۔ نہج البلاغۃ قسم اول صفحہ ۱۹۰ میں ہے ومن خطبۃ لہ علیہ السلام لما اراد علی البیعۃ بعد قتل عثمان:۔ دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا لہ وجوہ والوان (الی ان قال) وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم

(باقی صفحہ آئندہ)

لوگ بیعت کرنے لگے، حضرت علیؓ نے فرمایا اصحاب بدر کا خلافت تسلیم کرنا ضروری ہے، ان میں سے کچھ آئے تو آپ نے فرمایا طلحہ اور زبیر کی بیعت بھی معلوم ہونا چاہیے، مالک اشتر اور حکیم جبلہ ان دونوں صاحبوں کو زبردستی پکڑ لائے، یہ وہی حکیم جبلہ ہیں جو بصرے میں تھے اور جن کے ہاں عبداللہ بن سبا جا کر ٹھہرا تھا، حضرت علیؓ نے کہا آپ میں سے جو خلافت کا خواہش مند ہو میں بیعت کو تیار ہوں، دونوں نے انکار کر دیا، تب ان سے کہا کہ خیر اب آپ بیعت کیجیے، وہ کچھ سوچنے لگے، مالک اشتر نے تلوار کھینچ کر کہا میں ابھی سر جدا کر دوں گا، حضرت طلحہ نے فرمایا میں اس شرط سے کرتا ہوں کہ علیؓ کتاب و سنت کے مطابق حکم دیں اور حدود شرعی جاری کریں، قاتلان عثمان سے قصاص لیں، حضرت علیؓ نے اقرار کیا تو انھوں نے بیعت کی، حضرت زبیر کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کیا گیا انھوں نے بھی انھیں شرطوں پر بیعت کی، حضرت سعد نے فرمایا میں سب کے بعد کروں گا، حضرت عبداللہ بن عمر نے تامل کیا، مالک اشتر نے قتل کرنا چاہا، حضرت علی نے فرمایا انکا ضامن میں ہوں، کئی جلیل القدر صحابیوں نے بیعت نہیں کی، بنی امیہ میں سے کسی نے نہیں کی، ان میں سے بہت سے لوگ شام کی طرف جہاں حضرت معاویہ امیر تھے چلے گئے، حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی خون آلود انگلیاں اور حضرت عثمانؓ کا خون بھرا قمیص حضرت معاویہؓ کے پاس پہونچ گیا دوسرے روز حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے حضرت علیؓ کو اپنی شرط بیعت کی یاد دلا کر کہا کہ اگر آپ قصاص میں دیر کریں گے تو ہماری بیعت فسخ ہو جائیگی، حضرت علیؓ نے فرمایا قصاص ضرور لونگا

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا ترجمہ مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو تلاش کر لو کیونکہ آگے کچھ ایسے حالات پیش آنیوالے ہیں جنمیں مختلف رنگ ہونگے اور اگر مجھے چھوڑ دوگے تو میں تم میں سے ایک شخص کے مثل رہونگا اور جسکو تم خلیفہ مقرر کروگے شاید تم سے زیادہ اسکی اطاعت میں کرونگا، اور میرا وزیر ہونا تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے میرے امیر ہونے سے، یہ آخری فقرات بہت زیادہ قابل غور اور نتیجہ خیز ہیں اور آپکے ایام خلافت اس مضمون کی تصدیق کیلیے کافی ہیں ۱۲

لیکن اس وقت بلوائیوں کا زور ہے ذرا اطمینان ہو جائے،

ابن سبا حضرت علیؓ کے حکم سے انحراف کرتا ہے آپ سے روز حضرت علی نے حکم دیا، جو عرب کوفے، بصرے اور مصر وغیرہ سے آئے ہیں واپس چلے جائیں لیکن ابن سبا اور اُسکے گروہ نے صاف انکار کر دیا، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کو حضرت علی کا شیدائی ظاہر کرتے ہیں، لیکن انھوں نے کبھی حضرت علی کی اطاعت نہیں کی اور نہ ان کے احکام کی تعمیل کی، بلکہ ان کے انتظامات اور تدابیر میں ہمیشہ روڑے اٹکاتے رہے، اور جناب امیر کو ہمیشہ اس گروہ سے شکایت رہی جس کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتے رہے، یہ لوگ حضرت علی کو دھوکا بھی دیتے تھے، پھر بھی تم ابن سبا کے پیرو بنے ہوئے ہو!

حضرت معاویہ اور شامیوں نے حضرت علی کی بیعت سے انکار کیا تو حضرت علی نے شام پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں، مدینے والوں کو کشت و خون کا خوف ہوا حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے حضرت علی سے کہا کہ ہم کو عمرہ کرنیکے لیئے مکہ جانیکی اجازت دیجیے، آپ نے ان کا مدینے میں رہنا مناسب نہ سمجھ کر اجازت دیدی، بصرے اور مصر کے والی کو خط لکھا شام کے لیے فوج تیار کرو جس وقت ہم طلب کریں فوراً بھیجو، بلوائیوں میں سے جنکی کثیر تعداد مدینے میں ابتک موجود تھی کسی کو فوج کے حصے کا سردار مقرر نہیں فرمایا، اس سے حضرت علی کی نیک نیتی اور سچائی ظاہر ہوتی ہے، آپ کو ان لوگوں کی رعایت بھی منظور نہ تھی، فوج مرتب ہو کر مدینے سے روانہ ہی ہوئی تھی کہ مکے کی جانب سے خبر پہنچی وہاں آپکی مخالفت کی تیاریاں ہو رہی ہیں، مجبوراً شام کا ارادہ ملتوی کیا گیا،

قصاصِ عثمانؓ کیلیے حضرت عائشہؓ کی تیاریاں حضرت عائشہؓ حج کر کے مدینہ واپس آ رہی تھیں راستہ میں حضرت عثمان کی شہادت کا حال سنا، مکہ لوٹ گئیں، لوگ ارد گرد جمع ہوئے تو فرمایا

واللہ مظلوم مارے گئے ہیں ان کے خون کا بدلا لوں گی بلوائیوں نے جس خون کو اللہ نے حرام کیا تھا بہایا اور جس شہر کو اللہ نے اپنے رسول کا دار ہجرت بنایا تھا وہاں خوں ریزی کی جس مہینہ میں خوں ریزی ممنوع تھی اس مہینہ میں خوں ریزی کی جس مال کا لینا جائز نہ تھا اس کو لوٹ لیا جس وجہ سے یہ لوگ عثمانؓ کے دشمن ہوئے عثمان اس سے پاک و صاف تھے

بنی امیہ جو بعد شہادت عثمانؓ مدینہ سے مکہ چلے آئے تھے بول اُٹھے کہ ہم آپ کے شریک ہیں حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ سے پوچھا آپ یہاں کیسے آئے کہا مدینہ میں بلوائیوں کا تسلط ہو گیا ہی بھاگ کر آئے ہیں پوچھا آپ ہمارے ساتھ ہونگے کہا ہاں، اہل مکہ سب حضرت عائشہ کے تابع فرمان تھے۔

حضرت عائشہؓ کی زبانگی بصرہ کو | یہ بات طے ہوئی کہ پہلے خون عثمانؓ کے مطالبہ کی قوت پیدا کرنا چاہیے وہ مکہ میں رہ کر نہیں ہو سکتی مکہ والے ہمارے ہم خیال ضرور ہیں لیکن اگر بلوائی جو مدینہ میں موجود ہیں حملہ کریں تو انکا مقابلہ نہیں کر سکتے عبداللہ بن عامر سابق گورنر بصرہ نے رائے دی اور بالآخر انہیں کی رائے مانی گئی کہ بصرہ چلنا چاہیئے وہاں میں گورنر کی حیثیت سے رہ چکا ہوں بصرہ کے لوگوں کی ایک خاص تعداد حضرت طلحہؓ سے عقیدت رکھتی ہے انشاء اللہ ہماری ایک اچھی جمعیت ہو جائے گی چنانچہ عبداللہ بن عامر اور یعلی بن منیہ سابق گورنر یمن نے جو روپیہ والے تھے حضرت عائشہؓ کے لشکر کا سامان سفر تیار کرنے میں بہت بڑا حصہ لیا مکہ میں جب منادی کرائی گئی کہ جو شخص خون عثمانؓ کا بدلا لینا چاہتا ہو وہ شریک لشکر ہو تو ڈیڑھ ہزار مکہ والے ساتھ ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ مغیرہ بن سعیدؓ دونوں سابق گورنر جنکا ذکر ہو چکا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ تھیں روانہ ہوتے وقت مروان بن الحکم بھی جو حضرت عثمانؓ کے میر منشی تھے مکہ پہونچ گئے اور ساتھ ہوئے

پسند یافتہ مفسد تھے سعید بن العاص بھی شریک ہو گئے سب لوگ مکہ سے نکل کر تھوڑی دور چلے تھے کہ چاروں طرف سے بکثرت لوگ آآکر شریک ہوئے لشکر کی تعداد تین ہزار ہو گئی امہات المومنین حضرت حفصہؓ کے سوا جنکو ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مکہ ہی میں روک لیا اور سب حضرت عائشہؓ کے ہمراہ ذات عرق تک آئیں وہاں سے حضرت عائشہؓ سے رد رو کر جدا ہوئیں مدینہ کی طرف تشریف لے گئیں، مروان کی طبیعت مفسدہ پرداز تھی راستہ میں اسکی شرارت سے کچھ ایسی باتیں پیش آگئیں کہ سعید بن العاص عبداللہ بن خالد بن اسید اور مغیرہ بن سعید اور ان کے ساتھ قبیلہ ثقیف کے بہت سے آدمی لوٹ گئے،

حضرت عائشہؓ بصرہ میں حضرت عائشہؓ مع لشکر کے بصرہ کے قریب پہونچیں اس وقت بصرہ میں عثمان بن حنیف گورنر تھے وہ اپنا لشکر لے کر بصرہ سے نکلے اور حضرت عائشہؓ کے لشکر کے مقابل میں صف آرا ہوئے حضرت طلحہؓ نے نکل کر ایک مختصر تقریر میں حضرت عثمانؓ کے فضائل بیان کیے اور لوگوں کو قصاص لینے کی ترغیب دی حضرت زبیرؓ نے بھی حضرت طلحہؓ کی تقریر کی تصدیق و تائید کی حضرت عائشہؓ کی سادہ اور پر تاثیر تقریر کا فوری اثر یہ ہوا کہ بصرہ کے گورنر کے لشکر میں دو گروہ ہو گئے ایک گورنر کے ہمراہ آمادۂ جنگ ہو گیا دوسرا گروہ وہ تھا جو حضرت طلحہ اور زبیرؓ سے جنگ کرنا اچھا نہیں جانتا تھا یہ اختلاف دیکھ کر حضرت عائشہؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اپنے اپنے جائے قیام پر واپس چلے آئے لیکن گورنر بصرہ برابر مقابلے پر کھڑے رہے انھوں نے ایک شخص کی معرفت حضرت عائشہؓ کو پیغام بھیجا اے ام المومنین عثمان غنیؓ کا قتل ہونا زیادہ پسندیدہ تھا بمقابلہ اس کے کہ تم اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر نکلیں تمھارے لیے اللہ نے پردہ مقرر کیا تھا تم نے پردہ کی ہتک کی اگر تم اپنے ارادے سے آئی ہو تو مدینہ چلی جاؤ اور اگر بجبر و اکراہ آئی ہو تو خدا تعالیٰ سے مدد چاہو اور لوگوں سے واپس چلنے کو کہو یہ تقریر ابھی ختم

ہونے پائی تھی کہ حکیم بن جبلہ نے جو ابن سبا کا قدیم دوست اور ہمخیال تھا حضرت ام المومنین رضؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا ادھر سے بھی مدافعت کی گئی مگر شام ہو جانے کی وجہ سے لڑائی رک گئی صبح کو پھر شروع ہوئی حکیم بن جبلہ مارا گیا گورنر نے شکست کھائی فتحیاب فریق نے بصرہ پر قبضہ کر لیا گورنر گرفتار ہو کر آئے تو حضرت ام المومنین رضؓ نے چھوڑ دینے کا حکم دیا وہ حضرت علی رضؓ کے پاس چلے گئے، قبضہ تو ہو گیا لیکن بصرہ میں دو گروہ تھے ایک مخالف اور ایک موافق حضرت علی رضؓ حضرت عائشہ رضؓ کے مقابلہ میں جنگ کی تیاری کرتے ہیں حضرت علی رضؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضؓ لشکر لیکر بصرہ کی طرف گئے ہیں تو آپ نے تمام مدینہ والوں سے مدد مانگی اور جنگ کیلیے آمادہ کیا مدینہ والے کشمکش میں تھے انکو حضرت عائشہ رضؓ طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ سے لڑنا بہت شاق تھا لیکن جب کچھ ممبر لوگوں نے آمادگی ظاہر کی تو اور لوگ بھی آمادہ ہو گئے حضرت علی رضؓ بصرہ کی طرف روانہ ہوئے لشکر میں مصری اور کوفی گروہ بھی تھے اسی لشکر میں ایک اور ذات شریف مع اپنے ساتھیوں اور رازداروں کے موجود تھے، وہ عبداللہ بن سبا تھا راستہ میں حضرت عبداللہ ابن سلام رضؓ ملے انھوں نے بہت ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ کہا "اے امیر المومنین رضؓ آپ مدینہ سے تشریف نہ لیجائیں واللہ اگر آپ یہاں سے نکل کر جائیں گے تو مسلمانوں کا امیر پھر یہاں لوٹ کر نہ آئیگا لوگوں کے دلوں میں اسقدر جوش بھرا ہوا تھا کہ ذرا سی مخالفت کا بھی تحمل نہیں ہو سکتا تھا انھوں نے ادب و احترام کو بالائے طاق رکھ دیا تھا حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ کوئی معمولی صحابی نہ تھے لیکن لوگ گالیاں دیتے ہوئے حملہ کرنے کیلیے دوڑے حضرت علی رضؓ نے فرمایا جانے دو آنحضرتؐ کے صحابہ میں یہ اچھا آدمی ہے کچھ دور چلے تھے کہ خبر آئی کہ طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ کا بصرہ پر قبضہ ہو گیا حضرت علی رضؓ نے زبذہ میں مقام فرمایا۔ یہیں سے احکام فراہمی لشکر کے لیئے جاری فرمائے

کوفہ سے لشکر لانے کیلیئے لوگوں کو بھیجا آپ جانتے تھے کہ لوگ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے لڑنا
پسند نہیں کرتے فرمایا میں ان لوگوں پر حملہ نہ کرونگا اور جبتک وہ خود حملہ کرکے مجھ کو مجبور
نہ کرینگے اُن سے نہ لڑوں گا۔ جہانتک ممکن ہوگا راہ راست پر لانے کی کوشش کرونگا
وہاں سے روانہ ہوکر ثعلبہ پہونچے تو معلوم ہوا کہ حکیم بن جبلہ مارا گیا، ذی وقار پہونچے تو
عثمانؓ بن حنیف حاضر خدمت ہوے ان سے فرمایا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے اول میری بیعت کی
پھر بدعہدی کرکے خروج کیا ان لوگوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ، و عثمانؓ کی اطاعت کی اور میری
مخالفت کی کاش یہ لوگ جانتے کہ میں ان سے جدا نہیں ہوں،

حضرت ابوموسیٰ اشعری کوفے کے گورنر تھے وہ آنحضرتؐ کے ارشاد کے بموجب
لڑائی میں شریک ہونا اچھا نہیں سمجھتے تھے کہتے تھے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ عنقریب
فتنہ برپا ہونے والا ہے اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑا ہونیوالے سے اور کھڑا ہوا پیادہ
چلنے والے سے اور پیادہ سوار سے بہتر ہوگا، کل مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں
انکا خون و مال حرام ہے حضرت علیؓ نے کوفے سے فوج منگانے کیلیئے وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کو بھیجا
مگر کامیابی نہوئی! آخر حضرت حسنؓ بن علیؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسر کو جانا پڑا حضرت ابوموسیٰ
کسی طرح راضی نہوئے اسی اثناء میں حضرت عائشہؓ کے خطوط بصرہ سے کوفے میں پہنچگئے
جن میں لکھا تھا کہ اس زمانہ میں تم لوگ کسی کی مدد نہ کرو اپنے اپنے گھر میں بیٹھ رہو اگر کرو تو ہماری
مدد کرو کیونکہ ہم حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلا لینے نکلے ہیں حضرت ابوموسیٰؓ بھی بیٹھ رہنے کی
تحریک کرتے تھے حضرت حسنؓ اور عمارؓ بن یاسر شریک جنگ ہونے کی تحریک کرتے تھے
حضرت حسن کی تقریر کا کافی اثر ہوا سب نے شرکت کی آمادگی ظاہر کردی حضرت علیؓ نے مالک اشتر کو بھی
پیچھے سے بھیجا تھا وہ بھی عین اس موقع پر پہونچا جب حضرت حسنؓ تقریر فرما رہے تھے

اور بھی تقویت ہوگئی۔ غرضکہ نو ہزار فوج کوفے سے روانہ ہوکر ذی قار میں پہونچ گئی،
سعی صلح مابین حضرت علیؓ جانب حضرت علیؓ نے صلح و آشتی کی غرض سے حضرت قعقاع بن عمروؓ کو
حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ کے پاس پیغام لیکر بھیجا حضرت قعقاعؓ ایک بہت
ذی ہوش صاحب اثر اور مقرر بزرگ تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آنحضرتؐ کے صحبت یافتہ
تھے وہ بصرہ پہونچے تو حضرت عائشہؓ سے عرض کی کہ آپ کو اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا
اور آپکی کیا خواہش ہے فرمایا میرا مدعا صرف مسلمانوں کی اصلاح اور ان کو قرآن پر عامل بنانا ہے
حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے بھی یہی سوال کیا گیا انھوں نے بھی وہی جواب دیا حضرت قعقاعؓ نے کہا
پھر آپکا مقصد تو اس طرح پورا نہو گا جس طرح آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں فرمایا کہ قرآن پاک میں
قصاص کا حکم ہے ہم خون عثمان کا قصاص لینا چاہتے ہیں حضرت قعقاع نے کہا قصاص کیلیے
اول خلافت کا قیام و استحکام ضروری ہے تاکہ امن و امان قائم رہے اس کے بعد البتہ
قصاص لیا جا سکتا ہے لیکن درحالیکہ امن و امان ندارد ہو نظام ملکی مفقود ہو تو ہر شخص لینے کا
مجاز نہیں ہے آپ نے حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے میں بصرہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا لیکن
حرقوص بن زہیر بھاگ گیا، آپ نے جب اسکا پیچھا کیا تو تقریباً چھ ہزار آدمی اسکی طرف سے آپ سے
لڑنے کو تیار ہوگئے اسوقت آپ نے مصلحتاً اسکا تعاقب چھوڑ دیا، اسی طرح حضرت علیؓ اگر مصلحتاً
فتنہ کے فرو کرنے اور کافی طاقت حاصل کرنے کے انتظار میں فوراً قصاص نہ لے سکے تو آپکو
تھوڑے دن انتظار کرنا چاہیے تھا، آپکا خود قصاص لینے کے لیے تیار ہوجانا ہرگز جائز نہیں،
خدا کیلیے فتنے کو کم کیجیے بڑھائیے نہیں مفت میں مسلمانوں کا کشت و خون ہوگا اور قاتلان عثمانؓ
قصاص سے بچتے رہیں گے فی الحال بڑی اصلاح یہی ہے کہ صلح کر لیجیے تاکہ مسلمانوں کو امن و عافیت
حاصل ہو، آپ برائے خدا ہم لوگوں کو بلا میں ڈالیں ورنہ یاد رہے کہ آپ بھی مبتلا ہوجائیں گے

اور اُمتِ مسلمہ کو بڑا نقصان پہونچے گا،

اس تقریر کا خاطر خواہ اثر ہوا حضرت عائشہؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا اگر حضرت علیؓ کے یہی خیالات ہیں اور وہ قاتلان عثمانؓ سے قصاص لینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر جھگڑا ختم ہے مخالفت کی کوئی بات ہی باقی نہیں رہی ہم تو ابتک یہی سمجھتے تھے کہ ان کو قاتلان عثمانؓ سے ہمدردی ہے اور اسی وجہ سے وہ لوگ ان کے لشکر میں شریک ہیں اور ان کی زیر حمایت سب اہم کاموں میں دخیل ہیں۔ قعقاع نے کہا کہ میں جو عرض کرتا ہوں حضرت علیؓ کے یہی خیالات ہیں تینوں حضرات نے فرمایا کہ پھر ہم کو بھی ان سے کوئی مخالفت نہ ہوگی۔

غلط فہمی رفع ہوگئی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ نہ حضرت علی چاہتے تھے نہ حضرت عائشہ اور نہ ان کے ساتھی کسیقدر غلط فہمی ہوگئی تھی وہ بھی رفع ہوگئی کوئی مخالفت باقی نہ رہی،

حضرت قعقاع رخصت ہوکر حضرت علی کے پاس چلے انکے ساتھ بصرے کے معزز اور صاحب اثر لوگوں کا ایک وفد ہوگیا، ان وفد والوں نے یہ سُنا تھا کہ حضرت علیؓ کا ارادہ بصرہ کو فتح کرکے قتل عام کرنے کا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنانے کا ہے اس لیئے وہ اس بات کی تحقیق کرنا چاہتے تھے کہ واقعی حضرت علیؓ اور کوفہ والے مصالحت پر آمادہ ہیں یا نہیں یہ خبر عبداللہ ابن سبا کے افترا پرداز گروہ نے جو حضرت علی کے لشکر میں شریک تھے بصرے میں مشہور کرادی تھی اس گروہ کی شرارت بدنفسی اور فتنہ پردازی کو ملاحظہ کیجیے۔ غرض یہ تھی کہ مسلمانوں میں جہاں تک تفرقہ پڑے کشت وخون ہو اچھا ہے۔

جب حضرت قعقاع نے حضرت علیؓ سے پوری گفتگو بیان کی تو آپ بہت خوش ہوئے اہلِ وفد کوفہ والوں سے ملے عندیہ دریافت کیا تو انھوں نے بھی صلح وآشتی کی موافقت کی حضرت علیؓ نے بصرہ والوں کو پورا اطمینان دلایا وہ خوش خوش واپس آئے اور سب کو مژدہ صلح سُنایا

لیکن ابن سبا اور اس کے گروہ کو تکلیف دہ مایوسی ہوئی حضرت علیؓ نے تمام لشکر کے سامنے ایک پُر اثر تقریر فرما کر حکم دیا کہ کل بصرہ کی طرف کوچ ہوگا لیکن نہ بغرض جنگ بلکہ بغرض صلح یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو لوگ محاصرہ عثمانؓ میں شریک تھے وہ ہمارے ساتھ نہ جائیں بلکہ ہمارے لشکر سے علٰحدہ ہو جائیں یہ سننا تھا کہ اہل مصر اور عبداللہ ابن سبا پر بجلی گر پڑی یہ بلوائی تھے اور انھیں میں قاتلان عثمانؓ بھی تھے اس وقت ان لوگوں کی تعداد دو ڈھائی ہزار تھی انمیں بعض بڑے چالاک اور با اثر تھے عبداللہ ابن سبا نے ایک خاص جلسہ کیا جس میں ابن ملجم اشتر اشتر کے خاص خاص دوست علیا بن التیہم۔ سالم بن ثعلبہ۔ شریح بن اوفی وغیرہ بلوائی اور شریک ہوئے جلسہ میں کہا کہ آج کا حکم سن چکے ہو اب تو جناب امیر بھی طلحہؓ اور زبیرؓ کے ہم خیال ہو گئے اگر ان کے باہم صلح ہو گئی تو ہم سے ضرور قصاص لیں گے سارا جھگڑا خون عثمانؓ کے قصاص کا ہے صلح ہو گئی تو ہمارے خون پر ہوگی ہماری خیریت نظر نہیں آتی تو کیا ہمکو اپنی جان بچانی فرض نہیں ہے کیوں نہ ہم دنیا ہی سے طلحہؓ زبیرؓ و علیؓ کا قصہ ختم کر دیں لیکن یہ کام سہل نہیں ہے علیؓ کے پاس بھی لشکر ہے طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس بھی لشکر ہے ہماری تعداد مقابلۃً بہت کم ہے اس پر رائے زنی ہونے لگی۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا سب نے عبداللہ ابن سبا سے کہا کہ آپ اپنی رائے بتلائیں کہا میری رائے یہ ہے کہ کہیں نہ جاؤ حضرت علیؓ کے لشکر سے جدا نہ ہو وہ ہزار کہیں۔ اگر وہ نکال بھی دیں تب بھی قریب ہی رہو اور یہ کہدو کہ ہم اس لیے قریب رہنا چاہتے ہیں کہ اگر صلح نہو جنگ کی ٹھہرے تو ہم آپکی مدد تو کر سکیں لیکن ہمیں کوشش کرنا چاہیے کہ صلح نہونے پائے لڑائی ہو جائے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے جسوقت یہ باہم لڑ پڑے تو پھر ہمارے لیے کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا سب نے اس رائے سے اتفاق کیا

صبح کو لشکر چلا، بلوائی کچھ لشکر کے ساتھ کچھ فاصلہ پر رہے بصرہ کے قریب ایک جگہ قیام ہوا

دونوں لشکر ایک ہی میدان میں رہے تین روز تک خاموش پڑے رہے ہر لشکر میں کچھ لوگوں نے جنگ شروع کرنے کیلیے کہا حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا گفتگوے صلح درپیش ہے نتیجہ کا انتظار ضروری ہے حضرت علیؓ نے دوسرے لشکر میں پیغام بھیجا کہ اگر آپ اس اقرار پر جسکی قعقاعؓ نے اطلاع دی ہے قائم ہیں تو اس وقت تک جنگ ملتوی رہے جبتک سب باتیں طے نہ ہو جائیں حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے جواب دیا ہم اپنے اقرار پر قائم ہیں آپ مطمئن رہیں

اسکے بعد حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ لشکر سے نکل کر میدان میں آئے ادھر سے حضرت علیؓ بھی آئے حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ سے کہا تم نے میرے خلاف اور میری دشمنی کیلیے پشکر فراہم کیا اور میرے مقابلہ پر آئے، کیا عنداللہ تم کوئی عذر پیش کر سکتے ہو کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں کیا تم پر میرا اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں ہے حضرت طلحہؓ نے کہا کیا تم نے عثمانؓ کے قتل میں سازش نہیں کی حضرت علی نے کہا خدا تعالیٰ دانا و بینا ہے اور وہ قاتلان عثمانؓ پر لعنت بھیجے گا اور کیا تم نے میری بیعت نہیں کی کہا ہاں میں نے بیعت کی تھی لیکن کیسی حالت میں کہ میری گردن پر تلوار تھی اور وہ بیعت قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص لینے کے ساتھ مشروط تھی،

اسکے بعد حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ کیا تم کو یاد نہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم ایک شخص سے لڑو گے اور تم اس پر ظلم کرنیوالے ہو گے حضرت زبیرؓ نے کہا ہاں مجھ کو یاد آگیا آپ نے مجھ کو پہلے کیوں نہ یہ بات یاد دلائی تو میں مدینہ سے آتا ہی نہیں اب باللہ میں تم سے ہرگز نہ لڑونگا، اس گفتگو کے بعد اپنے اپنے لشکر میں چلے گئے،

حضرت زبیرؓ نے آکر حضرت عائشہؓ سے کہا مجھ کو علیؓ نے ایسی بات یاد دلائی ہے کہ اب میں ہرگز نہ لڑونگا سب کو چھوڑ کر لوٹ جاؤنگا طرفین نے جنگ کے ارادے دل سے نکال ڈالے، تیسرے دن تمام کو تمام شرائط صلح طے ہو کر مکمل ہو گئے یہ ٹھہری کہ کل صبح صلحنامہ لکھکر فریقین کے دستخط ہو جائیں

جنگ جمل

ابن سبا کا فریب اور جنگ جمل یہ خبر ابن سبا اور اسکی جماعت کو پہونچی تو سخت تشویش پیدا ہوئی رات بھر مشورے ہوتے رہے صبح ہونے ہی کو تھی کہ ابن سبا کے گروہ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر کے لشکر پر حملہ کر دیا، اُنھوں نے بھی مدافعت کی بس لڑائی شروع ہو گئی شور سُن کر حضرت طلحہ و زبیر نے تعل کر سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت علی کے گروہ نے اچانک حملہ کر دیا فرمایا علی بغیر خونریزی کے باز نہ آئیں گے ادھر حضرت علی نے شور و غل سُنکر سبب پوچھا تو عبداللہ بن سبا کے چند آدمیوں نے جو وہاں پہلے سے اسی غرض سے متعین کر دیئے گئے تھے کہا کہ طلحہ و زبیر نے اچانک حملہ کر دیا اور ہم کو بھی مجبوراً مدافعت کرنا پڑی حضرت علیؓ نے فرمایا افسوس! طلحہ و زبیر بغیر کشت و خون کے باز نہ آئیں گے پھر کیا تھا باضابطہ جنگ شروع ہو گئی، اصلیت نہ ان کو معلوم تھی نہ اُن کو، ایک دوسرے کو مجرم دغا سمجھتے تھے لیکن طرفین کی طرف سے یہ منادی ہو گئی کہ بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، مال و اسباب نہ چھینا جائے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ ناگوار تھی، مجبوراً لڑ رہے تھے باہم عداوت و دشمنی نہ تھی حضرت زبیر کنارہ کش ہو کر دور چلے گئے. ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے شہید کر ڈالا اور حضرت علیؓ کو خوش خبری سُنائی آپ نے فرمایا رسولِ خدا نے حضرت زبیرؓ کے قاتل کی جگہ جہنم بتلائی ہے حضرت علیؓ کا گذر حضرت طلحہ کی لاش مبارک پر ہوا تو فرمایا کاش میں آج سے بیس برس پہلے مر گیا ہوتا حضرت طلحہؓ کے ہاتھ کو بار بار چومتے تھے فرماتے تھے یہ وہ ہاتھ ہے جسنے رسولِ خدا کے اوپر سے مصائب کو دفع کیا ہے

جنگ کے ختم ہونے پر حضرت علی نے ہر دو جانب کے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھی دفن کرایا جنگ جمل میں جانبین سے تیرہ ہزار مسلمان کام آئے جن میں بڑے بڑے صحابی بھی تھے کیسا نقصان عظیم ہوا۔ اب تم ہی اس بات کا فیصلہ کرو کہ اس جنگ کا باعث کون تھا؟

اے ابنِ سبا! ع از فتنۂ تو صبر مسلماں گلہ دارد

مذہب سبائی پر سرسری نظر

میرے دوستو! تم بھی تھوڑی دیر کیلئے حتی الامکان خالی الذہن ہو کر اور جنبہ داری کی عینک اُتار کر دیکھو۔ ممکن ہے کہ میں جن باتوں کو غلط۔ مہمل۔ خلاف قیاس۔ خلاف عقل۔ خلاف قرآن وحدیث سمجھتا ہوں حقیقت میں وہ ایسی نہ ہوں اور گو مجھے اپنی جنبہ داری کا احساس نہ ہوتا ہو مگر تاہم وہ میری رائے پر اثر کر رہی ہو

جب میں تاریخ کے صفحوں پر نظر ڈالتا ہوں، سبائیوں کی خاص مذہبی کتابوں کو پڑھتا ہوں ابن سبا کی کارروائیوں کو دیکھتا ہوں ان عقائد و اصول کو جانچتا ہوں جو اس نے خود یا جو اسکے بعد اسکے ہم راز و ہم خیال دوستوں نے ایجاد کیے ہیں تو مجھے یقین آجاتا ہے کہ یہ سب عمارت اسلام کی تخریب کی غرض سے کھڑی کی گئی تھی اس لیے سبائی مذہب کی تحقیق ٹھنڈے دل سے کرنا چاہیے،

اچھا تمہارے سامنے اگر کوئی نیا مذہب پیش کیا جائے تو تم اس مذہب کی حقانیت کی جانچ کیلیے کیا معیار یا موازنہ اختیار کروگے ایسا مضبوط اور سچا معیار ہونا چاہیے جو ایک مسلمان کے قلب کو تسکین و اطمینان دیدے۔ میں ایک معیار بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ پہلے اس مذہب کے "اُصول" دریافت کرو پھر ان اصول کی مطابقت آیات قرآنی سے کرو جو مطابق ہو جائے وہ ٹھیک اور

قابلِ قبول - جو نہ مطابق ہو وہ غلط اور مردود - کیا قرآن پاک سے بہتر کوئی ذریعہ حق و باطل میں تمیز کرنیکا مل سکتا ہے قرآن کا نام فرقان بھی ہے اسکے معنی ہیں حق و باطل میں فرق دکھلانیوالا راستی و کجی میں فرق ظاہر کرنے والا،

خدا فرماتا ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ (پارہ ۲۵ سورہ شوری)

(ترجمہ) اللہ ہی تو ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ ترازو ہے -

یہ بات ہی اور ہے کہ تم کلام اللہ کو نہ مانو اسمیں شک کرو یا کچھ حصہ مانو اور کچھ حصہ نہ مانو حالانکہ خدا نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ وہ سرتاپا حق ہے اور اسمیں شک کی گنجایش نہیں ہے قرآن کے ساتھ وہ معاملہ ہونا چاہیئے جو حضرت سرمد نے چند فیصلہ کن مصرعوں میں بیان کردیا ہے

سرِ مد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد

مانو تو ایک ایک لفظ حق مانو نہ مانو تو بالکل قطع نظر کردو، دو عملہ کے درمیان دو یا سلائی لگادو سنو! خدا فرماتا ہے

أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ (۲ - ۸۵) -	کیا تم کتاب اللہ کے بعض حصوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے! ایسے شخص کی یہی سزا ہو سکتی ہے کہ اسکو دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھایا جاے اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو سخت ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائیگا -

مشتے نمونہ از خروارے کے اصول پر ذرا مذہب سبائی کے صرف چند اصول کی جانچ اس معیار سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کرو

سبائیوں کا عقیدہ خدا کے بارہ میں

مذہب میں سب سے زیادہ ضروری اور اہم عقیدہ خدا کی ذات وصفات کا ہے خدا کے وجود کے سب قائل ہیں منکر شاذ و نادر ہیں۔ مسلمانوں کا تصور الٰہی یہ ہے کہ وہ نقائص سے پاک اور اپنے جملہ صفات میں کامل ہے یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کسی گروہ یا قوم کی عقلی استعداد کا اندازہ کرنے کیلیے سب سے پہلے اُسکے تصور الٰہی پر نظر ڈالو جسقدر یہ تصور بلند اور شائستہ ہوگا اتنی ہی اس گروہ یا قوم کی عقلی استعداد ترقی یافتہ ثابت ہوگی برعکس اسکے تصور الٰہی کی پستی اور ناشائستگی اس گروہ یا قوم کی عقلی استعداد کی پستی کی دلیل ہے قرآن پاک نے خدا کے صحیح تصور کی تعلیم دی لیکن جو مسلمان قرآن مجید کو پس پشت ڈالدیتے ہیں وہ خدا کی تصور میں ٹھوکریں کھاکر دور ہوکر ضلالت کی راہ پر چلنے لگتے ہیں

ہم یہاں صرف صفت "علم" خداوندی کا ذکر کرتے ہیں خدا عالم ہے اور اس صفت میں بھی وہ مثل اور صفتوں کے اکمل ہے وہ سب کچھ جانتا ہے جو ہو چکا ہے جو ہو رہا ہے اور جو ہونیوالا ہے قرآن پاک میں وہ اپنے کو "علیم وخبیر" بیان کرتا ہے کیا کوئی اس سے زیادہ اسکے صفات سے واقف ہے کیا معاذاللہ وہ جھوٹ کہتا ہے؟ اسکی شان میں یہ کہنا کہ وہ جاہل ہے صرف گستاخی ہی نہیں بلکہ کفر ہے وہ جملہ نقائص سے پاک ہے۔ کیا جاہل ہونا نقص نہیں ہے؟

بدا اور اسکی ضرورت لیکن سبائی فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کو سب باتوں کا علم نہیں ہوا سوجہ سے جب اُسکی پیشین گوئیاں غلط ہوجاتی ہیں تو اسکو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے۔ سبائی خدا کی اس جہالت کو بدا کہتے ہیں۔ فرقہ سبائی میں محقق طوسی کے سوا اور کوئی بھی بدا کا منکر نہیں ہے کیا تم ایک منٹ کیلیے

بھی شک کر سکتے ہو کہ یہ عقیدہ قرآن پاک کے خلاف نہیں ہے۔

اب بدا کا حال فرقۂ اثنا عشریہ کے ائمہ کی روایتوں کی روشنی میں ملاحظہ ہو پہلی روایت سُنیے خدا نے امام جعفر صادق کے ذریعہ سے اس بات کا اِعلان کیا کہ امام جعفر صادق کے بعد انکے بیٹے اسمٰعیل امام ہونگے مگر اسمٰعیل سے کچھ حرکات ناشایستہ صادر ہوئیں جن کا علم خدا کو نہ تھا ورنہ وہ اسمٰعیل کے امام ہونے کا اعلان نہ کرتا، اسلیے خدا نے اپنی رائے تبدیل کر دی اور امام جعفر صادق کے دوسرے بیٹے موسیٰ کاظم رضا کو امام بنایا کہتے ہیں کہ ایسا بڑا بدا خدا کو کبھی نہیں ہوا تھا،

یہ یاد رہے کہ سبائیوں کا وہ گروہ جو بارہ اماموں کو مانتا ہے اور جو اثنا عشریہ کہلاتا ہے حضرت اسمٰعیل کو امام نہیں مانتا لیکن تم نے سُنا ہوگا کہ ایک بہت بڑا فرقہ ہے جو اسمٰعیلیہ کہلاتا ہے وہ جناب اسمٰعیل ابن امام جعفر صادق کو امام مانتا ہے۔ سبائیوں میں کچھ فرقے ایسے ہیں جو دوسرے فرقے کے امام کو نہیں مانتے۔ فرقۂ اثنا عشریہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کوئی انکے امام سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ امام کے منکر کا وہی درجہ ہے جو نبی کے منکر کا ہے۔ سنیوں کی نسبت بھی یہی فتویٰ ہے بعض کٹر سبائی سنیوں کو نجس سمجھتے ہیں اور برتاؤ بھی اسی عقیدے کے مطابق کرتے ہیں،

دوسری روایت سنیے، خدائے علام الغیوب نے امام نقی کی معرفت اس پیشین گوئی کا اعلان فرمایا کہ انکے بعد انکے بیٹے محمد امام ہونگے مگر خدا کو یہ علم نہ تھا کہ محمد اپنے باپ کے سامنے فوت ہو جائیں گے تو انکے مرنے کے بعد اپنی جہالت کی وجہ سے (معاذ اللہ) خدا کو اپنی رائے بدلنا پڑی اور پیشین گوئی کے خلاف حسن عسکری کو امام بنایا،

تیسری روایت امام باقر فرماتے ہیں کہ اللہ نے امام مہدی کے ظہور کا وقت ۷۰ھ مقرر کیا تھا مگر جب امام حسین شہید کر ڈالے گئے تو اللہ کو زمین والوں پر سخت غصہ آیا اسلیے اُسنے امام مہدی کے

ظہور کو پیچھے ہٹا دیا اب کوئی وقت اس کے بعد ہم کو نہیں بتایا،

خدا کو بدا ہوا اُس کو پہلے نہ تھا کہ امام حسین شہید کر ڈالے جائیں گے اور مجھے غصہ آجاے گا، اسلیے امام حسین کی شہادت کے بعد اسکو اپنی راے بدلنا پڑی اور اب ظہورِ امام مہدی کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے امام مہدی کا ظہور سبائی گروہ کے لیے خاص کر ایک نعمتِ عظمیٰ ہے جسقدر جلد ہو بہتر ہے۔ تمام سبائی بے چینی کے ساتھ منتظرِ ظہور ہیں لیکن ایک بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی امام حسین کے شہید ہونیسے خدا کو غصہ قاتلان حسین پر آنا چاہیے تھا مگر غصہ آیا سبائیوں پر کہ امام مہدی کا ظہور بلا تعین زمانہ ملتوی کر دیا گیا اور حضرات سبائی دنیوی حشمت و جاہ سے محروم کر دیئے گئے یہ بات بھی منجملہ ان باتوں کے ہے جن کو سبائیوں کے سوا کوئی ذی فہم مان نہیں سکتا تھا پھر بدا یہیں نہیں ختم ہوتا خدائے پاک کو کئی بار ہوا بلکہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ خدا کو بدا بہت ہوتا ہے[1]۔

افسوس! مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ بے حج | ان لوگوں نے خدا کی جیسی قدر جاننی چاہیے تھی جانی نہیں

میرے دوستو! ان سب باتوں کا راز ابھی انھیں مجتہدوں کی زبانی معلوم ہو جائیگا وہ خود تم کو بتائینگے کہ بدا کا مسئلہ اماموں کا گڑھا ہوا ہے اور اسکے گڑھنے کی خاص ضرورت واقع ہو گئی تھی۔

مذہب سبائی کے تصنیف اور تکمیل کرنیوالے خوب جانتے تھے کہ اس مذہب میں اکثر عقائد و مسائل اس قدر خلافِ نصِ قرآن و خلافِ عقل ہیں کہ کوئی قبول نہیں کریگا اسلیے لوگوں کو جال میں پھانسنے کیلیے جہاں بہت سی دلکش سہولتیں اور دلچسپیاں شامل کر دی گئی ہیں وہاں دنیاوی طمع کے راستے بھی کشادہ کر دیے گئے ہیں چنانچہ اماموں کی زبانی خدا کی طرف سے ایسی بشارتیں و پیشین گوئیاں بھی کر دی گئیں کہ فلاں سنہ میں جو بہت قریب ہے امام مہدی کا ظہور ہونیوالا ہے ان کا ظہور ہوتے ہی

[1] اصول کافی صفحہ ۲۱۱

اِس مذہب والوں کی نحوست دفع ہو جائیگی اور ثروت سلطنت اور جاہ و حشمت کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب وہ سنہ آیا اور ان پیشین گوئیوں کا ظہور نہ ہوا تو کہہ دیا کہ خدا کو بدا ہو گیا اب رنگ آمیزی اور ابلہ فریبی دیکھیے ہر برائی کس دلیری و آسانی سے لباس مذہبی سے آراستہ کر کے جواب صد خیر بنا دی جاتی ہے اول تو خدا کو جاہل کہا گیا پھر اسی صفت جہالت کو تقدس دیا گیا سنیے امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اللہ کی بندگی اعتقاد بدا کے برابر کسی چیز میں نہیں ہے اسکے برابر کوئی عظمت خدا کی نہیں اگر لوگ بدا کی عقیدت کا اجر جان جاتے تو کبھی اسکے قائل ہونے میں سستی نہ کرتے کوئی نبی نہیں بنایا گیا جب تک اس نے پانچ چیزوں کا اقرار نہ کیا ان میں بدا بھی ہے،

اسی کے ساتھ وہ تاویل بھی پڑھیے جو علامہ مجلسی کو بدا کی بابت کرنا پڑی اور جس کا حوالہ مولوی حامد حسین صاحب مجتہد اعظم نے اپنی کتاب استقصاء الافحام جلد اول صفحہ ۱۲۸ الغایت ۱۵۸ میں یوں فرمایا ہے

"یہ پیشین گوئیاں اُن مومنین کی تسلی کیلیے تھیں جو دوستانِ خدا کی آسائش اور اہل حق کے غلبہ کے منتظر تھے، اگر ائمہ علیہم السّلام شروع ہی میں شیعوں کو بتا دیتے کہ مخالفین کا غلبہ ابھی رہے گا اور شیعوں کو سخت مصیبت ہوگی ان کو ایک ہزار یا دو ہزار سال کے بعد آسایش ملیگی تو وہ مایوس ہو کر دین سے پھر جاتے اسلیے ائمہ نے اپنے شیعوں کو خبر دی کہ آسایش کا زمانہ جلد آنے والا ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ پیشین گوئیاں خدا کی جانب سے نہ تھیں بلکہ ائمہ نے مصلحتاً گڑھ لی تھیں۔ بدا کا عقیدہ بھی صرف فریب دینے کی غرض سے تصنیف کر لیا گیا تھا لیکن اس تصنیف کا سہرا کسکے سر ہے علامہ مجلسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کے سر۔

کیا تم اس بات کو قبول کرنے کیلیے تیار ہو کہ حضرات ائمہ کے اخلاق ایسے گرے ہوے تھے

سلہ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۸۴

افترا

کہ وہ ایک جھوٹی بات بنا کے خدا کی طرف منسوب کرتے، فی الحقیقہ" وہ ائمہ ایسی [redacted] سے بالکل بری ہیں بلکہ تنہا سبائی کمیٹی کے ممبر اس جھوٹ کے ذمہ دار ہیں۔

ائمہ کرام مفت بدنام کیئے جاتے ہیں لیکن اب اصلیت کون دریافت کرتا ہے۔ لوگ لکیر کے فقیر ہیں۔ ایکطرف کو منہ اٹھائے ہوئے چلے جاتے ہیں نہ خود دیکھتے ہیں نہ کسی کی سنتے ہیں، تمنے ایک عقیدے کو جانچا، اسکو قرآن کے خلاف پایا، معمولی عقل کے بھی خلاف ہے، اگر مذہب سبائی کے اصول کی جانچ کرتے وقت اس بات کو پیش نظر رکھوگے کہ ان کے اصول قرآن پاک کے مطابق ہیں یا خلاف تو ہمیشہ خلاف پاؤگے۔ کیا یہ عقیدے اس مذہب کے ہو سکتے ہیں جسکی تعلیم خدا اور خدا کے رسول نے دی؟ مذہب سبائی قرآن پاک اور حکم خدا اور رسول کے خلاف ہے، خدا رسول سے فرماتا ہے،

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ	تحقیق کہ تم رسولوں سے ہو اور صراط مستقیم پر ہو
هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ	یہ میرا راستہ سیدھا ہے تم اس پر چلو اور راستوں پر نہ چلو،

یہ ظاہر ہے کہ مذہب سبائی کے اصول صراط مستقیم سے بالکل الگ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم کے سوا سب راستے شیطان (گمراہی) کے ہیں، سبائیوں کا یہ عقیدہ خدائے پاک کی نسبت ہے ہمنے صرف ایک صفت کا ذکر کیا ہے اس سے زیادہ اس مختصر رسالے میں گنجایش نہیں ہے،

سبائیوں کا عقیدہ انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں

تم نے قرآن مجید میں پڑھا ہوگا کہ حضرت آدمؑ جنت سے اس وجہ سے نکالے گئے کہ انھوں نے ابلیس کے اغواء سے شجر ممنوع کا پھل کھا لیا تھا (دیکھو سورۂ بقر) لیکن سبائی گروہ کا عقیدہ کچھ اور ہی ہے

وہ کہتے ہیں اس وجہ سے نکالے گئے تھے کہ انھوں نے ائمہ پر باوجود ممانعت کے حسد کیا تھا،
سبائیوں کے ہاں جو کچھ ہیں امام ہیں،
سارے قرآن کو پڑھ ڈالو یہ واقعہ کہیں نہ نکلے گا، ساری حدیثیں پڑھ ڈالو کہیں نہ ملے گا،
کوئی اتنا پوچھے کہ اس افسانہ کی سند کیا ہے تو اسکے سوا اور کیا جواب دینگے کہ قرآن و حدیث
میں تو نہیں ہے لیکن ائمہ کی ثناء و مدح میں حدیث تصنیف کر لینا عین ثواب ہے، یہ جھوٹ تو ہے
مگر مقدس جھوٹ ہے، اگلی امتوں میں یہودی اور عیسائی بھی ایسا ہی کرتے تھے ہم نے کوئی
نئی بات نہیں کی،

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں ہے۔ نہ کسی صدیق کا
نہ کسی شہید کا نہ کسی ولی اللہ کا نہ کسی امام کا، لیکن تمہارے تعجب کی کوئی حد نہیں رہے گی جب
تمہیں فرقۂ سبائی کا یہ عقیدہ معلوم ہوگا کہ ہر شیعہ کا مرتبہ نبی کے برابر ہے۔ ذرا سنیئے "ابراہیمؑ گفت
کہ خداوندا مرا از شیعیانِ علی ابن ابی طالب گردان خدا تعالےٰ دعاے او را قبول کرد و وے را
داخل شیعان علی نمود (دیکھو خلاصۃ المنہج) (ترجمہ) حضرت ابراہیمؑ نے کہا خداوندا مجھے شیعیانِ علی سے
کر دے۔ خدا نے اُنکی دعا قبول فرمائی اور ان کو شیعیانِ علی میں داخل کر دیا۔ سبحان اللہ! یہ مرتبہ ہے
شیعیانِ علی کا، یعنی حضرت خلیل اللہ کے برابر۔ رہا حضرت علیؓ کا مرتبہ وہ تو کم سے کم ہر نبی سے افضل
مانا ہی جاتا ہے۔ معاذ اللہ! اور کیوں مانا جاتا ہے اسوجہ سے کہ حضرت علی کو خدا مان لیا ہے
ڈر کے مارے زبان سے نہ کہے لیکن ہر سبائی دل میں ٹھیٹھ نصیری ہے، دیکھ لیا سبائیوں کا
عقیدہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت کیا ہے؟

عیسائیوں نے پیغمبروں کی شان مقدس کو نہیں سمجھا۔ کئی ایک پیغمبروں پر الزام گناہ کبیرہ کا
لگایا حالانکہ پیغمبر لوگوں کی اصلاح کیلئے بھیجا جاتا ہے وہ پاک نفس ہوتا ہے اور اخلاق حسنہ کا نمونہ ہوتا ہے

خود را نصیحت دیگراں را نصیحت کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا اسکا مرتبہ ہر طرح تمام خلق اللہ سے بلند ہوتا ہے لیکن بانیانِ مذہب سبائی نے پیغمبروں کے مرتبۂ حقیقی کے گھٹانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ غرض صرف اِس قدر تھی کہ حضرت علی کو تمام پیغمبروں سے بلند تر کرکے درجۂ الوہیت پر پہونچادیں چنانچہ پہونچا دیا۔ سبائیوں کے تمام گروہوں نے ان کو خدا مان لیا۔ ابن سبا کی روح پکار اٹھی "ہو المراد"۔

سبائیوں کا عقیدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسا تھا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہ تھے اس وجہ سے کہ ائمہ کو بعد آپ کے وہی مرتبہ و اختیار حاصل تھا جو آپ کو تھا۔ ائمہ کے پاس وحی آتی تھی اور وہ مثل محمد کے مفترض الطاعت تھے انکو حرام و حلال کرنے کا اختیار تھا۔ حضرت محمد پر جو قرآن نازل ہوا وہ غائب ہے اس لیے سبائیوں کیلیے دوسری کتابوں کی ضرورت ہوئی تم تو یہ سمجھتے ہوگے کہ جو وحی حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے آتی تھی آنحضرتؐ کے بعد اس کا آنا ہمیشہ کیلیے موقوف ہو گیا کیونکہ آپ خاتم النبیین تھے۔ اب کوئی اور نبی نہو گا لیکن سبائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ (۱) بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت جبرئیلؑ حضرت فاطمہ زہراؓ پر مصحف فاطمہ لائے وہ قرآن موجودہ سے تگنا ہے اور بڑی صفت اسمیں یہ ہے کہ اس قرآن کا اس میں ایک حرف بھی نہیں ہے۔ اچھا تو اس میں ہے کیا؟ سُنیے قیامت تک کے بادشاہوں کے نام اور ان کے حالات درج ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ اس میں دینی باتیں نہیں ہیں، کیا اللہ میاں کو ایک مکمل تاریخ نازل کرنیکی بہت سخت ضرورت تھی؟

(۲) افسانۂ نزول کتاب یہیں تک نہیں ختم ہوتا بلکہ ایک "کتاب علی" بھی ہے جو بڑی ضخیم جلد ہے

اونٹ کی ران کے برابر موٹی ہے اس میں کیا ہے؟ سُن کر تمھارا دل خوش ہو جائے گا، مسلمانوں کے خلاف مسائل درج ہیں۔ کس قدر مفید اور ضروری ہوگی۔ مبارک ہو

(۳) جفر ابیض بھی قابل فخر ہے وہ ایک انسائیکلو پیڈیا ہے جسمیں تمام انبیاء، واولیا وعلمائے بنی اسرائیل کے علوم بھرے ہوئے ہیں۔

(۴) ایک رجسٹر بہت مکمل جس میں تمام شیعیان علی کے نام جو قیامت تک ہونگے درج ہیں اور تمام دشمنان علی کے نام بھی جو قیامت تک ہونگے درج ہیں اسکے رکھنے کی جگہ زمین پر ملنا تو دشوار ہی ہے۔

(۵) اسکے علاوہ ہر سال شب قدر میں امام وقت پر ایک کتاب نازل ہوتی ہے جس میں سال بھر کے احکام ہوتے ہیں اس کتاب میں خدا جن عقیدوں کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، جنکو چاہتا ہے باطل کر دیتا ہے۔ ہر پچھلی کتاب اگلی کتاب کو منسوخ کر دیتی ہے، بیشک بڑے معرکہ کی کتاب ہوگی اصلی قرآن کا قصہ ایک افسانہ ہے وہ امام غائب کے پاس ہی نہ امام غائب تشریف لائیں گے نہ حضرات سبائیہ کو اسکی کبھی زیارت ہوگی، قرآن موجودہ قابل اعتبار نہیں محرف ہے اسلیے کوئی کتاب عقائد کی ہونا چاہیے تھی اور وہ بھی ایسی کہ تقویم پارینہ نہ ہو تازہ بتازہ نو بنو ہو۔ عقائد کا بدلنا بالکل امام کے اختیار میں ہو۔ اس سال شراب حرام ہے دوسرے سال حلال، البتہ متعہ اور تقیہ ہمیشہ حلال رہینگے

چہ مستی است ندانم کہ رو بما آورد
کہ بود ساقی و ایں بادہ از کجا آورد

لیکن امام حسن عسکری کی وفات کے بعد جو کتابیں ہر شب قدر کو نازل ہوئیں وہ کسکے پاس ہیں اور کیوں جناب والا یہ سب کتابیں کس محافظ خانہ میں ہیں۔ بہت لوگ مشتاق زیارت ہیں

مگر ہم یقین دلاتے ہیں کہ قیامت تک نہ آپ کے اصلی قرآن کی نہ ان میں سے کسی کتاب کی شکل دیکھنے میں آئیگی یہ سب کتابیں بھی امام غائب ہی کے پاس ہیں نہ، امام ۴ یا ۶ برس کے تھے جب قتل کے خوف کی وجہ سے بھاگ کر غار میں جا چھپے تو قرآن اور یہ سب کتابیں جن کا بوجھ کئی اونٹوں کے اٹھائے بھی نہیں اٹھ سکتا تھا اٹھا کر لے گئے۔ سبحان اللہ!

میرے دوستو! تم نے افسانوں کو مات کر دیا!!! جھوٹ اور سفید جھوٹ!! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا اچھا عقیدہ یہ ہے کہ جب حضرت امام مہدی تشریف لائینگے تو پہلے شخص جو ان سے بیعت کرینگے وہ حضرت محمدؐ ہوں گے (دیکھو حق الیقین صفحہ ۱۶۷) تمھیں یاد ہوگا کہ ابن بابویہ نے جو پہلا عقیدہ لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح حضرت محمدؐ بھی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، بہت دیر کے بعد اس کی حکمت کھلی،

ذرا خیال تو کیجیے ایک نبی اور پھر کیسا نبی افضل الانبیا وہ ایک امام کی اتباع کرے گا امام کا درجہ نبی سے کس قدر بڑھا دیا اور نبی کا درجہ کسقدر گرا دیا، یہ عقیدہ ہے رسول عربی کی بابت اور سنیئے رسول خدا ادائے فرض رسالت میں کوتاہی کرتے تھے صحابہ کے خوف کے مارے خدا کا پیغام لوگوں سے نہیں کہتے تھے معاذ اللہ! یہ اس پیغمبر کی ذات پاک پر حملہ ہے جسکا قلب خدا کی اس ہدایت سے منور تھا کہ صرف میرا خوف کرو اور کسی کا نہ کرو سکتے ہیں آپکو حجۃ الوداع میں حکم خداوندی پہونچا کہ حضرت علی کی خلافت کا اعلان کر دو تو آپ نے یہ کہہ کر ٹالدیا کہ میری قوم ابھی نو مسلم ہے اگر میں اپنے بھائی کی نسبت ایسا حکم دوں تو لوگ بھڑک جائینگے، دوبارہ خدا کو عتاب کرنا پڑا، ایسا نہ کروگے تو فرائض رسالت سے سبک دوش نہ ہوگے اس پر بھی ٹال دیا آخر خدا کو وعدۂ حفاظت کرنا پڑا تب تبلیغ کی مگر گول گول الفاظ میں، رسول اللہؐ نے بہت سی آیاتِ قرآنیہ مارے ڈر کے چھپا ڈالیں جن کا آج تک کسی کو علم نہیں ہوا

(دیکھو عماد الاسلام مصنفہ مولوی دلدار علی صاحب) سبائیو! تمھاری دلیری کا کیا کہنا "چھپا ڈالیں جن کا آجتک کسی کو علم نہیں ہوا"۔ یہ تو بتاؤ تمھیں کیسے علم ہوا؟ یہ کیسے جھوٹے اور رکیک الزام رسول خدا کی شان میں ہیں ان سے بڑھ کر اور کون الزام ہوں گے، کتنی بڑی توہین رسول اکرم کی ہے، آپ معاذ اللہ منصب رسالت کے فرائض ادا کرنے میں جان بوجھ کر کمی فرماتے تھے خدائے عزوجل کے حکم کی تعمیل سے گریز فرماتے تھے ٹال دیتے تھے آپنے آیات قرآنی چھپا ڈالیں، گویا آپ منصب رسالت کے اہل ہی نہ تھے معاذ اللہ! خداوند تعالے کا انتخاب بھی غلط اور ناقص تھا اس گستاخی سے زیادہ بھی کوئی گستاخی خدا اور خدا تعالیٰ کے محبوب رسول کی شان میں ہو سکتی ہے پھر چھپا ڈالنے کا ثبوت کسقدر مضبوط ہے "جسکا آجتک کسی کو علم نہیں ہوا"۔ اور نہ اب ہو سکتا ہے سبائیوں کا وہ عقیدہ تھا خدا تعالیٰ کے بارے میں جو تم پڑھ چکے ہو اور یہ عقیدہ ہی افضل الانبیا کے بارے میں۔ ع۔ وائے گر در پس امروز بود فردائے،

خداوند تعالے پیغمبر خدا کی ازواج مطہرات کے فضائل قرآن میں بیان فرماتا ہے، لیکن سبائیوں کو حضرت عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے ایسی دشمنی ہے کہ انپر تبرا کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ کو وہ بہت محبوب تھیں اس فرقہ کو آنحضرتؐ سے محبت تو درکنار آپکے دل دکھانے میں بھی باک نہیں اور اس پر مومن ہونیکا دعویٰ ہے ایک جگہ خدا مومن کی تعریف یوں کرتا ہے النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ پ ع ۱۰ ترجمہ مومنین پر نبی اون کی جانوں سے بڑھ کر ہے اور نبی کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں،،

سبائیوں کا عقیدہ و سلوک صحابہ رسول کیساتھ

تم سبائیوں کا عقیدہ خدا کے ساتھ انبیائے سابقین کے ساتھ اور رسول عربیؐ کے ساتھ

سُن چکے اب ذرا ان کا عقیدہ وسلوک حضرت پیغمبر خدا کے صحابۂ کرام کے ساتھ بھی دیکھ لو، وہ بلاتقیہ ان مقدس حضرات کو کافر، منافق اور مرتد کہتے ہیں جو بھی ناملائم کلمات ان کی زبان پر آجاتے ہیں جناب رسول خدا کے دوستوں کیلیے بیدریغ استعمال کرتے ہیں اور بہت خوش ہوتے ہیں اس فرقہ کو صرف قرآن ہی سے انحراف نہیں ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول ہی سے بھی کھلی ہوئی بغاوت اور عداوت ہے خدا فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لوگوں کیلیے آخری رسول مکمل دین کے ساتھ بھیجے گئے اور گروہ کے گروہ حلقۂ اسلام میں آئے آنحضرتؐ کو ہدایت واشاعت دین میں وہ کامیابی ہوئی جو اور کسی رسول کو نہیں ہوئی عیسائی مؤرخ بھی اس کامیابی کے معترف ہیں وہ کہتے ہیں کہ گروہ متقدایان مذاہب میں سب سے زیادہ کامیاب حضرت محمدؐ صاحب تھے لیکن بہائی کہتے ہیں کہ معاذاللہ یہ سب بالکل جھوٹ ہے بلکہ پیغمبر خدا کو اپنے مشن میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد پانچ شخصوں کے سوا اور جتنے مسلمان تھے سب مرتد ہوگئے تھے کیا یہ کھلا ہوا حملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیم اور مقدس صحبت پر نہیں ہے، گویا اس تعلیم وصحبت کا اثر پانی کے بلبلوں سے زیادہ نہ تھا کیا خدا کے کلام کی سچائی پر کافرانہ حملہ نہیں ہے صحابہ کے راسخ العقیدہ راسخ الایمان نیک اعمال سچے پیرو ہونے کی دنیا معترف ہے تاریخی واقعات شاہد ہیں لیکن ایک ہٹ دھرم بہائی کے متعصب دل کو راستی کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے سب ناکافی ہیں،

اون پانچ شخصوں کے نام یہ ہیں حضرت علیؓ حضرت سلمانؓ فارسی حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت مقدادؓ حضرت ابوذر غفاریؓ۔ بس یہ مکمل فہرست ہے اس میں گھٹانا ممکن ہے لیکن بڑھانے کی گنجایش نہیں کیونکہ ایک معتبر روایت کے بموجب تنہا حضرت مقدادؓ سچے مومن تھے اور باقی حضرات نقص سے بری نہ تھے اس سفید جھوٹ کی بھی کوئی حد ہے؟ تم کو یاد ہوگا

کہ بیعت رضوان کے وقت ذیقعدہ ۶ھ میں صرف پانچ برس قبل رحلت پیغمبرؐ کے
پندرہ سو[۱۵۰۰] صحابی تھے جنکی نسبت خدا نے بشارت دی کہ میں ان سے راضی ہوں اور خود سبائیوں کے
ائمہ کی روایتوں سے ثابت ہے کہ ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائیگا اور بعد ازاں
حجۃ الوداع میں چالیس ہزار[۴۰۰۰۰]، غزوۂ تبوک میں ستر ہزار[۷۰۰۰۰]، اور بوقت وفات آں حضرتؐ
ایک لاکھ چوبیس ہزار[۱۲۴۰۰۰] صحابہ تھے لیکن سبائی کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کہا کرے حدیث میں ہوا کرے
تاریخ بکا کرے ہم تو ہرگز نہ مانیں گے کہ پانچ شخصوں کے سوا کوئی مسلمان تھا کیونکہ اگر مان لیں
تو مذہب سبائی باطل ہو جاتا ہے اور اس مذہب میں ہمیں بہت سی سہولتیں اور دلچسپیاں ہیں
چھوڑا نہیں جاتا۔ میرے دوستو! یہ کیسی بڑی دھاندلی ہے اگر کسی اور فرقے کا یہ عقیدہ ہوتا
تو تم اسپر کفر و گمراہی کی فرد قرارداد جرم لگا دیتے اور کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ ہوتی،
آخر معلوم تو ہو کہ تم پیغمبرؐ خدا کے دوستوں سے کیوں عداوت رکھتے ہو۔ پیغمبرؐ خدا تو
اُن سے محبت کرتے تھے حضرت علیؓ اور ان کی تمام اولاد محبت کرتی تھی جواب یہ ہے کہ
ہم کو اہل بیتؑ سے بہت محبت ہے اور صحابہ اہل بیتؑ کے دشمن تھے دشمنی ثابت کرنا تو غیر ممکن ہے
اچھا یہ بتاؤ اگر تمھیں اہل بیتؑ سے محبت ہے تو وہ محبت رسول اللہ کی محبت کی غرض سے ہے یا وہ
محبت مقصود بالذات ہے۔ اگر مقصود بالذات ہے تو گمراہی ہے اور اگر غرض محبت رسول اللہؐ ہے
تو رسول اللہؐ کے جو مسلمہ طور پر جانی دشمن تھے اور جنھوں نے آپ کو سخت سے سخت ایذائیں پہنچائیں
اُن سے تو ذرہ برابر عداوت نہیں رکھتے نہ اُن پر کبھی لعن و طعن کرتے ہو، سچ کہو ابوجہل، ابولہب
وغیرہ پر کبھی لعن و طعن کرتے ہو، دھوکا نہ دو تم کو ظاہر میں اہل بیت کی محبت کا اظہار ہے حقیقت میں
رسول اللہؐ کے دین کا انکار ہے، اصحاب کرام کے ذریعے سے قرآن و حدیث اور شریعت
رسول اللہؐ پہنچی ہے جب وہی دشمن اسلام کا فرمنافق ٹھہرے تو جو کچھ ان کے ذریعہ سے پہنچا

وہ بھی قابل اعتبار نہیں، یہ کہاں کی دوستی ہے؟

صحابہ کے مراتب خدا کے نزدیک خدا فرماتا ہے کہ صحابۂ کرام سچے مومن تھے، اللہ پر مضبوط ایمان رکھتے تھے سب امتوں سے بہتر تھے وہ لوگوں کی اصلاح کرتے تھے، اچھی باتوں کا حکم دیتے تھے۔ بُری باتوں سے روکتے تھے۔ ان میں مہاجرین تھے جنھوں نے میری راہ میں ہجرت کی ہے اپنے گھروں سے نکالے گئے، میری راہ میں ستائے گئے، اپنے مال و دولت سے محروم کیے گئے، ان میں انصار تھے جنھوں نے میرے رسول اور مہاجرین کی میرے لیے مدد کی، ان صحابہ نے میری راہ میں جہاد کیا مال دیا جانیں قربان کیں تو میں ان سب سے راضی ہوں اور وہ سب مجھ سے راضی ہوئے خدا کا راضی ہونا بہت بڑی نعمت ہے اور لوگوں کا خدا سے راضی ہونا بھی سہل نہیں یہ رضا و تسلیم کا درجہ ہے جو سب کو نصیب نہیں ہوتا، خدا نے اُن کی تصدیق کر کے فرمایا یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کو اپنی رحمت کی خوشخبری سنائی اور بہت صاف لفظوں میں فرمایا کہ ان کیلیے بخشش ہے اُن کے بہت بڑے درجے ہیں وعدہ فرمایا کہ میں انکے گناہوں کو ضرور ضرور مٹا دوں گا اور ضرور ضرور ان کو باغہائے بہشت میں جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں داخل کر دوں گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے،

اُن صحابہ کے جو سابقین اولین کی فہرست میں ہیں خاص مرتبے ہیں وہ تمام امت کے مقتدا و پیشوا ہیں آنحضرتؐ نے خاص خاص صحابہ کی نسبت خاص خاص اوصاف کی تعریف فرمائی ہے، آنحضرتؐ کی صحبت کے فیض نے ان حضرات کو رسول خدا کے اخلاق پاکیزہ سے رنگ دیا تھا، مسلمان ہونیکے بعد کسی صحابی نے دانستہ جھوٹ نہیں بولا اگر کوئی لغزش سرزد بھی ہوگئی تو بہت جلد اصلاح کر لی نہ کسی سے جان بوجھ کر کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوا

کسی سے کوئی حرکت نہیں ہوئی جو پیغمبر خدا کی محبت واطاعت اور ادب کے منافی ہو لیکن سبائی خدا کی اور رسول کی سب باتوں کو جھوٹ سمجھتا ہے اس گروہ کی یہ حالت ہے کہ خدا کے کلمات کو اپنے نفسانی جذبات کے مقابلے میں گستاخی کے ساتھ ٹھکرا دیتا ہے اور رسول خدا کی بزرگی اور صداقت کا مطلق لحاظ نہیں کرتا محبت تو ہے ہی نہیں،

لیکن اے میرے بہکے ہوئے دوستو! تم خدا کی کس کس بات سے انکار کروگے؟ فی الواقع تم بڑے دلیر ہو جو خدا کو بھی جھٹلاتے ہو، خدا کے کلام کی ہنسی اڑاتے ہو اور اس سے گستاخیاں کرتے ہو یہ عادتیں تم نے یہودیوں سے سیکھیں ابن سبا اور اس کے شاگردوں کا اثر بدتم پر پڑا ہزار انکار کرو لیکن ایک سچی بات رہتی ہے تم واقعات کو مٹا نہیں سکتے، یہودیوں کی عادتیں قرآن مجید سے ثابت ہیں تمہاری عادتیں تمہارے قول وفعل سے درخت کا حال اسکے پھلوں سے معلوم ہوتا ہے ایک ہادی رہنما کی تعلیم کا حال اسکے مقلدوں کے عقائد اور اخلاق سے معلوم ہوتا ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کسی پیغمبر کسی ہادی اور کسی ریفارمر کی تعلیم نے اتنی بڑی جماعت کو اپنے رنگ میں نہیں رنگا جیسا جناب رسول عربیؐ نے اپنے صحابہ کو غیر مسلم بھی اسکو مانتے ہیں لیکن نہیں مانتے تو حضرات سبائی حضرات صحابہ کی صداقت تقوے دیانت اور پاکیزہ خصائل ہی کا یہ اثر تھا کہ مختلف ممالک میں اسقدر جلد اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ یہ کوئی معمولی کامیابی نہ تھی،

صحابۂ کرام میں افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں آپ غار میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے اسکا ذکر خدا نے فرمایا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوا کسی صحابی کی فضیلت تشخیص کے ساتھ قرآن پاک میں نہیں بیان فرمائی،

تمام مفسروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سورۂ واللیل میں آیۂ کریمہ

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے (ترجمہ) اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ اُس آگ سے دور ہی رکھا جائیگا وہ ایسا ہے کہ اپنا مال (خدا کی راہ میں) دیتا ہے تاکہ (اسکا نفس) پاک ہو اور کسی کا اس پر احسان نہیں کہ اسکا بدلہ اتارتا ہو اسکو تو صرف اپنے پروردگار عالی شان کی رضا جوئی منظور ہے اور بس۔ اسکا خدا ضرور راضی ہوگا،

دوسری آیت ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (ترجمہ) خدا کے نزدیک تم میں سب سے بڑا بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے ان دونوں آیتوں کو ساتھ پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جن کو خدا نے اتقیٰ کا خطاب دیا تھا اللہ کے نزدیک وہ انبیا علیہم السلام کے سوا سب سے بزرگ و افضل ہیں،

خدا نے اپنے رسولؐ کے یار غار پر حالت حزن میں تسکین کے لیے سکینہ نازل فرمایا، یہ خاص عنایت اور شفقت خداوندی تھی۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو صدیقؓ فرمایا ہے اور خدا کے ہاں نبی کے بعد صدیق ہی کا مرتبہ ہے،

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ پ النساء	تو ایسے ہی لوگ (جنت میں) ان (مقبول بندوں) کیساتھ ہونگے جنپر اللہ نے (بڑی بڑی) احسانات کیے یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور دوسرے نیک بندے اور یہ لوگ (کیا ہی) اچھے ساتھی ہیں،

آنحضرتؐ نے مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تمام مسلمانوں کو نماز پڑھانے کیلیے امام بنایا،

ہم چند آیات قرانی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ میں پیش کرتے ہیں، سایوں کی مستند کتابوں سے بھی ایک آدھ حدیث رسول خداؐ کی اور چند اقوال حضرت امیرؓ حضرت امام حسنؓ

حضرت زین العابدین، امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کے جو حضرات صحابہ اور خصوصاً خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کی شان میں ہیں نقل کریں گے ان سے حضرات صحابہ کی صداقت ایمان علوئے مراتب و جواز خلافت ثابت ہوگا، فرقۂ سبائی کے لوگ گھبرا کر ان حدیثوں اور قولوں کو بھی نہ مانیں گے صرف اس وجہ سے کہ وہ ان کے جذبات نفسانی کے خلاف ہیں اگر مان لیں تو ان کو اپنے مذہب سے دست بردار ہونا پڑے اور مذہب ہے بہت پیارا گو وہ صرف بالو سے بنا ہے،

کاش تھوڑی دیر کیلیے اس امر پر غور فرماتے کہ ہر جماعت اپنے مذہب و عقیدے کو سچا قرار دیتی ہے۔ جو خدائے واحد کو پوجتی ہے وہ بھی، جو دو یا دو سے زیادہ خداؤں کو پوجتی ہے وہ بھی، جو بے چون و چگوں خدا کو پوجتی ہے وہ بھی، جو پتھر، درخت، سانپ، گائے سورج، چاند، شیطان کو پوجتی ہے وہ بھی، جو انسان کو خدا مانتی ہے وہ بھی، جو انسان کو خدا کا بیٹا مانتی ہے وہ بھی، جو خدا کو اپنی صفت علم میں کامل مانتی ہے وہ بھی، جو جاہل ناقص مانتی ہے وہ بھی، جو جھوٹ کو عبادت مانتی ہے وہ بھی جو اس کو ام المعائب مانتی ہے وہ بھی جو جناب محمدؐ کے مشن کو کامیاب مانتی ہے وہ بھی جو ناکامیاب مانتی ہے وہ بھی، جو صحابہ رسول خدا کو برا سمجھتی ہے وہ بھی جو ان حضرات کو مومن کامل سمجھتی ہے وہ بھی، ایک مذہب دوسرے مذہب کی ضد ہے ایک عقیدہ دوسرے عقیدہ کی ضد ہے دونوں حق نہیں ہو سکتے سچی اور سیدھی راہ صرف ایک ہی ہو سکتی ہے اور راہیں گمراہی کی ہیں پھر کون راہ مستقیم ہے کیونکر ملے کیا معیار حق و باطل کے دریافت کرنے کا ہے،

آیات قرآنی — ترجمہ

(۱) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیے وہ لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں،

۲ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ
عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط
وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ پ۴ س۳

پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور
میری راہ میں ستائے گئے اور انھوں نے قتال کیا اور قتل
کیے گئے ضرور ضرور مٹا دونگا میں انسے انکے گناہوں کو اور
ضرور ضرور داخل کرونگا ان کو باغہائے بہشت میں جنکے نیچے نہریں
بہ رہی ہیں یہ بدلا ہے انکا اللہ کیطرف سے اور اللہ کے پاس اچھا بدلا ہے

۳ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ
لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (پ۴ آل عمران)

تم ان سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کیلیے دنیا میں
ظاہر کی گئیں تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے
روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اہل کتاب ایمان لے آتے
تو بہتر ہوتا۔ کچھ لوگ ان میں سے مومن ہیں اور اکثر
ان میں سے بدکار ہیں، (پ۴ آل عمران)

۴ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط
لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (پ۱۰ انفال)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی،
اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے نبی کو اپنے
شہر میں جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں
ان کے لیے بخشش ہے اور روزی عزت کی ہے،

۵ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ
وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (پ۱۱ توبہ)

مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے (اسلام کے قبول کرنے میں)
سبقت کی (اور) سب سے پہلے (ایمان لائے) اور نیز وہ لوگ جو انکے بعد
خلوص دل سے داخل ایمان ہوئے اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں
اور اللہ نے انکے لیے باغہائے بہشت تیار کیے ہیں جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں
وہ ہمیشہ ہمیش ان باغوں میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے

۶ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ پ۱۰ توبہ	اگر تم ہمارے نبی کی مدد نہ کرو گے تو کچھ پرواہ نہیں اللہ اُنکی مدد کی جبکہ کافروں نے اسکو مکہ سے نکالا اس حال میں کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا (یعنی نبی کیساتھ اس سفر میں صرف ایک رفیق انکا تھا جب نبی اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ رنج نہ کرو۔ بیشک اللہ ہم دونوں کیساتھ ہے پھر اللہ نے اپنی تسکین اُسپر اتاری اور اللہ نے اسکی مدد کی ایسے لشکروں سے جنکو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ نے کافروں کی بات نیچی کر دی اور اللہ ہی کی بات سب سے بالا رہی اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے،

اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر ہے

صحابہ کے بارہ میں حدیث رسولؐ و اقوال ائمہ | حدیث رسول بند راویان فرقۂ امامیہ

(۱) علامہ کاشانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ فرمود بدوزخ نرود یکس از ان صد مرد کہ در زیر شجرہ بیعت کردند،

(۲) اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمِ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کسی کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے،

راوی امام موسیٰ رضا

(۳) اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا میرے اصحاب کے حق میں اللہ سے ڈرو اور ان کو اپنی ملامت کا نشان مت بناؤ،

(امام موسیٰ رضا نے اس حدیث کی صحت تسلیم کی)

(۴) نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ کی شان میں فرمایا ہے

اصل کتاب سے لوگوں نے نام حضرت ابوبکر یا حضرت عمر کا نکال ڈالا ہے اب وہاں پر لفظ فلاں رہ گیا ہے لیکن جمہور علمائے شیعہ کو تسلیم ہے کہ مراد حضرت ابوبکر ہیں اور بعض کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ مراد ہیں دونوں میں سے کوئی ہو بہرحال مدح ہے اور حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے ہے

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ لَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَ
دَاوَى الْاَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ
ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ
اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا
اَدَّى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهٗ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ
رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِيْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ
لَا يَهْتَدِيْ فِيْهِ الضَّالُّ
وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِيْ

خدا انعام کرے فلاں پر جس نے کجی کو سیدھا کیا جسنے امراض نفسانیہ کی دوا کی جس نے پیغمبرؐ کی سنت کو قائم کیا اور فتنہ کو دور کیا اس دنیا سے پاکدامن و کم عیب گیا خلافت کی خوبی پائی اور اس کے فساد سے پہلے رحلت کی خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا، اس دنیا سے کوچ کیا اور آدمیوں کو شاخ در شاخ راہوں میں چھوڑ گیا کہ نہ گمراہ ہدایت پاتا ہے اور نہ راہ پانے والا یقین حاصل کر سکتا ہے،

اس خطبے میں حضرت علیؓ نے دس اوصاف حضرت صدیقؓ کے بیان فرمائے ہیں (۱) خلق کو کجی کی راہ سے نکال کر راہ راست پر لائے (۲) امراض نفسانیہ کا اپنے وعظ و نصیحت سے معالجہ کیا (۳) پیغمبر خدا کی سنت کو قائم کیا (۴) ایسا انتظام کیا کہ فتنہ و فساد ان کے زمانہ میں نہیں ہوا (۵) خاشاک ملامت سے پاکدامن گئے (۶) خلافت کی خوبی پائی اور اسکے شر سے محفوظ رہے (۷) خدا کی اطاعت جیسی چاہیے بجا لائے (۸) خوف و تقوی کا حق بخوبی ادا کیا (۹) بعد انکے خلق خدا تشویش و حیرت میں پڑ گئی (۱۰) بعد انکے لوگ مختلف ہو گئے،

۵ حضرت علیؓ کا قول حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بابت جو حضرت معاویہؓ کے خط میں لکھا تھا اور جسکا ترجمہ یہ ہے (دیکھو شرح نہج البلاغہ مطبوعہ طہران) اور تجھے سب سے افضل اسلام میں

اور سب سے زیادہ مخلص اللہ و رسول کے خلیفہ صدیق اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق اور قسم اپنی جان کی کہ تحقیق ان کا مرتبہ اسلام میں بڑا ہے اور ان کی وفات سے اسلام میں سخت زخم پہونچا، اللہ ان دونوں پر رحم کرے اور ان کو ان کے اچھے کاموں کا بدلا دے

(۶) امام حسنؑ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ بمنزلہ میری سمع کے ہیں اور عمرؓ بمنزلہ بصر کے اور عثمانؓ بمنزلہ دل کے،

شیخ ابن بابویہ قمی کی کتاب معانی الاخبار میں امام موسی رضاؑ سے روایت کی ہے

(۷) امام باقرؑ کا قول۔ میں ابوبکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ کی فضیلتوں ۔ ۔ ۔

(۱۰) یہاں ہم صرف ایک دعا جو حضرت زین العابدینؑ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں صدق
دل سے خلوت میں بطور مناجات کے کرتے تھے اور جس کے نسبت تقیہ کا شک کھینچ
تان کے بھی لگانے کی گنجایش نہیں ہوسکتی صحیفۂ کاملہ سے جس کا ایک ایک لفظ حضرات
امامیہ کے نزدیک صحت و اعتبار میں کم از الفاظ قرآنی نہیں ہے اور جسکو حضرات امامیہ
زبور آل محمدؐ کہتے ہیں آیات بینات جلد اول کے صفحہ ۷۴/۷۵ سے نقل کرتے ہیں آیات بینات
میں جو عبارت بھی حاشیہ پر دیدی گئی ہے جس کا ترجمہ اسی کتاب میں حسب ذیل ہے

خداوندا رحمت نازل کر اوپر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصکر ان اصحاب
پر جنھوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا اور جنھوں نے سب طرح کی
مصیبتوں اور ایذاؤں کو اسکی اعانت میں گوارا کیا اور جنھوں نے ہمکو اسکی مدد میں
کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اور جنھوں نے اسکی رسالت کے قبول کرنیمیں بڑی جلدی کی
اور اسکی دعوت کی اجابت میں سبقت کی جب انکو پیغمبر خدا نے اپنی پیغمبری کی
حجتیں بتائیں تو انھوں نے بلا توقف قبول کیا اور انکے کلمے ظاہر کرنے میں
اپنے لڑکے بالوں جورو بچوں کو چھوڑا، اور انکی نبوت کے ثابت کرنے میں
اپنے باپ بیٹوں کو قتل کیا جب انھوں نے پیغمبر کا دامن پکڑا تو ان کے کنبے
قبیلے کے لوگوں نے انکو چھوڑ دیا اور جب وہ پیغمبر کی ترابت کے سایہ میں آئے
تب ان کے رشتہ داروں نے ان سے رشتہ توڑ دیا پس خدایا مت بھولنا تو ان
باتوں کو جو پیغمبر کے اصحاب نے تیرے واسطے اور تیرے پیچھے چھوڑا اور راضی کر دینا
ان کو تو اپنی رضامندی سے اسلیے کہ انھوں نے خلق کو تیری طرف جمع کر دیا
اور تیرے پیغمبر کے ساتھ دعوت اسلام کا حق ادا کیا، الٰہی وہ شکر کرنیکے لائق ہیں

کہ انھوں نے اپنی قوم اور کنبے کے گھر اور اپنے وطن کو تیرے پیچھے چھوڑ۔ اور عیش و آرام کو ترک کر کے ضیق معاش کو تیرے لیے اختیار کیا اور خداوندا اُن کے تابعین کو جزائے خیر دے جو دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہماری مغفرت کر اور ہمارے ان بھائیوں کے جو ہم میں سے ایمان میں سبقت لیگئے ہیں، کیسے تابعین جو ان اصحاب کی چال پر چلتے ہیں اور ان کے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور ان کے ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جنکو کوئی شک انکی نصرت میں نہیں آتا۔ اور جنکے دل میں کوئی شبہ انکے آثار کی پیروی میں نہیں آتا ہے جو معاون اور مددگار اصحاب کے ہیں اور جو اپنا دین انکے دین کے موافق رکھتے ہیں اور جو انکی ہدایت کے موافق ہدایت پاتے ہیں اور جو اصحاب سے اتفاق رکھتے ہیں اور جو کچھ اصحاب نے انکو پہونچایا اس میں ان پر کچھ تہمت نہیں کرتے ہیں اور خدایا رحمت نازل کر ان اصحاب کی جمعیت کرنیوالوں پر آج کے دن سے جس میں ہم ہیں قیامت تک اور ان کے ازواج و ذریات پر"۔

اب کیا کہتے ہو؟ جناب امام زین العابدین صحابۂ کرام کی اور انکے ساتھ کس کسکی فضیلت بیان فرما رہے ہیں ان کے حق میں دعا کر رہے ہیں اب بھی تمکو کوئی شک باقی رہگیا کیا اسکو بھی تقیے کی بنا پر کوئی رد کر دیگا، کیا مناجات کے وقت خلوت میں بھی تقیہ کی ضرورت ہوتی تھی کیا خدا سے بھی جھوٹ بولنے کی ضرورت ہوا کرتی تھی، کیا سبائی حضرت زین العابدین کی پیروی سے بھی گریز کر جائیں گے کیا غضب ہے کہ انکے امام تو اصحاب رسول کے محامد بیان کر کے خدا سے انکے حق میں دعائے خیر کریں اور وہ ان حضرات پر تبرا کہیں جو لوگ انکی چال پر چلیں انکو دائرۂ اسلام سے خارج جانیں اور جو انسے دشمنی رکھیں ان کو بڑا مومن و پاک سمجھیں،

خرد کا نام جنوں پڑگیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپکا دینِ کرشمہ ساز کرے

افسوس یہ لوگ تو نہ کسی کی معقول بات ہی سنتے ہیں نہ عقل سے کام لیتے ہیں! بہک کر بہت دور چلے گئے انکو وہاں سے نہ اسلام نظر آتا ہے نہ قرآن، ہر نبی کے صحابہ متقی اور تمام باتوں میں اپنے نبی کے متقلد ہوتے ہیں کوئی امت دنیا میں ایسی نہیں گذری جسنے اپنے رسول کے اصحاب کو بُرا کہا ہو اور ان پر لعنت کی ہو سوائے سبائیوں کے۔ اے سبائیو! تم [illegible] پسند کرتے ہو وہ لعنت پلٹ کے تم ہی پر آتی ہے،

سبائیون کا عقیدہ اپنے ائمہ کے بارے مین

اب ذرا سبائیوں کا عقیدہ اپنے ائمہ کرام کے ساتھ بھی دیکھ لو انکو تو کہیں کا رکھا ہی نہیں اخلاق کے لحاظ سے بدترین خلائق بنا دیا حالانکہ وہ حضرات اخلاق پاکیزہ کا اچھا نمونہ تھے، اپنے امام اول (حضرت علیؓ) کو تقیہ باز اور منافق کہتے ہیں، معاذ اللہ! تم تھوڑی دیر میں سُن لوگے کہ زرارہ صاحب کیسے بزرگ ہیں لیکن پھر بھی وہ سبائیوں کے ہاں معتبر راوی مانے جاتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام باقرؑ سے ایک مسئلہ پوچھا آپنے اُسکا کچھ جواب دیا ایک دوسرا شخص آیا اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اسکو پہلے جواب کے برخلاف جواب دیا تیسرا شخص آیا اسکو ان دونوں جوابوں کے برخلاف دیا جب دونوں چلے گئے تو مینے پوچھا یہ دونوں آپ کے گروہ میں سے تھے آپ نے جواب ایک دوسرے کے خلاف دیا، فرمایا یہی ہمارے حق میں بہتر ہے اسی میں ہماری خیریت ہے ورنہ ہم تم زندہ نہ رہنے پائیں، جب میں نے امام جعفر صادقؓ سے وہ امر پوچھا تو انھوں نے بھی اپنے پدر بزرگوار کے موافق جواب دیا

یہی نہیں کہ فقط ایک مسئلہ میں ائمہ کرام صرف دو تین ہی مختلف جواب دیتے تھے بلکہ ستر تک نوبت پہونچتی تھی، امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ میں ایک بات میں ستر پہلو رکھتا ہوں جس سے چاہوں نکل جاؤں ذرا ملاحظہ ہو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیسی نفرت خیز تصویر دکھائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ جان بھر کے جھوٹے اور فریبی تھے حالانکہ وہ بہت بڑے ولی اللہ ہیں ہم تو کہتے ہیں زرارہ صاحب نے خود اپنی تصویر کھینچی ہے حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت متقی وعارف باللہ بزرگ تھے انھوں نے تذکرۃ الاولیاء میں امام جعفر صادق رضؓ کے اوصاف حمیدہ اس عقیدت کیشانہ بیان سے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام کی شان بلند کے مناسب ان کو الفاظ نہیں ملتے،

آن سلطان ملت مصطفوی آن برہان حجتِ نبوی آن عاملِ تصدیق آن عالمِ تحقیق، آن میوۂ دلِ اولیا آن جگر گوشۂ سید انبیا، آن عارف عاشق قدوۂ جملہ مشائخ بود و اعتمادِ ہمہ بزرگے بود و مقتدائے مطلق بود و ہم عبادرا مقدم بود و ہم زہادرا مکرم (از تذکرۃ الاولیا)

وہ دین مصطفےٰ کے بادشاہ وہ حجت نبوی کی وہ دلیل، وہ عمل کے سچے وہ تحقیق کے عالم وہ اولیا کے دل کے میوے، وہ سید انبیا کے جگر گوشہ، وہ عارف عاشق تمام مشائخ کے پیشوا تھے سب لوگوں کا آپ پر بھروسہ تھا سب ہی کے پیشوا تھے عابدوں کے بھی اور زاہدوں کے بھی،

اے کوفے کی جماعت کے ممبرو! تم نے سب کی برائی کی کسی کو نہیں چھوڑا، ائمہ کرام کو بھی نہیں چھوڑا!! تم سے زیادہ کون جھوٹا ہو سکتا ہے، لیکن اس پر بھی تم معتبر راوی مانے جاتے ہو تم بدنصیبوں کے نصیب کا کیا کہنا،

کسی انصاف پسند سے پوچھو تو وہ بلا تکلف کہدیگا کہ یہ سب اول سے آخر تک جھوٹ کا طومار ہے

یہ افترا ان منافقوں اور جھوٹوں نے کیا ہے جنکو ائمہ کرام اپنے پاس آنے نہیں دیتے تھے وہ ائمہ کرام کو بدنام کرتے تھے اپنی طرف سے حدیثیں اور باتیں بنا کر ان حضرات کی طرف منسوب کرتے تھے، ائمہ کرام ان سے تبرا ظاہر کرتے تھے اور ان پر لعنت کرکے ان کو کاذب وملعون کہتے تھے، یہ سب واقعات خود سبائیوں کی مستند کتابوں سے ثابت ہوتے ہیں مگر ہمارے شیعہ دوست نہیں معلوم ان گندے الزاموں کو کیوں سچ مانے بیٹھے ہیں ! ! ائمہ کرام کی مقدس ہستیاں ایسے الزاموں سے قطعاً بری ہیں،

تم نے دیکھا کہ سبائی گروہ کے عقیدے خدا کے ساتھ کیا ہیں رسول خدا اور اصحاب رسول کے ساتھ کیا ہیں خود اپنے ائمہ کے ساتھ کیا ہیں کسی کے ساتھ بھی تو اچھے نہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے غور کے قابل ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص پسِ پردہ اسلام کی تخریب کی غرض سے ایسے عقیدے تصنیف کرکے شائع کر رہا ہے مسلمانوں کو فریب دے رہا ہے، لوگ دھوکا کھا رہے ہیں بے سمجھے ہوئے غلط وگمراہ کن عقیدوں کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں ورنہ مسلمان ہوکر خدا کو برا کہنا کیا معنی؟ انبیا کو برا کہنا کیا معنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے دوستوں کو برا کہنا کیا معنی سب کو جانے دو خود اپنے اماموں کو جن کو معصوم کہتے ہیں برا کہنا کیا معنے اچھے مذہب میں بھی کہیں ایسے بھونڈے عقیدے ہوتے ہیں اسلام تو بیچارا مذہب ہے اس میں ایسے غلط اور بے سر وپا عقیدے کس طرح ہو سکتے ہیں ایک غیر مسلم کے سامنے اگر اسلام بدیں صورت پیش کیا جائے تو اسکو حقارت آمیز نفرت ہو جائے گی ؎

سخن کوتہ مرا ہم دل تبقوی مائلست امّا
ز رنگ زاہد افتادم بکافر ماجرا ہا

میرے دوستو! یا تو میں تمکو دھوکا دے رہا ہوں یا ابن سبا اور اسکے شاگردوں نے تمکو جال میں

پھانسا ہے اسکا فیصلہ تمھارے سوا کون کرے اگر میں تم کو دھوکا دے رہا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت، خدا کے فرشتوں کی لعنت اور حضرت آدم کی اولاد کی لعنت ہو!

خدا کے لیے ان سب باتوں کو جانچو، اللہ نے تمھیں آنکھیں دی ہیں کان دیئے ہیں ان سے کام لو اگر کوئی معقول بات کہے تو سنو، کیوں بہرے ہوے جاتے ہو کیوں نابینا ہوے جاتے ہو!

دو عقیدوں کی اور جانچ خالی از دلچسپی نہ ہوگی بھائیوں کے ہاں متعہ اور تقیہ ایسی بڑی عبادتیں ہیں جن پر ثواب کے برسنے والے بادل چھائے رہتے ہیں

متعہ

خدا فرماتا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ (مومنون)

ترجمہ

ایمان والے مراد کو پہونچ گئے وہ جو نماز میں عاجزی کرتے اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) سے کہ اس میں ان پر کچھ الزام نہیں ہے لیکن جو اسکے علاوہ کے طلبگار رہوں تو وہی لوگ حد (شرع) کے باہر نکلے ہوے ہیں

خدا نے مجامعت کی اجازت صرف دو قسم کی عورتوں سے دی ہے، زوجہ منکوحہ یا لونڈی سے ایک مرتبہ خلیفہ ماموں رشید نے منادی کرادی کہ متعہ جائز ہے تو قاضی یحییٰ نے خلیفہ ماموں سے متعہ کی بابت ایک مختصر و لاجواب گفتگو کی،

قاضی یحییٰ ۔ اسلام میں ایک نیا رخنہ پڑا،

مامون رشید ۔ وہ کیا ؟

یحییٰ ۔ زنا حلال کر دیا گیا،

مامون ۔ کیونکر ؟

یحییٰ ۔ متعہ زنا ہی تو ہے،

مامون ۔ کس دلیل سے ؟

یحییٰ ۔ قرآن کی اس آیت میں (جو پوری آیت اوپر لکھی جا چکی ہے) صرف دو قسم کی عورتوں سے تمتع جائز کیا گیا ہے، جورو اور لونڈی سے، کیا متوعہ عورت لونڈی ہے ؟

مامون ۔ نہیں،

یحییٰ ۔ پھر کیا وہ زوجۂ شرعی ہے ؟ کیا اس کو میراث مل سکتی ہے ؟ (نہ اس کیلیے میراث ہے نہ عدت، نہ طلاق، نہ نفقہ)

اس تقریر پر مامون نے اپنا حکم منسوخ کر دیا،

وہ مباشرت جسے قرآن پاک حرام قرار دیتا ہے ہمیشہ حرام رہیگی اسکا چاہے کیسا ہی خوشنما نام رکھ لو ۔۔۔

زنا کو خدا ان الفاظ حرام فرماتا ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ؕ اور ہرگز زنا کے قریب جاؤ بیشک وہ بیحیائی اور بری راہ ہے

نکاح تسکین شہوت کیلیے نہیں ہے خدا فرماتا ہے مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ (پ ۵ نساء) مطلب یہ ہو کہ نکاح ایسی عورتوں سے کرو جو مستی نکالنے کیلیے ہیں یا چوری چھپے آشنائی کرنیکے لیئے ہیں مگر متعہ کی حقیقت پر غور کرو یہ چند روزہ ہوتا ہی اسکی غرض خدا کے حکم کے بالکل خلاف ہے،

متعہ عقلی طور پر ناجائز ہے، نکاح کی غرض افزایش نسل (یعنی اولاد) ہوتی ہے، نکاح اعلان کے ساتھ ہوتا ہے تاکہ لوگوں کو فریقین کے تعلقات جائز کا علم ہو جائے ان سے جو اولاد ہو وہ عزت کے ساتھ انھیں دونوں کی حلالی اولاد مانی جائے

آشنائی اور زنا میں بجائے اسکے کہ غرض اولاد ہو، اولاد کا نہ پیدا ہونا غرض ہوتی ہے اور بعض موقعوں پر اسقاط حمل کی بھی کوشش کی جاتی ہے، تو کیا متعہ کی غرض اولاد ہے؟ ہرگز نہیں، متعہ ایک شب کیلیے بھی ہوتا ہے اور ایک گھنٹہ کیلیے بھی، بلا اعلان خفیہ طور سے کیا جاتا ہے جس سے فریقین کے سوا اور کوئی واقف نہیں ہوتا اور اکثر یہ پتہ نہیں لگتا کہ کس شخص سے حمل قرار پایا تھا بہت مودب ہو کر کسی عباپوش سے پوچھو کہ حضور نے بھی کئی مرتبہ متعہ کیا ہے اولاد کی غرض سے یا محض خواہش نفسانی کی غرض سے؟ امید ہے کہ حضور والا حق بات سے انکار نہ کر سکینگے

زنا کے لیے متعہ ایک ٹٹی بنایا گیا ہے، مذہب سبائی میں ایک عجیب بات کہ ہے عقیدے نص قرآنی کے خلاف ہیں۔ خدا کے حکم سے علانیہ انحراف ہے لیکن روحانی کمسٹری میں کچھ ایسا کمال حاصل ہو گیا ہے کہ گناہ کو اعلیٰ درجے کی نیکی بنا دیتے ہیں،

دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جسکے تمام افراد اخلاق بد سے کلیتہً پاک ہوں لیکن قوم ان اخلاق بد کو اخلاق حسنہ نہیں قرار دیتی اخلاق بد ہی مانتی ہے اور ان سے نفرت کرتی ہے، اصلاح کی کوشش کرتی رہتی ہے مگر اس گروہ کی اخلاقی پستی کی بھی کوئی انتہا ہو سکتی ہے جو اپنے مذہب کے زور سے بداخلاقیوں کو نہ صرف محمود بلکہ عبادت اور باعث ثواب قرار دیتا ہو اسکے معزز اور تقدس مآب حضرات بجائے منع کرنے اور بجائے سعی اصلاح کے ان بداخلاقیوں کی تحسین کر کے لوگوں کو ارتکاب کی ترغیب دیتے ہوں افسوس جھوٹ کو دنیا بھر برا کہتی ہے

لیکن سبائیوں کے ہاں وہ بڑی عبادت ہے اسی طرح زنا (متعہ) ایسے مذموم فعل کو عبادت کا جامہ پہنا کر ایک فعل حسنہ بنا دیا ہے

پختہ بہ حکمتے کنم بادۂ بارسائی را
بر سرِ خُم نہادہ ام خشتِ کلیسائی را

عبادت بھی ایسی جو نماز و روزہ سے بڑھ کر ہے اگر کوئی ایک مرتبہ متعہ کرے تو اسے حضرت امام حسین کا مرتبہ ملے گا، ۲ دو مرتبہ کرے تو حضرت امام حسن کا رتبہ، ۳ تین مرتبہ کرے تو حضرت علی کا ۴ چار مرتبہ کرے تو حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ افضل الانبیا کا رتبہ ملیگا (معاذ اللہ) ذرا سی کسر اٹھا رکھی تھی اب ہی درجہ تو اور باقی رہ گیا تھا!

بیشک یہ وہ عبادت گناہ پرور ہے جس کے لیے ہر شب شبِ آدینہ ہے

افسوس! لوگ چند منٹ کیلیے بھی ان رکیک مسئلوں پر غور نہیں کرتے اس شخص سا کون اندھا ہو سکتا ہے جو آنکھیں رکھتا ہے مگر ارادۃً نہیں دیکھتا اس شخص سا کون بہرا ہوگا جو کان رکھتا ہے مگر ارادۃً نہیں سنتا اس شخص سا کون لایعقل ہوگا جو عقل رکھتا ہے اور ارادۃً اس سے سمجھنے کا کام نہیں لیتا، وہ جانور ہے بلکہ جانور سے بھی بدتر ہے،

اور سنیے جو متعہ نہ کرے وہ قیامت کے دن نکٹا اٹھے گا لیکن اس واقعہ پر بھی غور کرو کہ اماموں میں سے کسی نے بھی متعہ نہیں کیا، اب فرمائیے!

شہروں میں جو کچھ بھی ہوتا ہو لیکن دیہات و قصبات میں تو ابتک کسی کی بیٹی بہن یا رشتہ میں کسی بی بی کو ممتوعہ ہوتے نہیں سنا، کوئی شریف اس خیال کو گوارا نہیں کر سکتا شہر میں بھی کسی مجتہد کے خاندان میں کسی بی بی کو ممتوعہ ہونیکی عزت و ثواب حاصل کرتے نہیں سنا، آخر اس ثواب عظیم کے حاصل کرنے سے اس قدر گریز کیوں ہے؟

متعہ میں شرمناک ترقیاں اور طبع آزمائیاں کی گئیں، کیا بیحیائی کا عنصر بھی مذہب کو مرغوب بنانے کیلیے ضروری ہے؟ ایک متعہ دوریہ ہوتا ہے جو بیحیائی کا بڑا نمونہ ہے انسان کی حالت جانوروں سے بدتر ہو جاتی ہے ہم اسکی تصریح کی جرأت نہیں کر سکتے قاضی نوراللہ شوستری سبائیوں کے مسلمہ مجتہد ہیں وہ متعہ دوریہ کے وجود جواز کا اقرار کرتے ہوے اپنی کتاب مصائب النواصب میں بے غیرتی کو ہلکا کرنے کیلیے صرف اتنی سی قید لگاتے ہیں کہ ہمارے ہاں متعہ دوریہ اس عورت سے جائز ہے جس کا حیض بند ہو چکا ہو ہندوستان کے چند وحشی پہاڑی ہندو قوموں میں ایک عورت بزمانہ واحد کئی بھائیوں کی بیوی ہو سکتی ہے لیکن متعہ دوریہ نیم شبی ایک سبائی کے لیے کچھ اور ہی چیز ہے

کشتے کز نگہِ کافرِ اومی بینم
ترسم از کعبہ بہ بتخانہ برد باز مرا

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

آجکل اہل یورپ اور خاص کر اہل امریکہ قیود نکاح سے نکلنے اور تعیشانہ زندگی فارغ از ذمہ داریہائے امروز و فردا اختیار کرنے کی کوشش تیز گامی کے ساتھ کر رہے ہیں لیکن ابن سبا کے شاگرد صدیوں پیشتر اسکو واقعۂ مکملہ کر چکے تھے اور اب اہل امریکہ و یورپ محض خوشہ چین خرمن سبائی ہیں،

ہر مرغ کہ پرزد بتمنائے اسیری
اول بشگوں کرد طواف قفس ما

قصّے سچے بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے بھی لیکن بعض قصّے اپنی نصیحت خیزی کی وجہ سے "تنقید حق و باطل سے بری ہو جاتے ہیں ایک مرتبہ ایک صوفی کو "شیخ نجدی" کی زیارت حاصل ہوئی

کون نہیں جانتا کہ جناب شیخ ایک مشہور کہنہ عمر "آدم فریب" بزرگ ہیں، صوفی صاحب نے پوچھا فرمائیے تازہ خبر کیا ہے شیخ جی نے ایک مسرت آگین و عجز آمیز اعتراف کے ساتھ فرمایا دنیا کچھ کی کچھ ہوگئی، ایک وہ زمانہ تھا جب میں اولاد آدم سے اس غرض سے ملتا تھا کہ اُن کو تعلیم دوں اب اس غرض سے ملتا ہوں کہ وہ مجھے تعلیم دیں" جناب شیخ نے شکریہ کے ساتھ متعۂ دوریہ کا نسخہ بھی اپنی لال کتاب میں ضرور ٹانک لیا ہوگا،

میں یہاں ایک سبائی مسئلہ کا ذکر کرتا ہوں جس کو متعہ سے صرف ضمناً تعلق ہے

تم کو مذہب سبائی کے بابت تھوڑے بہت معلومات حاصل ہو چکے ہیں تو تمہاری رائے میں یہ مذہب خدا کا بنایا ہوا ہے یا انسانوں کا، اگر انسانوں کا ہے تو کسی نیک اور متقی بندہ کا یا کسی ابلیس آدم رو کا،

خدائی مذہب کبھی فطرت کے خلاف نہیں ہو سکتا اور نہ وہ اپنے بندوں کو بداخلاقی یا فحش کی تعلیم دیتا ہے، ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ خدا نے اسلام کو بجمیع اخلاق حسنہ مکمل کر دیا ہے لیکن مذہب سبائی میں تم اکثر مسئلے پاؤ گے جو سراسر فطرت کے خلاف ہیں اور جو صراحۃً اخلاق بد کی تعلیم دیتے ہیں اس لیے یہ خدا کا بنایا ہوا مذہب نہیں ہو سکتا،

فطرت کے لحاظ سے نکاح کی اصلی غرض توالد و تناسل ہے اور اس غرض کو پورا کرنے کیلیے مرد اور عورت کو مناسب قویٰ و جذبات عطا فرمائے گئے ہیں۔ مذہب سبائی کے امام صاحب جو اس کے عقیدہ کے بموجب نبیؑ کی طرح معصوم مانے جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے بندگان خدا کی دنیوی و دینی اصلاح کیلیے منتخب و مقرر کیے جاتے ہیں جنکی اطاعت لوگوں پر اسی طرح فرض ہے جیسے ایک نبیؑ کی۔ جماع کی نسبت یہ فتوے دیتے ہیں کہ زوجہ کے آگے کے حصے اور پیچھے کے حصے دونوں میں جائز ہے عربی میں اس آخر الذکر کو معقول یا

معقول حرکت کو وطی فی الدبر کہتے ہیں، یہ طریقہ مسلمہ طور سے فطرت کے خلاف ہے قانون تعزیرات ہند نے بھی اسے سخت جرم قرار دیا ہے مذہب سبائی کے سوا دنیا بھر کی قوموں اور مذہبوں نے اس کو ناپاک و مذموم مانا ہے۔ جو لوگ خدا کے وجود کے قائل نہیں ہیں وہ بھی اس ناشائستہ فعل کی ناجوازی کے قائل ہیں۔ اس بات میں بھی اختلاف کی گنجایش نہیں ہے کہ محل مذکور توالد و تناسل کا ذریعہ نہیں ہو سکتا تو پھر امام صاحب نے کس جسمانی یا روحانی غرض کے پورا کرنیکے واسطے اور کس مصلحت کی بنا پر جواز کا فتوے دیا،

میرے دوستو! اگر اسی کا نام اصلاح ہے تو پھر آپ تخریب کسکو کہیں گے گناہ کبیرہ کسکا نام رکھینگے شیطانی تعلیم کس کو کہو گے، کیا لواطت کوئی اور چیز ہے وہ کون فحش حرکت تھی جس کی پاداش میں قوم لوط کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا، ان کے مکانات جو اس ناپاک حرکت سے آلودہ ہو گئے تھے جڑ سے الٹ دیے گئے اور وہاں کی زمین سنگسار کی گئی، وہ ویرانے اب تک عبرتناک کہانیاں سنا رہے ہیں،

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ امام خدا کی طرف سے منتخب اور مقرر کیے جاتے ہیں تو امام صاحب کی ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور بدرجۂ اشد قابل الزام ٹھہرتے ہیں قوم لوط کے عذاب کے بعد ایسے فحش امر کے جواز کی جرأت کسی معمولی مسلمان کو نہیں ہو سکتی، نہ کہ کسی برگزیدہ ذات کو۔

اب یہ فیصلہ کرنیکی ضرورت ہے کہ یہ فتوے درحقیقت امام صاحب کا ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہے تو پھر کس کا ہے

یہ فتوے بلاشبہ بہت گندہ اور پلید ہے۔ ایسے فعل قبیح کے جواز کا فتوے کوئی خدا سے ڈرنیوالا بندہ نہیں دے سکتا، یہ کام صرف اس کا ہے جو خود ناپاک اور شیطان خصلت ہو۔ تو کیا تم

اب بھی یہ کہنے کو تیار ہو کہ وہ امام صاحب کا فتویٰ ہے اگر امام صاحب کا فتویٰ ہے تو امام صاحب بھی ہرگز نیک و متقی نہیں ہو سکتے لیکن کوئی مسلمان ایسے الزامات امام صاحب کی نسبت قبول کرنے کو تیار نہیں امام صاحب کی ذات ایسے الزاموں سے پاک اور ایسی بدگمانیوں سے بہت بلند ہے، اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ فتویٰ امام صاحب کا نہیں ہے۔ لہٰذا نتیجہ صریحی یہ ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ موضوع ہے اور امام صاحب کی طرف کذب و فریب سے منسوب کیا گیا ہے، کیا افترا کوئی محمود فعل ہے اور کیا وہ کسی مسلمان کا فعل ہو سکتا ہے، ایک مسلمان ایسے برگزیدہ اور محترم بزرگ پر ایسا افترا کر کے کیوں اپنے کو مورد عذاب بنانی لگا تو پھر کیا ہے؟

ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے شیعہ بھائی جاہل و سادہ لوح لوگوں سے گذارش نہیں ہے بلکہ اُن پڑھے لکھے حضرات سے جو روزمرہ کے معاملات میں غور کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں اور جو بال کی کھال نکالنے کا دعوے کرتے ہیں ایسی مہمل اور لغو روایتوں کو جن سے ائمہ کرام کی نسبت ذم کے پہلو نکلتے ہیں صحیح مان لینے کو کیسے راضی ہو جاتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ذہن اس بات کی طرف منتقل ہوتا ہے کہ مذہب سبائی جس میں بکثرت فحش، لغو اور خلاف قیاس روایتیں ائمہ مقدس کی طرف منسوب کی گئی ہیں لیکن جو ان حضرات کی ہرگز نہیں ہو سکتیں اور جو فی الواقع ان کے تقدس کو مٹا کر رکھ دیتی ہیں کس کا بنایا ہوا ہے، یہ روایتیں اور حدیثیں کس غرض سے تصنیف کی گئی ہیں، کسی نیک نیت شخص کی بنائی ہوئی تو ہو نہیں سکتیں بلکہ کسی ایسے شخص کی ہیں جو مسلمانوں کو فریب دینا چاہتا ہے کہ یہ اقوال اماموں کے ہیں تاکہ وہ لوگ ان اقوال کو پاک و جائز سمجھ کر ان کو صحیح مان لیں اور ان پر عمل کر کے گمراہ ہو جائیں ایسا شخص اسلام کا دشمن ہے اور اس نے مسلمانوں کو راہ راست سے ہٹا کر گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، تاریخ ابن سبا اور اس کے مددگاروں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اب تم متنبہ ہو

تو تمہارا ہی تصور ہے

ایک مذہب کو بدرجۂ غایت مرغوب بنانے کے لیے بعض شریر النفس بانیان مذاہب کا یہ فتوے ہے کہ اس کی تعلیمات میں اخلاق کے باب میں خواہش نفسانی و نفس پرستی کو دلفریب آزادیوں اور رعنائیوں سے بھر دو تاکہ طالب مذہب کی نظر "کرشمہ دامن دل می کشد" کے مقناطیسی اثر سے مست ہو جائے

میرے دوستو! تم کو اس قدر ماننا پڑے گا کہ ابن سبا اور اس کے شاگرد اپنے فن میں کمال رکھتے تھے۔ انھوں نے بداخلاقی کی تعلیم میں کوئی پہلو چھوڑا نہیں، ایک شخص شہوت رانی کے انتہائی زینے بلا سرزنش ضمیر (کانشنس) صرف ایک شرط پر آسانی سے طے کر سکتا ہے شرط یہ ہے کہ مذہب بنائی کا حلقہ بگوش ہو جائے۔ جناب داغ دہلوی کا ایک شعر مشہور ہے

شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

بانیان مذہب بنائی نے کامیابی کے ساتھ کوشش کی ہے کہ زنا میں بھی بے غیرتی کے ساتھ شرکت غیر نہ رہے۔ خالص بے غیرتی ہو۔ یہاں تک کہ قلب میں بے غیرتی کا دھندلا سا احساس بھی باقی نہ رہے۔ منجملہ اور طریقوں کے ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ زنا پر متعہ کا نقاب ڈال دو، ایک بنائی کے لیے زنا تمام ارتقائی مرغوبات کے ساتھ آغوش کھولے ہوئے خود آ پڑتا ہے۔

قاضی یحییٰ نے جب مامون الرشید سے یہ کہا تھا کہ "متعہ زنا ہی تو ہے" تو مامون الرشید حیرت زدہ سا ہو گیا تھا لیکن قاضی یحییٰ نے غلط نہیں کہا تھا اسلیے کہ اُسنے نص قرآنی سے جس سے زیادہ کوئی مضبوط دلیل ہو ہی نہیں سکتی ہے متعہ کو زنا ثابت کر دیا، متعہ اپنے ہر شعبہ میں زنا ہے اور زنا اپنے ہر شعبہ میں متعہ ہے، اسکو ذرا بنائی مذہب کے مختلف فنون کی روشنی میں دیکھو

ہر دم از زلفِ تو دارم کافرستانے دگر

یوں تو ہر شخص کو مذہبی تعلیم دینے کا اختیار ہے ابن سبا اور اس کے شاگردوں کو بھی گو وہ کیسی ہی اخلاق سوز تعلیم ہو۔ لیکن ایک شکایت ضرور ہے جسکی طرف ہم تعلیم یافتہ دماغوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ بانیان مذہب سبائی نے اپنی مذموم تعلیم کو مقدس ائمہ کرام کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ حضرات ائمہ پر بڑا ظلم کیا ہے مگر اسکے جواب میں وہ ظالم چپکے سے یہ کہدیں گے کہ ہماری کامیابی کا کوئی اور ذریعہ ہی نہ تھا، آپ ہی فرمائیے کہ تنہا ہماری آواز کوئی سنتا ؟

افسوس کی بات یہ ہے کہ ان ظالموں کا جادو کچھ ایسا چل گیا ہے کہ اچھے خاصے سمجھ دار آدمی بھی ان روایتوں کو ائمہ کے اقوال مانے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ وہ روایتیں ائمہ کی شان سے بہت بعید ہیں اور ان کے تقدس کے لیے ننگ ہیں۔

تہذیب الاحکام کے چند صفحے پڑھو حضرت امام جعفر صادقؒ کی طرف جو تعلیم متعہ وسیع معنوں میں منسوب کی گئی ہے (حالانکہ محض افترا ہے) یہ ہے کہ متعہ صرف یہود یہ و نصرانیہ ہی سے جائز نہیں ہے بلکہ مجوسیہ (مشرکہ) سے بھی جائز ہے۔ غیر منکوحہ ہی سے نہیں بلکہ منکوحہ سے بھی اور بلا لحاظ اس کے کہ متعہ کرنے والے کو اسکے شوہر دار ہونیکا علم ہے، و حقیقی بہنوں سے بھی بیک وقت جائز ہے، ۶

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تم بیتاب ہو کر کہنے لگو گے کہ قرآن پاک نے تو نکاح کو مشرکہ منکوحہ اور بہ یک وقت دو حقیقی بہنوں سے حرام قرار دیا ہے یہ تعلیم حکم خدا کے بالکل خلاف ہے، امام جعفر صادقؒ تو بڑے فقیہ اور مقدس بزرگ تھے انھوں نے ہرگز ایسا نہ فرمایا ہوگا لیکن تمکو سبائی منطق سے

ڈرنا چاہیے وہ کہدے گا اول تو میرے قرآن میں جو امام غائب کے پاس ہے ان نکاحوں کے حرام ہونے کا کوئی حکم ہے ہی نہیں دوسرے اگر ہو بھی تو وہ قیود صرف نکاح کے لیے ہیں اور متعہ نکاح نہیں ہے۔ متعہ تو حضور والا تمام قیود سے بری ہے وہ خود پاک ہے اور تمام ناپاک چیزوں کو پاک کر دیتا ہے۔ ہیچ اکسیر بتاثیر متعہ نرسد کیا ابھی سے آپ اس کے بے شمار ثواب اور فضیلتیں بھول گئے؟

میرے دوستو! متعہ کی دلفریبیاں ابھی ختم نہیں ہوئیں مذہب سبائی میں جواز کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ امام صاحب نے اسکی بھی اجازت دے دی ہے کہ ایک شخص اپنی لونڈی کی شرمگاہ کسی دوست کو عاریۃً تصرف کیلئے دے دے[1]،

متعہ کے بارے میں ایک بات سمجھ میں نہیں آتی، بانیان مذہب سبائی نے متعہ کی بہت ترغیب دی ہے انھوں نے اعمال انسانی میں جس قدر ثواب و فضیلت ممکن ہو سکتی ہے سب کوٹ کوٹ کر متعہ میں بھر دی ہے جو شخص ایک متعہ کرے اس کو یہ درجۂ بلند ملے گا جو دو کرے اس کو یہ مرتبۂ عالی ملے گا وغیرہ وغیرہ جو متعہ سے محروم رہے وہ بہشت سے بھی محروم رہے گا اور قیامت کے دن نکٹا اٹھے گا، جو عمداً نہ کرے اسکا شمار خدا کے دشمنوں میں ہوگا لیکن نکاح کو جو متفقہ طور پر تمام مذاہب میں مستحسن مانا گیا ہے اس ثواب و فضیلت میں سے چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی نہیں دیا گیا۔ آخر اسکی کیا وجہ؟ اور اس مخصوص شرف و فضیلت کا کیا سبب ہے؟ ہمنے یہ بھی مان لیا کہ گناہ میں لذت ہوتی ہے اور متعہ میں بھی ہے

---

[1] تہذیب الاحکام کی حدیث کا ترجمہ یہ ہے امام جعفر صادقؒ سے شرمگاہ کو عاریت دینے کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا کچھ حرج نہیں راوی نے کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو کسکا کہلائیگا فرمایا لونڈی کے مالک کا مگر یہ عاریت لینے والا اسکی شرط کرے"

اس میں تازہ بتازہ نو بنو کی دلفریبی بھی ہے۔ کافی سہولتیں ہیں۔ ذمہ داری کا کہیں نام نہیں لیکن مہربانی کرکے یہ بتا دیجیے کہ متعہ میں روحانیت کہاں سے پھٹ پڑی جسنے دنیا بھر کا ثواب اور جہان بھر کی فضیلت اسکے دامن میں بھر دی اور مدارج کا پایہ اس قدر بلند کر دیا کہ جو شخص تین مرتبہ متعہ کرے وہ حضرت علیؓ کا درجہ چار مرتبہ متعہ کرے وہ حضرت رسالت مآبؐ کا مرتبہ پائے گا۔ کیا آپ کی سمجھ میں ذم کا یہ پہلو نہیں آیا کہ ابن سبا اور اسکے شاگردوں نے ولایت و رسالت کو کس درجہ مبتذل کرکے اسقدر پست کر دیا کہ ایک نابکار سبائی چند گھنٹوں میں نصف درجن گلوبریوں کے عوض میں ولایت و رسالت کے مراتب ارفع پر فائز ہو جاتا ہے، یہ مذہب ہے یا مسخرا پن ؟

اے ابن سبا کے شاگردو! صاف صاف کیوں نہیں کہدیتے ہو کہ ہم نے نفس پرستی کو باندازۂ خواہش دل پورا کرنے کا سامان مہیا کر دیا ہے تاکہ نوجوان اس دعوت کو کسی طرح رد نہ کر سکیں اور اسفل السافلین میں اپنا گھر بنالیں،

ابن سبا اور اسکے شاگردوں نے اپنے معتقدوں کو اس درجہ ہپناٹیزڈ اور مسحور کر دیا ہے کہ اگر پردہ بھی اٹھا دیا جائے تب بھی انکے معتقدوں کی فریب خوردہ نگاہیں فریب ہی میں رہیں گی، افسوس! عقیدہ (فیتھ) نے آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے،

اچھا تم ظریفی دیکھیے کہ متعہ زنا نہیں ہے۔ تو زنا میں کیا سینگ لگے ہوتے ہیں۔ خدا زنا کی نسبت فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۔ (بیشک وہ بیحیائی اور بری راہ ہے) کیا یہ دونوں صفتیں پوری پوری متعہ پر منطبق نہیں ہوتیں، ایک تجربہ کار سبائی اسکو زبان سے زنا نہ کہے لیکن اس کا دل کہتا ہے۔ اس کے جھوٹ موٹ انکار سے کیا ہوتا ہے !

منکرِ مے بودن دہم رنگِ مستاں زیستن

تمھیں اختیار ہے زنا کا نام متعہ رکھ لو یا اور جو چاہو رکھ لو مگر حقیقت بدل نہیں سکتی،

کہتے ہیں لکھنؤ میں ایک ہندو حلوائی کولی نامی چوک کی ایک گلی میں رہتا تھا مٹھیاں بہت مزے دار بناتا تھا۔ ہندوؤں کے ہاں کی چیزیں نجس ہوتی ہیں۔ کھانا جائز نہیں ہے لیکن دل کم بخت مانتا نہیں آخر کولی کا نام شیخ کولی رکھ کر مٹھیاں ظاہر کرنے لگیں

اسی طرح شہر فیض آباد میں ایک ہندو حلوائی تھا سنتے ہیں تھوڑے دن ہوئے مر گیا اسکی دوکان کی راٹھری ابتک مشہور ہے ناجائز کو جائز حرام کو حلال بنانے کیلیے نام بدلدینے کا چلتا ہوا پرانا مجرب نسخہ ابن سبا کے وقت سے چلا آتا ہے چنانچہ حلوائی کا نام غربت علی رکھ دیا گیا اور اسکی دوکان کی بچھے دار راٹھری میرن صاحب بھی بے تکلف نوش جان فرمانے لگے اور مرزا بتن افیونی بھی،

افشائے راز اہل جنوں مصلحت نہیں
پھرتا ہوں دھجیوں کو گریباں کیے ہوئے

جو لوگ خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم راہ راست پر ہیں انکی گمراہی کا کوئی علاج نہیں

مسلمانوں کی نسبت خدا فرماتا ہے

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ پ۴ ال عمران

لوگوں کی رہنمائی کیلیے جسقدر امتیں پیدا ہوئیں تم مسلمان سب سے بہتر ہو کہ تم اچھے کام کرنے کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

اس جگہ خداوند تعالیٰ مسلمانوں کی دو صفتیں بیان فرماتا ہے اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا مگر اے سبائیو! تم تو برے کام کرنے کا حکم دیتے ہو، یہ کیا غضب کرتے ہو

تمھاری عقلوں کو کیا ہو گیا۔ قلوب کیسے ہو گئے۔ غیرت کہاں گئی؟ کیا تَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ (پ ۱۱ توبہ) ترجمہ برے کام (کرنے) کی لوگوں کو صلاح دیتے ہیں اور بھلے کاموں (کے کرنے) سے منع کرتے ہیں۔ تمھارے ہی بابت آیا ہے۔ کیا میں شیعہ حضرات سے یہ درخواست کر سکتا ہوں اور کیا میری درخواست نامناسب ہے کہ وہ بھی تھوڑی دیر خالی الذہن ہو کر متعہ اور تقیہ کے مسئلہ پر غور کریں۔ کیونکہ ان دونوں کا اثر بد اخلاق پر بہت کچھ پڑتا ہے ان امور کو انصاف کی نظر سے تولیں جو متعہ و تقیہ کے جواز یا عدم جواز کے موافق ہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ ان کے قلوب جواز پر کبھی راضی نہ ہونگے ایسی حالت میں کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہیے، آیا مذہب کو چھوڑ دینا چاہیئے یا متعہ و تقیہ کو باطل قرار دینا چاہیے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ شیعہ نہ رہیں کیونکہ کسی ایسے مذہب کو جس میں کسی شخص نے پرورش پائی ہے یا جس پر اس کے باپ دادا قائم رہے ہیں چھوڑ دینا بہت مشکل ہے ہر شخص کا کام نہیں لیکن وہ اس قدر تو بہت آسانی سے کر سکتے ہیں کہ ان شرمناک و گناہ پرور عقیدوں کو جو ابن سبا کے شاگردوں کے تصنیف کیئے ہوئے ہیں اور جن کی غرض بجز تخریب اسلام کے اور کچھ نہیں تھی اپنے دل سے نکال کر پھینک دیں اور عملاً کنارہ کشی اختیار کر لیں کیا ان کی سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آتی کہ خدا بیحیائی کے کام کیلیے حکم (اجازت) نہیں دیتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ط (اعراف) شیطان البتہ دیتا ہے،

تقیہ

تقیہ کرنے کے لیئے خوف جان یا خوف آبرو کی شرط نہیں ہے بقول امام باقر رضی اللہ عنہ تقیہ ہر ضرورت میں ہو سکتا ہے جس شخص کو ضرورت پیش آتی ہے وہی اس ضرورت سے خوب واقف ہوتا ہے، ضرورت کا فیصلہ اسی کی رائے پر منحصر ہے جب چاہے تقیہ کر لے،

غرضکہ تقیہ کیلیے پوری آزادی ہے نہ کچھ قیود ہیں نہ کچھ حدود ہیں۔ رفتہ رفتہ روزمرّہ کی بات چیت میں روزمرہ کے برتاؤ عمل میں تقیہ عام طور سے جاری ہوگیا۔ آپس میں بھی اور غیروں سے بھی۔ ایسی مشق ہوگئی ہے کہ بے جھجک تقیہ سے کام لینے لگے جب کسی بات کو تم بُرا نہ سمجھو گے بلکہ مستحسن اور باعث ثواب سمجھو گے تو اس میں تمھیں کیا تکلف ہوسکتا ہے بلکہ اچھی خاصی ترغیب ہوگی تقیہ بہت سی بُرائیوں کی ماں ہے۔ ہوا کرے۔ ایک سبائی ان سب بُرائیوں کو نیکیاں قرار دے لیتا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ سچ بولنا اور عمل میں خلوص ہونا مستثنیات سے ہوگیا۔ لیکن جس موقع پر غیر سچ بولے ہوئے کام نہیں چلتا تو معاملہ نازک ہوجاتا ہے اس وقت قسموں پر قسمیں کھائی جاتی ہیں بعض صاحبوں کو جب کسی بات کے یقین دلانے کی ضرورت ہوتی ہے تو فرماتے ہیں "واللہ میں بلا تقیہ عرض کرتا ہوں" خود ان کے دل میں بھی اپنی بے اعتباری کا کافی یقین ہوتا ہے لیکن کاش ان کو اتنا معلوم ہوجاتا کہ ان کے بلا تقیہ عرض کرنے پر بھی کوئی اعتبار نہیں کرسکتا،

ہائے اس کاذبِ ناکام کی قسمت ثاقب
جسکی قسمت میں ہو اس طرح پشیماں ہونا

تم کو فارسی کی مثل یاد ہوگی "یکبار گفتی باور کردم، مکرر گفتی شک آوردم، قسم خوردی دروغ پنداشتم" تقیہ کا دوسرا نام جھوٹ ہے۔ سبائیوں کی طرف سے جھوٹ کے جائز ہونیکی بڑی دلیل شد و مد کے ساتھ یہ پیش کی جاتی ہے کہ پیغمبروں نے جھوٹ بولا، اماموں نے جھوٹ بولا، اور ایسی حالت میں کہ جان یا آبرو کا خوف نہ تھا، حالانکہ یہ تمام الزامات بے بنیاد ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ سبائیوں کو تنہائی میں خفیہ طور پر تعلیم دیتے تھے لیکن بوجہ خوف کے وہ علانیہ سُنّی بنے ہوئے تھے جناب امیرؓ تقیہ سے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پیچھے برسوں پنج وقتہ نماز پڑھتے رہے، حالانکہ یہ تینوں صحابہ کرام بہ علم جناب امیرؓ (معاذ اللہ) مرتد تھے، کافر تھے اور منافق تھے

ان کو کاروبار خلافت میں تقیہ سے نیک مشورہ دیتے رہے، ان کی زندگی میں اور انکے انتقال کے بعد اپنے زمانۂ خلافت میں بھی (جب آپ کو کسی کا ڈر بھی نہ تھا) تعریف کرتے رہے حضرت زین العابدینؒ امام باقرؒ جعفر صادقؒ بھی تقیہ سے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی مدح کرتے رہے۔ تقیہ کی تصویر کا ایک رُخ یہ ہے جو بائی فرقہ پیش کرتا ہے دوسرا رُخ یہ ہے کہ دنیا کے عقلاء نے جھوٹ کو بدترین گناہ قرار دیا ہے، وہ بہت ناپاک عیب خیال کیا جاتا ہے، دنیوی معاملات میں کاذب کا اعتبار اُٹھ جاتا ہے کوئی اسکی گواہی قبول نہیں کرتا، خدا جھوٹے پر لعنت کرتا ہے، اور اسکو ہدایت نیک نہیں دیتا آپ کی نظر میں کون سا رخ زیبا ہے؟ کیا تقیہ یا جھوٹ کی تعلیم رسول عربیؐ کی تعلیم ہو سکتی ہے؟ پیغمبر خدا تو ایسے سچے تھے کہ آپ کا لقب صادق اور امین ہو گیا تھا قبل بعثت ہی کے سب لوگ آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے، صادق وہ ہے جو اپنے قول فعل خیال اور نیت میں سچا ہو حضور کی سچائی سے کافر اور دشمن بھی انکار نہیں کر سکتے، آپکی سچائی بھی آپ کے نبی ہونے کی ایک قوی دلیل اس وجہ سے ہے کہ جو شخص لوگوں سے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو وہ بھلا خدا پر اتنی سخت تہمت کیونکر لگائے گا کہ اس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے،

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۱۱ توبہ)	اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ اگر خدا چاہتا تو میں یہ قرآن تمکو پڑھکر سناتا ہی نہیں اور نہ خدا تمکو آگاہ کرتا اس سے پہلے میں مدتوں تم میں رہ چکا ہوں (اور میں نے کبھی وحی کا نام بھی نہیں لیا) کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے

تو کیا یہ حضرت علیؓ کی تعلیم ہے! معاذ اللہ، کیوں اُن کو بدنام کرتے ہو، کیوں افترا کرتے ہو خدا سے ڈرو! ایک دن مرنا ہے اور پھر خدا کے سامنے جانا ہے۔ وہاں حضرت علیؓ بھی ہوں گے کیا یہ اماموں کی تعلیم ہے جو سچائی کے نمونے تھے ایک طرف تو ان کو معصوم کہتے ہو دوسری طرف

یہ بھی کہتے ہو کہ وہ جھوٹ ایسے گناہ کی صرف تعلیم ہی نہ دیتے تھے بلکہ خود جھوٹ بولتے تھے اور اپنے اعتقاد کے خلاف کام کر کے خلق اللہ کو فریب دیتے تھے

خدا کا ارشاد مسلمانوں سے ہے۔ ترجمہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ	مسلمانو خدا سے ڈرو سچوں کے ساتھ (زمرے میں) رہو
پ۱۱۔ توبہ	پ۱۱۔ توبہ

سبائیوں کا عقیدہ اس کے بالکل خلاف ہے خدا سے ہرگز نہ ڈرو بلکہ اس پر افترا کرو اور جھوٹ بولنے والوں کے زمرے میں ہو جاؤ۔ جھوٹ ایسا کثیف و نفرت انگیز عیب ہے کہ اگر تمکو کوئی جھوٹا کہدے تو تمہارا چہرہ سرخ ہو جائیگا لیکن مذہب سبائی کا عقیدہ یہ ہے کہ جو تقیہ نکرے (جھوٹ نہ بولے) وہ بے دین و بے ایمان ہے۔ سبائی مذہب کی دلفریبیوں کو تو دیکھو کہ اسنے کن کن فریب آمیز طریقوں سے عیبوں کو ہنر اور گناہوں کو نیکیاں قرار دیا ہے اور کن کن مختلف پہلوؤں سے انکے ارتکاب کی ترغیب دی ہے۔ ساری دنیا کے عیوب و اخلاق مذموم کی اصلاح ممکن ہے لیکن نہیں ممکن ہے تو اس فرقہ کی جو اپنے مذہب کی بنا پر اپنے عیوب و اخلاق بد کی تقدیس کرتا ہو۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر سیدھا راستہ دیکھ پائیں تو اس پر ہرگز نہ چلیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ پائیں تو اسکو مسلک بنالیں" ایک عبرت انگیز واقعہ سنو۔ جنوبی ہندوستان میں ہندو اپنی کنواری لڑکیاں ہزاروں کی تعداد میں دیوتاؤں کے نذر کر دیتے ہیں۔ مدتوں سے یہ قبیح رسم چلی آتی ہے وہ بیچاریاں پجاریوں اور زائروں کے تصرف میں آتی ہیں۔ کاؤنسل میں اصلاح کی تجویزیں پیش ہوئیں لیکن بہت سے تعلیم یافتہ اور پڑھے لکھے ہندو اس اصلاح کے خلاف ہوے اس کو مخل مذہب قرار دیا اور اس غیر مہذب و عصمت فروش رسم کو تقدس کا جامہ پہنا کر جاری رکھنا چاہا۔ کس قدر افسوس ناک حالت ہے!

سبائی کوڈ میں جھوٹ صرف حسن ہی نہیں بلکہ بہت بڑی عبادت ہے۔ سبائیوں کی اخلاقی و مذہبی ذہنیت دنیا بھر سے بالکل الگ ہے جس بات کو دنیا بھر عیب اور گناہ مانتی ہے وہ ان کے ہاں ثواب اندوز عبادت ہے۔

گھٹتے گھٹتے اثرِ صدق و صفا کچھ نہ رہا
آخری دور میں تلچھٹ کے سوا کچھ نہ رہا

ایک سستا لٹکا مل گیا ہے کہ امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کا مصنوعی و فرضی قول جسکی انکو خبر تک نہیں ہر بُری بات کی تائید میں پیش کر دیا جاتا ہے وہ کہتے ہیں "دین کے دس حصے ہیں نمیں سے نو حصے تقیہ کرنے میں ہیں۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے"۔ امام باقر فرماتے ہیں "تقیہ میرا دین ہے اور میرے باپ دادا کا دین ہے جو تقیہ نکرے اُسکا ایمان ہی نہیں"۔ امام جعفرؑ فرماتے ہیں "اگر میں کہوں کہ تقیہ ترک کرنے والا مثل نماز ترک کرنے والے کے ہے تو اس قول میں میں سچا ہونگا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقیہ مثل نماز کے فرض عین ہے اتنی بات تقیہ میں اور زیادہ ہے کہ تقیہ نہ کرنے والا بے دین ہے۔ ان اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنا فرض ہے۔ سچ بولنا گناہ ہے اخلاق کی کیسی اچھی تعلیم ہے۔ گناہ کو ثواب کر دیا اور ثواب کو گناہ۔ صدہا روایتیں ان دو اماموں کے نام سے گڑھ لی گئی ہیں حالانکہ وہ حضرات ان کے ذمہ دار نہیں۔ کیا خوب محبت اماموں سے ہے اور کیا اچھی عظمت ان کی کیجاتی ہے اسلیے جہاں کہیں حضرات سبائی کسی امام کا قول کسی عقیدۂ باطلہ کی تائید میں پیش کریں تو تم بلا تکلف سمجھ لو کہ یہ امام پر تہمت و افترا ہے انکا قول ہرگز نہیں گڑھ لیا گیا ہے

کیوں صاحب اگر تقیہ امام باقرؑ کے باپ دادا کا دین تھا اور وہ ایسا ہی فرض تھا جیسے نماز اسکا ترک کرنیوالا ایسا ہی گنہگار تھا جیسا نماز کا ترک کرنیوالا بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ امام نے تو یہانتک فرمادیا کہ تقیہ نہ کرنیوالا بیدین ہے اسکا ایمان ہی نہیں تو پھر اب میں جاننا چاہتا ہوں کہ حضرت امام حسینؑ نے کربلا میں کیوں نہ تقیہ کر کے یزید کی بیعت کر لی وہاں تو اشد ضرورت تھی

جان و مال کا خوف تھا، ایک بڑا لشکر ستم شعار خون کا پیاسا تھا، آپ بے یار و مددگار تھے، تمام شیعانِ کوفہ دشمن ہو گئے تھے، امام صاحب انکی بیوفائی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے آپ نے ان لوگوں کو مخاطب فرمایا "کیا تم نے رسول اللہ کا یہ قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے تھے سید اشباب اھل الجنۃ (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ واللہ میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے لیکر آجتک کبھی جھوٹ نہیں بولا تو بتاؤ کیا تمھیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہیے؟ کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک گئے ہیں، زمین سرسبز ہو گئی، نہریں اُبل پڑیں، آپ اگر آئیں گے تو اپنی جرار فوج کے پاس آئیں گے جلد آیئے، لوگوں نے کہا ہرگز نہیں، آپ چلا اُٹھے سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے، واللہ تم ہی نے لکھا تھا، پھر فرمایا اے لوگو چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو اسلیے بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں یہاں سے واپس چلا جاؤں، اسپر دشمن کے لشکر نے آپ کی طرف لڑنے کیلیے بڑھنا شروع کر دیا جناب امام کو اپنے ننھے ننھے بچوں کے لیئے اور بیبیوں کے لیے مصیبتوں کا سامنا تھا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ ایسے نازک وقت میں بھی آپ کو یا آپ کے کسی ساتھی کو تقیہ کا خیال تک نہیں آیا، حق کیلیے جان دیدی اور اس جان پر اور بہت سی جانیں بھی قربان ہو گئیں، شیعوں کے عقیدے کے بموجب آپنے معاذاللہ تقیہ نکر نیسے ترک فرض کیا، آپ بیدین ہو گئے، آپ سے ایمان رخصت ہو گیا لیکن کیا پیغمبر خدا کے نواسے کو جس نے صداقت کیلیے اپنا، اپنے عزیزوں اور دوستوں کا سر فدا کر دیا۔ اِس ترک فرض کی اہمیت کا علم و احساس نہ تھا، سچ تو یوں ہے کہ ان مقدس بزرگوں کا طرز عمل تقیہ کیلیے ایک گہری قبر کھود دیتا ہے، ہے یہ کہ اس مسئلہ کا وجود نہ حضرت علیؓ کے وقت میں تھا نہ حضرت امام حسینؓ کے وقت میں نہ کسی اور امام کے وقت میں، یہ اختلاق سنوار عیوب آفریں مسئلہ بھی

اور بہت سے مسلوں کی طرح ابن سبا کے شاگردوں نے ضرورتاً بہت سے گناہ کرنے کیلئے اور بہت سے مشکلات کا جواب دینے کیلئے گڑھ لیا ہے جب کبھی کوئی جواب بن سکا تقیہ کی آڑ لے لی بہت سے اعتراضات مذہب سبائی پر وارد ہوتے ہیں ان سب کے جواب میں تقیہ مدد کیلئے پہونچ جاتا ہے، چند معمولی اعتراضات یہ ہیں

(۱) اگر تینوں خلیفہ حق پر نہ تھے، مرتد تھے، غاصب تھے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باوجود مومن کامل ہونیکے متقی اور شجاع ہونیکے ان میں سے ہر خلیفہ کی بیعت کیوں کی جواب حضرت علیؓ نے تقیہ کیا تھا،

(۲) متعہ کو اگر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں زبردستی حرام کر دیا تھا اور متعہ ہی بڑی عبادت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسکے حلال ہونیکا اعلان کیوں نہیں کیا، جواب، حضرت علی نے تقیہ کیا تھا،

(۳) صحابہ کرام نے قرآن کو محرف کر ڈالا تھا اصلی قرآن صرف حضرت علیؓ کے پاس تھا وہ چھپائے رکھے رہے کم سے کم اپنی خلافت میں اس قرآن کی ترویج کیوں نہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ بموجب فرقہ سبائی آج تک اصلی قرآن غائب ہے اور محرف قرآن ہر گھر میں موجود ہے۔ جواب، حضرت علیؓ نے تقیہ کیا تھا،

(۴) اگر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو باغ فدک سے محروم کر دیا تھا اور خلفائے ثلثہؓ کے زمانے میں وہ باغ حضرت فاطمہ یا ان کے ورثا کو نہیں ملا تو حضرت علیؓ نے اس بات میں خلفائے ثلثہؓ کی کیوں پیروی کی، وہ باغ حضرت فاطمہؓ کے ورثا کو کیوں نہ دیا جواب تقیہ کیا،

(۵) نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ کا ایک خط حضرت معاویہؓ کے نام ہے جسمیں انھوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم پسندیدہ خلیفہ تھے، انکو مہاجرین و انصار نے نامزد کیا تھا،

مہاجرین وانصار جس راہ پر چلیں وہ ایمان والوں کی راہ ہے جو مہاجرین وانصار کے منتخب کردہ خلیفہ کو نہ مانے وہ ایمان والوں کی راہ کے خلاف پیروی کرنیوالا ہے اور اگر وہ اس راہ سے نہ پھرے تو واجب القتل ہے مجھ کو بھی مہاجرین وانصار نے منتخب کیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میری خلافت برنبائے نص ہے۔ سبائی کہتے ہیں حضرت علیؓ نے تقیہ کیا تھا،

اگر حضرت علی اور تمام ائمہ تقیہ کرتے تھے علانیہ اپنے کو سنی کہتے تھے اور اعمال بھی سُنّیوں کی طرح کرتے تھے لیکن ان کے عقائد و تعلیم اس کے خلاف تھے، وہ سُنّیوں کے سامنے سُنّی بن جاتے تھے اور شیعوں کے سامنے شیعہ بن جاتے تھے تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ انکا اصلی مذہب کیا تھا ممکن ہے کہ وہ مسلمان ہی نہوں بلکہ اپنے آبائی مذہب پر ہوں اور محض تقیہ سے اپنے کو مسلمان بتاتے ہوں، نماز پڑھ لینا، حج کرنا، یا اور کوئی فعل نیک، ہرگز قابل اعتبار نہیں سب تقیہ سے ہوگا اسکا جواب دیجیے! ع

میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

حقیقت میں ان اعتراضات کا کوئی جواب نہیں، اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت علی اور تمام ائمہ پر یہ قطعی اتہام ہے کہ وہ تقیہ کرتے تھے۔ میرے دوستو! خدا کیلیے انصاف کرو پیغمبر خدا کے چچازاد بھائی، خاتون جنت ؓ کے شوہر، حضرات حسنینؓ کے پدر بزرگوار، پیغمبر خدا کے صحبت پاک کے فیض یافتہ خدا کے مقبول بندے، بہادر متقی و پرہیزگار، جن کے لیے خدا نے جنت کا وعدہ فرمایا، جو خدا سے راضی اور خدا ان سے راضی جنکے پاکیزہ اخلاق صرف مسلمانوں کیلیے نہیں بلکہ دنیا بھر کیلیے نمونہ ہیں ان کی کیسی بدنما تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہو، ان کو تقیہ باز اور بزدل فریبی اور جھوٹا بتاتے ہو، کہتے ہو کہ ان کے دل میں کچھ ہوتا تھا، کہتے کچھ تھے کرتے کچھ تھے، ظاہر اور تھا باطن اور تھا، تیس ۳۰ سال تک خلفائے ثلثہ کی تعریف کرتے رہے حالانکہ

اُن کو کافر جانتے تھے، عمر بھر اس قرآن پر عمل کرتے رہے اور اسکو مضبوط پکڑے رہے جس پر انکا ایمان نہ تھا، کھلا ہوا منافق کہتے ہو، معاذ اللہ! بھائیو! یہ کہاں کی محبت ہے تمھیں کو ان حضرات ائمہ کا دوست مانے گا، ہاں ابن سبا اور اسکے شاگردوں کے دوست ہو، اپنے منہ سے ایسے مقدس بزرگوں کی توہین کرتے ہو، اور خوش ہوتے ہو، ناداں دوست کے خطاب کے بھی تو مستحق نہیں ہو

تقیہ نے قلوب کو گندہ کر دیا، فریب و دغا کیسی بُری خصلت ہے مگر سبائیوں کے ہاں وہی فریب و دغا ثواب ہو جاتی ہے، مردے کے ساتھ سب رعایت کرتے ہیں لیکن سبائی اسکے تھا بھی گندہ فریب کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص منافقوں سے مرگیا، امام حسین صلوات اللہ علیہ اسکے جنازے کے ہمراہ چلے راستہ میں ان کا ایک غلام ملا، اس سے امام علیہ السلام نے فرمایا تو کہاں جاتا ہے، کہا میں اس منافق کے جنازے سے بھاگتا ہوں اس پر نماز پڑھنا نہیں چاہتا حسین علیہ السلام نے فرمایا دیکھ میری داہنی جانب کھڑا ہو جانا اور جو کچھ مجھے کہتے ہوئے سنا وہی تو بھی کہنا، پھر جب اس میت کے ولی نے تکبیر کہی تو حسین علیہ السلام نے بھی تکبیر کہہ کر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ اپنے فلاں بندہ پر لعنت کر ہزار لعنتیں جو ساتھ ساتھ ہوں مختلف نہوں، یا اللہ اپنے اس بندہ کو دوسرے بندوں میں اور شہروں میں رسوا کر اور اپنی آگ کی گرمی میں اسکو ڈال اور سخت عذاب اسپر کر کیونکہ وہ تیرے دوستوں سے دشمنی رکھتا تھا اور تیرے نبیؐ کے اہلبیت سے بغض رکھتا تھا، سبائی فرقہ والوں نے امام معصوم کی کیسی اچھی اخلاقی تصویر تمھارے سامنے پیش کی ہے، امام معصوم لوگوں کو ایسا بڑا فریب خود دے رہے ہیں اور ان کو فریب اور منافقت کی تعلیم دیتے ہیں، غلام بیچارہ جا رہا تھا اُسکو زبردستی شریک کر کے اس سے بھی فریب کرایا اگر منافق پر نماز جائز نہ تھی تو نہ پڑھتے لیکن خواہ مخواہ شریک ہو کر چپکے چپکے بددعا کرنا کسقدر قابل نفرت حرکت ہے، میت کے اعزا اور لوگ

یہ سمجھ رہے ہونگے کہ جناب امام صاحب دعائے خیر کر رہے ہیں، بُرا ہو تقیہ کا، اسنے بداخلاقیاں کوٹ کوٹ کر بھر دیں، جس مذہب کے پیشواؤں کے ایسے اخلاق بیان کیے جاتے ہوں اس مذہب کے پیرو کیسے ہونگے ع قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا، اس مذہب سے اخلاق پاکیزہ تو بالکل مفقود ہو گئے،

کیا تم ایک لمحہ کیلیے یہ ماننے کو تیار ہو سکتے ہو کہ حضرت امام حسینؓ سا سچا نیک اور متقی بزرگ ایسی ناشائستہ حرکت کا مرتکب ہوا ہوگا، معاذ اللہ! مگر سبائیوں کے اخلاق ایسے گرے ہوے ہیں کہ انکو نیکی اور بدی میں کوئی تمیز باقی نہیں رہ گئی، تقیہ کو جائز کرنیکی کوشش میں انکو یہ بھی نہیں سوجھتا کہ ہم اماموں کو انسانیت کا بدترین نمونہ بنا رہے ہیں، نہیں معلوم یہ حضرات خدا اور امام حسین کے نانا کو کیا منہ دکھائیں گے؛ جھوٹ، فریب، اور سازش کسی ادنی مسلمان کا شعار نہیں ہوتا تو ایسے مقدس بزرگ کا کیسے ہو سکتا ہے، مذہب سبائی میں اخلاق کی پستی کی حد گناہ کبیرہ تک پہنچگئی ہے ایسے مذہب کو راز کی تاریکی میں رہنا چاہیے تھا، تاریکی پردہ پوش ہوتی ہے، اور غالبًا اسی مصلحت سے بانیان مذہب نے اس مذہب کو چھپانے کی سخت تاکید کی تھی،

ابھی امام حسینؓ پر حملہ ہوا تھا اب دوسرا حملہ ان کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ زہراؓ اور انکے والد ماجد جناب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ پر کس دلیری سے ہمدردی کے پردہ میں کیا جاتا ہے قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ باغ فدک کے معاملہ میں جناب سیدہؓ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فیصلہ سن کر اپنے گھر غمگین و افسردہ واپس تشریف لائیں تو اگر حضرت امیر پر برس پڑیں، اول تو باغ فدک کا قصہ ہی بالکل بے بنیاد اور سکی بنا، ایک حدیث موضوع ہے، سبائیوں نے پیغمبرؐ کے نام سے بھی کچھ حدیثیں گڑھ لی تھیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا کی تقریر غصہ آمیز کا خلاصہ یوں ہے،

حضرت سیدہ بجانب خانہ برگردید و جناب
امیرالمومنین انتظار معاودت او می کشید،
چوں بمنزل قرار گرفت از روئے مصلحت
خطابہائے درشت با سید اوصیا نمود
کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ
و مثل خائناں در خانہ گریختہ۔ سائر مردم دیدہا
را پوشیدہ اند، و ائمے ندارم نہ مانعے، خشمناک
بیروں رفتم و غمناک برگشتم، خود را ذلیل کردی
از روز یکہ دست از سطوت خود برداشتی
گرگاں می درندو می برند تو از جائے خود حرکت
نمیکنی کاش از ریں پیش ذلت و خواری مردہ بودم
(دیکھو حق الیقین)

حضرت سیدہ گھر تشریف لائیں جناب امیرالمومنین
ان کی واپسی کا انتظار فرما رہے تھے جب بیٹھیں
اور مصلحت کے سبب اوصیا (جناب امیر) کو
نہایت سخت و سست کہا اور فرمایا کہ تم گھر میں چھپکر
یوں بیٹھ گئے ہو جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں اور یوں
گھر میں بھاگ آئے ہو جیسے کوئی خیانت کر کے آتا ہے
سب لوگوں نے آنکھیں بند کر لی ہیں میرا کوئی حمایتی ہے
نہ مددگار میں غضبناک گئی اور غمگین واپس آئی تم نے اپنے کو
ذلیل کر دیا جب سے تم نے اپنی سطوت کو چھوڑ دیا مجھے
بھیڑیے پھاڑ رہے ہیں اور اٹھا کر لیے جا رہے ہیں)
کاش میں مگر تم ہو کہ اپنی جگہ سے ہلتے ہی نہیں، کاش میں
اس ذلت و خواری سے پیشتر مر گئی ہوتی،

میرے دوستو! مسلمان تو مسلمان بھلا کوئی غیر مسلم بھی جس نے سیرت بتولؑ و سیرت حیدر کرارؑ کا مطالعہ کیا ہے ایک منٹ کیلیے یقین کر سکتا ہے کہ ایسے ناشائستہ کلمات جناب سیدہ کی زبان پاک سے نکلے ہونگے اور وہ بھی سیر خانہ اعلیٰ مرتضیٰؑ کی شان میں، وہ سیدہؑ جو کاشانۂ نبوت میں پیدا ہوئی ہوں جو حضرت خدیجہ طاہرہ کی گود میں پلی ہوں، جو بہترین اخلاق کی آماجگاہ میں چھوٹی سے بڑی ہوئی ہوں، ایسے اخلاق جو صرف مسلمانوں کیلیے نہیں بلکہ سارے جہان کیلیے نمونہ ہوں وہ بی بی جنکا لقب خاتون جنت ہو وہ پاک نفس اور محبوب بیٹی جسکے آنے پر خود پیغمبر خدا اٹھ کھڑے ہوتے ہوں، وہ پیغمبر زادی جو مسلمان بیبیوں کے لیے نمونۂ اخلاق حسنہ ہو

ایسی خاتون کے منہ سے حضرت علیؓ سے متقی و معزز صحابی، حضرت علیؓ سے محترم و غیور شوہر کی شان میں انھیں کے منہ پر ایسے دل خراش، اشتعال انگیز و توہین آمیز کلمات کا استعمال خلاف قیاس ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے،

ایک متوسط خاندان کی بی بی بھی اپنے شوہر کو اس دریدہ دہنی کیساتھ برا بھلا کہنے کی جرأت نہیں کرسکتی اور ایک افیونی نواب بھی ایسے غیر مہذب الفاظ اپنی بیوی کی زبان سے سننے کا ہرگز متحمل نہیں ہوسکتا،

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھر جس میں یہ فرضی شور ہو رہا تھا مدینہ منورہ سے ہزاروں منزل دور تھا اور اس کے رہنے والوں تک کبھی جناب محمدؐ کے اخلاق پاکیزہ کی شعاعیں نہیں پہنچی تھیں

ابن سبا کے شاگرد اپنے استاد کے سعادتمند شاگرد تھے وہ اپنے استاد کی پالیسی کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے اسلام کی تخریب کی کوشش میں انھوں نے اسلام کی مقدس ہستیوں کی کیسی زشت تصویریں کھینچی ہیں، شیعہ نہ معلوم کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، ان تصویروں پر کبھی اظہار نفرت نہیں کرتے کیا ان حضرات کو ابن سبا اور اسکے شاگردوں کی صداقت پر اعتبار ہے؟ ہونا تو ہرگز نہ چاہیے، یہ کیسے بڑے دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں

عبداللہ بن سبا کی نسبت تم تھوڑا بہت پڑھ چکے ہو، وہ یہودی تھا، کافر تھا، دشمن خدا دشمن رسول، دشمن اسلام نظر آتا ہے، اس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اسلام کی بیخکنی میں صرف کردیا تم گہری نظر سے دیکھو کہ جو عقیدے اس نے یا اس کے یاروں نے بنائے ہیں وہ اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں یا برے اخلاق کی، وہ خدا اور رسول کے ارشاد کے موافق ہیں یا خلاف بڑا غضب تو یہ ہے کہ ان دشمنانِ اسلام نے حضرات ائمہ کو نیز دیگر مقدس بزرگوں کو چشمہ اخلاق مذموم بنا دیا ہے، انکو بدترین نمونہ انسانیت کا ظاہر کیا ہے۔ بہت سے شیعہ اس فریب کو

نہیں سمجھتے اور اپنے منہ سے اپنے مقدس بزرگوں کو بُرا کہتے ہیں، اور حقیقت کیسا کھلا ہوا دھوکا ہے
مگر انکی سمجھ میں نہیں آتا، نادان کہو تو خفا ہو جاتے ہیں

ابن سبا اور اسکے دوستوں نے ان نادان مقلدوں کی دولتِ ایمان اس طرح لوٹ لی
کہ گویا انکے پاس کبھی تھی ہی نہیں،

باور نمی شود کہ گہے ایں دل خراب
معمور بودہ است کہ ویرانہ کردہ اند

سبائی مذہب کی پرستاری اختیار کرتے ہی ذہنیت میں ایک تغیر پیدا ہو جاتا ہے
تقیہ (جھوٹ) اور متعہ (زنا) باعث ثواب و ترقیٔ درجات ہو جاتا ہے

صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک دَور
نکلے جو میکدہ سے تو دنیا بدل گئی

جھوٹ ام المعائب ہے، کوئی تعجب نہیں کہ ایک کاذب کا کیرکٹر (سیرت) اسطور پر تیار
ہو جائے کہ اسکو سازش و فریب سے رغبت خاص ہو جائے، روزمرہ بات چیت کا رنگ
بدل جائے، راست بازی سے بے تعلقی ہو جانے کی وجہ سے سادگی و بیساختگی کی جگہ تصنع
و پیچیدہ بیانی آجائے ذرا سی بات کیلئے لمبی تمہید ضروری ہو جائے کہے کچھ کرے کچھ،
ظاہر اور باطن اور، ہو جائے بزدل اور وعدہ خلاف ہو جائے یہ سب تقیہ (جھوٹ) کی
برکتیں ہونگی، ہاں استثنا کی گنجایش ہر جگہ اور ہمیشہ ہو سکتی ہے، اب چند منٹ کے لیئے
عامل تقیہ غور فرمائیں، انصاف سے بھی نہ سہی (واقعات سے کہاں تک انکار کرینگے)
کہ ان میں کیا کیا عیوب پیدا ہو کر ذاتی زینے طے کر رہے ہیں،

اچھا اب تو تم کو مذہب سبائی کے اصول معلوم ہو چکے ہیں تو اس کا لب لباب کیا ہے؟

سُنیے میں ایک ڈائگرام کھینچکر بتادوں، اگر مذہب دس حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ان میں نو حصے تو تقیہ ہے اس تقیہ کا دوسرا نام جھوٹ ہے اور اس جھوٹ میں فریب، مکاری دغابازی، وعدہ خلافی وغیرہ شامل ہیں، باقی رہا ایک حصہ اس میں متعہ ہے تبرّا ہے نماز روزہ اور دیگر امور ہیں، متعہ اور تبرے کے بڑے فضائل ہیں،

ڈائگرام

تقیہ — جھوٹ — متعہ — تبرا — دیگر امور — خمس — وغیرہ

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰

قرآن اور تحریف

کسی مسلمان کو قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے کیونکر جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ قرآن کے خلاف عقیدہ رکھے لیکن یہ واقعہ ہے کہ مذہب امامیہ کے عقائد قرآن پاک کے خلاف ہیں، کیا اُن عقائد کا بانی مسلمان ہو سکتا ہے؟ ابن سبا کی نسبت تم اہل تشیع کے اماموں کا فتویٰ لعنت سُن چکے ہو، جو شخص حضرت علیؓ کو خدا کہے اور اپنے تئیں نبی وہ مسلمان کیونکر ہو سکتا ہے سبائی فرقہ کے تمام عقائد کا بانی یا تو ابن سبا ہے یا اسکے پیرو اور ہم خیال لوگ،

ہمارے شیعہ دوست ایک عجیب کشمکش میں پڑ گئے ہیں اگر مذہب شیعہ پر قائم رہتے ہیں تو قرآن سے منحرف ہونا پڑتا ہے اور اگر قرآن پر ایمان رکھتے ہیں تو مذہب شیعہ کو خیرباد کہنا پڑتا ہے شیعہ بھی رہیں اور قرآن پر ایمان بھی رہے یہ دونوں باتیں ایک ساتھ نہیں ہو سکتیں،

اہل سنت وجماعت کے اگلے علما کو اس مسئلہ کی طرف کم توجہ ہوئی، کچھ یہ بھی تھا کہ

اپنے مذہب کو چھپاتے تھے اور انکے مذہب کی کتابیں ملتی نہ تھیں لیکن جناب مولانا محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی نے اس حقیقت کو کہ شیعوں کا ایمان قرآن پر نہ ہے اور نہو سکتا ہے مضبوط اور واضح دلیلوں کے ساتھ زیادہ تر شیعوں کی مستند کتابوں ہی سے ثابت کر دیا ہے خود حضرات شیعہ کو انکار کرتے بن نہیں پڑتا، مولانا صاحب نے کئی مرتبہ چیلنج دیا اور وہ چیلنج اب تک جاری ہے کہ کوئی شیعہ صاحب تردید کریں لیکن اب تک کسی نے تردید کی جرأت نہیں کی، اور کوئی جرأت کرتا تو کس طرح قرآن پر ایمان رکھ کر مسئلہ امامت جو مذہب شیعہ کا سنگ بنیاد ہے دھواں ہو جاتا ہے، متعہ، تقیہ، خلفائے ثلثہ کا کافر و دشمن اسلام ہونا، مرتد اور منافق ہونا سب تشریف لیجاتا ہے، اور مذہب شیعہ کی عمارت بلا کسی نوٹس دینے کے سر بسجود ہو جاتی ہے جناب مولانا محمد عبدالشکور صاحب نے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی، پہلے یہ بات کچھ مشکوک سی تھی کہ آیا سبائی فرقہ دائرۂ اسلام کے اندر ہے یا باہر ہے لیکن جیسے ہی سبائیوں کا عقیدہ قرآن پاک کی نسبت اپنی حقیقی صورت و نوعیت میں بے نقاب ہوا تو مطلع صاف ہو گیا اور بلا شک و شبہ کے نظر آنے لگا کہ یہ فرقہ قرنوں سے دائرۂ اسلام کے باہر ہے، شیعہ قرآن کو پاکر خوش نہیں ہوئے انھوں نے قرآن کو چھوڑا اور امامت کو مانا، انکا عقیدہ ہے کہ امام قرآن سے افضل ہے، دلیل یہ ہے کہ قرآن خاموش ہے اور امام "قرآن ناطق ہے" خاموش کو ترک کیا اور ناطق کو اختیار کیا بس قصہ تمام ہو گیا،

ابن سبا کا دلی مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمانوں کا ایمان نہ قرآن پر رہے نہ حدیث پر رہے نہ خدا سے واسطہ رہے نہ رسول سے، ایک وحدت خیال پیدا ہو جائے کہ جو کچھ ہیں صرف امام ہیں، امام کے اقوال ان کے لیے قرآن اور حدیث ہو جائیں بلکہ انسے بھی افضل ہی ہو گیا اسلام سے بہت دور ہو گئے،

ہمکو تمکو سب کو صبر آجاتا اگر وہ اقوال جن کو حضرات شیعہ اسقدر قابل وقعت سمجھتے ہیں اماموں کے اقوال ہوتے، اماموں کی طرف منسوب ضرور کیئے جاتے ہیں مگر وہ ان کے اقوال ہرگز نہیں کاش حضرات شیعہ جانچنے کی تکلیف گوارا کرتے تقیے نے بڑا غضب ڈھایا ہے جھوٹ بولنے میں اور اقوال گڑھ لینے میں ذرا بھی تکلف نہیں ہوتا، ہاتھ بڑگیا اور بگڑا رہیگا،

پورا قرآن آنحضرتؐ کی حیات ہی میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کے ساتھ مرتب ہو چکا تھا بہت سے صحابی حافظ قرآن تھے حفظ قرآن بغیر مرتب ہونیکے غیر ممکن تھا۔ لیکن حضرات شیعہ موجودہ قرآن کو بیاض عثمانی کہتے ہیں کیونکہ حضرت عثمان اور شیخین رضی اللہ عنہم کا جمع کیا ہوا ہے اور خلفائے ثلثہ پر ان کو اعتبار نہیں، انکی رائے میں وہ (معاذ اللہ) کافر مرتد، منافق اور دشمن اسلام تھے تو صاف ظاہر ہے کہ ایسے قرآن پر فرقۂ امامیہ کا ایمان کیسے ہو سکتا ہے اور ہے بھی نہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ وہ قرآن ہی نہیں جو حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے تھے اصلی قرآن حضرت علیؓ نے اپنے گھر میں چھپا کر جمع کیا تھا لیکن جب اس کو دشمنوں نے قبول نہیں کیا تو آپ نے غصے میں آکر اصلی قرآن نہ اپنے شیعوں کو دیا اور نہ اسپر خود عمل کیا چھپائے ہوئے گھر میں رکھے رہے

کیا حضرت علیؓ سے دانشمند حضرت علیؓ سے متقی و پرہیزگار کا طریقۂ عمل یہ ہونا چاہیے تھا کہ غصے میں آکر اُس قرآن کو جو خدا نے مسلمانوں کی ہدایت کیلیے نازل فرمایا ہے جو انکی روحانی بیماریوں کیلیے شفا ہے اور جو انکے حق میں ربانی فضل و رحمت ہو کر آیا ہے گھر میں رکھ لیں اور پھر آجتک وہ روشنی کا منہ نہ دیکھے شیعہ تک اس سے ہمیشہ محروم رہیں، ان دور از قیاس باتوں کو کوئی کیوں ماننے لگا،

تم سا جہان میں کوئی آشفتہ سر نہیں ٭ تھا یوں تو قیس نجد مگر اس قدر نہیں

فرقۂ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ وہ اصلی قرآن حضرت علیؓ سے درجہ بدرجہ اماموں کو پہونچتا رہا یہانتک کہ بارھویں امام حضرت مہدی کو پہونچا، اول تو امام مہدی کے وجود ہی میں شک ہی وجود کے برابر ہی برابر یہ بھی مشکوک ہے کہ وہ چار برس کی عمر میں قرآن اور چند تبرکات لیے ہوے غار تمرمن رای میں دشمنوں کے ڈر کے مارے چھپ رہے اور چھپے بیٹھے ہوے ہیں اب ہر وقت انکی آمد کا انتظار ہے کیوں نہیں آتے، یہ راز سربستہ ہے اور قیامت تک راز ہی رہے گا

گیارہ سو برس ہونے کو آے امام صاحب غائب ہیں قرآن کو لیے ہوے گوشۂ عافیت میں بیٹھے ہیں گو قرآن کی ضرورت وہاں سے یہاں بہت زیادہ تھی اور ہے فرقۂ امامیہ کے پاس قران ہے ہی نہیں، ہدایت کا کوئی ذریعہ نہونیکی وجہ سے اسلام سے بے تعلق ہوگئے ہیں امام صاحب نہ خود آتے ہیں نہ قرآن کو کسی کے ہاتھ بھیجدیتے ہیں

اے دای برا سیر سے کز یار رفتہ باشد
در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

ایک خاص تاریخ کو بعض لکھے پڑھے تعلیم یافتہ بھی یہاں سے درخواستیں لکھ لکھ کر کنوئیں اور دریا میں امام صاحب کے نام چھوڑتے ہیں کہ جلد تشریف لائیے لیکن کوئی جواب نہیں آتا، کنوؤں اور دریاؤں کا کوئی سوتا غار تمرمن رای سے ملا بھی نہیں ہے، دیکھیے جغرافیہ کیا کہتا ہے غار تک پہونچا دینے کیلیے کوئی اور چیز تجویز کرنا چاہیے لیکن جواب آنیکی پھر بھی امید نہیں جب کوئی اس غار میں ہو بھی، خدا کے واسطے بتاؤ کہ تمہارے سوا اور کوئی شخص بھی جس کو اللہ نے شئے لطیف کا تھوڑا سا بھی حصہ دیا ہے ان باتوں کو مانے گا، امام غائب چار برس کے سن میں بھاگ کر غار میں چھپ رہے، تھوڑے نہیں گیارہ بارہ سو برس گذر گئے اصلی قرآن لیے ہوے

بیٹھے ہیں یہ انتظار ہے کہ تین سو تیرہ مخلص شیعے دنیا میں حامی و مددگار ہو جائیں تب غار سے نکلوں، گیارہ بارہ سو برس کا تو خود امام صاحب کو تلخ تجربہ ہے کہ اتنے شیعہ ہوئے آپکے جد امام حسین علیہ السلام کو دشت کربلا میں تلخ تر تجربہ ہوا تھا، کوفے کے سب شیعوں نے جو ہزار ہا تھے پہلے تو برہنہ تلواروں سے استقبال کیا اور پھر جو کچھ ظلم و ستم کیا وہ پیر فلک نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا،

بہانے کی تو بات ہی اور ہے ورنہ زمانہ موجودہ بھی خاصا امن و امان کا زمانہ ہے ایک شیعہ کی بھی ضرورت نہیں، کوئی چیز مانع نہیں، امام صاحب اس وقت آسکتے ہیں، علاوہ بریں چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں دس بیس برس نہیں بلکہ سو سوا سو برس سبائیوں کی حکومت شان و شوکت کے ساتھ غار سرمن رائے کے ہر چہار طرف ہزاروں میل ہی امام غائب کیلیے وہ بہترین موقع برآمد ہو چکا تھا منتظرین سے اپنی جانب سے امام صاحب کو بلانیکی کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھی ہوگی، اور غار پر متواتر دستکیں دی ہونگی، اظہر کی صدائیں لگائی ہونگی لیکن کوئی صدا اس طرف سے نہ آئی نہ آئی، میرے دوستو! غار میں اور جو کچھ ہو مگر امام صاحب نہیں ہیں اور نہ کبھی تھے، وہاں کوئی قرآن بھی نہیں ہے نہ کبھی تھا، عقل سے کبھی کبھی تو تھوڑا سا کام لینا چاہیے، خدا نے انسان کو یہ بہت بڑی نعمت دی ہے، تمام واقعات امام غائب کی موجودگی کے بالکل منافی ہیں خدا کیلیے اس خیال کو چھوڑ دو

امام غائب بچے تھے انکو معاف نہیں کہ انکے تمام اجداد کو شیعوں کی بیوفائی کی سخت شکایت رہی انھوں نے کبھی ساتھ نہ دیا اور ہمیشہ دغا کی حضرت علی رضؓ کو شکایت رہی حضرت امام حسن کو اور سب سے زیادہ امام حسین رضؓ کو، آپ اگر اس غار میں ہوں تو خدا کیلیے گوشۂ عافیت کو ہرگز نہ چھوڑیے گا یہاں اگر تشریف لائے تو حضرت سلامت خیریت نہیں، اپنے جد حضرت امام حسینؓ کا حال آپنے نہیں سنا

ان کو بھی کوفے والوں نے اصرار پر اصرار کر کے کہ دو سو خط لکھ کر بلایا تھا اور پھر طمع دنیا میں آکر دشت کربلا میں کس بیدردی سے تشنہ لب شہید کیا، طمع دنیوی ان کا نصب العین ہو گیا تھا

ظہور مہدی کا مختصر قصہ یوں معلوم ہوتا ہے تقریباً ہر مذہب والے زمانۂ قیامت کے قریب ایک ہادی آخر الزماں کے منتظر ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ آکر مذہب کی بگڑی ہوئی باتوں کو بنا دیگا عدل و انصاف قائم کر دیگا اور دنیا کی حالت کو سنوار دیگا، زمانہ کی مذہبی اخلاقی تاریکی جاتی رہیگی چنانچہ ہندو ایک اوتار کے منتظر ہیں، یہودی اور عیسائی مسیح کے مسلمان مہدی ہاشمی النسب کے بہت سے مہدی کئی جگہ پیدا ہو چکے، پنجاب کب کسی سے گھٹ کر رہنے والا تھا چنانچہ خاک پنجاب نے بھی ایک مہدی پیدا کر دیا، اور ایسا مرکب مہدی جو جملہ مذاہب کے منتظرین کا جواب ہے، مہدی بھی ہو، مسیح موعود بھی ہو، کرشن بھی ہو، نبی بھی ہو اور مجدد بھی ہو، خدا جانے ایسے اور کتنے آنیوالے ہیں؟ یہ سلسلہ جلد ختم ہونیوالا نظر نہیں آتا، ابھی تھوڑے دن ہوئے تھیاسوفیکل سوسائٹی نے مسیح موعود کو بشکل مسٹر جے کرشن مورتی لاکر کھڑا کر دیا، آخر قرب قیامت کا کب تک کوئی انتظار کیا کرے لیکن فرقۂ امامیہ کی نگاہ انتظار صدہا برس سے غار سرمن رای کے در پہ لگی ہوئی ہے

شب غم کی سحر نہیں ہوتی
ہو بھی تو میرے گھر نہیں ہوتی

سبائی کہتے ہیں کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے لیئے دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم دونوں چیزوں کو مضبوط پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے، کتاب اللہ اور میرے اہل بیت، یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہونگے یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پہونچ جائیں (یعنی قیامت تک) اس حدیث کو حدیث ثقلین کہتے ہیں ثقلین کے معنی دو بھاری چیزیں، اول تو یہ حدیث ہی غلط ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو سبائیوں کا اس قرآن پر

جو آنحضرتؐ چھوڑ گئے تھے اور جو اس وقت تک محفوظ چلا آتا ہے ایمان نہیں وہ اس کو محرّف کہتے ہیں اور محرّف قرار دیتے ہیں ان کے تمام ائمہ و علما متفق ہیں، اس لیے سیدھے سادے شیعوں کو گمراہی سے بچانے کیلیے کوئی قرآن نہیں، رہے اہل بیت سو اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اہل بیت سے مراد صرف بارہ امام ہیں تو یہ واقعہ ہے کہ گیارھویں امام جناب حسن عسکری کا انتقال ۲۶۰ھ میں ہوا کم سے کم اس وقت سے کوئی امام نہیں ہے، قرآن یوں گیا اور امام یوں گئے، گمراہی سے بچنے کے صرف دو سہارے تھے ان میں کوئی نہیں رہا، غرضکہ قرآن اور اہل بیت بہت جلد دنیا ہی میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، حالانکہ اگر حدیث سچی ہوتی تو ہرگز جدا نہ ہوتے،

• مولانا عبدالشکور صاحب نے حدیث ثقلین پر بہت وضاحت سے بحث کی ہے انکے آخری دو جملے پہاڑ کی طرح اٹل ہیں وہ فرماتے ہیں "اگر حدیث ثقلین سچی ہے تو قرآن کا محرّف ہونا اور اہلبیت کا غائب ہونا غلط ہے اور اگر دونوں کا محرّف اور غائب ہونا صحیح ہے تو حدیث ثقلین غلط ہے" اب تمہیں منصفی سے کہنا کہ اسکا کیا جواب ہے؟ یہاں تو ہمیشہ کا وفادار تقیہ بھی مدد سے انکار کر دیتا ہے،

یہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ گیارھویں امام نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، اب کیا کیا جائے بارہ اماموں کی تعداد خدا کی مقرر کردہ ہے اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی، ساتھ ہی اسکے خدا پر واجب ہے کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہ رہے، اسلیے بارھویں امام کی اہمیت کا اندازہ تم خود آسانی سے کر سکتے ہو، اول تو انکا ہونا ضروری ہے اور پھر قیامت تک زندہ رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ وہ آخری امام ہیں، اسلیئے ابن سبا کے چیلوں نے یہ سکیم تجویز کی کہ امام حسن عسکریؒ کا کوئی صاحبزادہ قرار دیا جائے دوسرے یہ کہ اگر بارھویں امام مثل اور انسانوں کے ہم لوگوں میں رہیں گے تو وہ دوسرے پنجہ سے ہر گز بچ نہ سکیں گے

اور یہ امر مسلّمہ ہے کہ تیرھویں امام ہو نہیں سکتے اسلیے اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہیں کہ بارھویں امام (یعنی فرضی صاحبزادے) کو غائب کر دو پھر اپنے اختیار میں ہوگا کہ انکو قیامت تک غائب رکھیں اسلیے پہلے تو یہ کہا گیا کہ نرگس ایک لونڈی تھیں ان سے عالم خواب میں حضرت امام حسن عسکریؑ کا نکاح ہوا تھا پھر وہ حاملہ ہوئیں تو ایک صاحبزادے مہدی پیدا ہوئے لیکن وہ چار پانچ برس کی عمر میں دشمنوں کے خوف کے مارے ایک دن تنہا قرآن دیگر صحائف لادے ہوئے بھاگ کر غار سرمن رای میں چھپ گئے، ایک شخص کو بارھواں امام بنا دینا تو چنداں مشکل نہ تھا لیکن اس کو قیامت تک عالم ناسوت میں زندہ رکھنا انسانی طاقت سے باہر تھا اسلیے غائب ہونیکا قصہ گڑھ لیا گیا، کچھ دنوں تک امام غائب کے سفیر آتے جاتے رہے یہاں تک کہ ایک مبسوط کتاب اصول و فروع کی تیار ہو کر امام صاحب کے پاس یہاں سے بھیجدی گئی انھوں نے پسند فرما کر اس پر کافی شیعتنا کی مہر ثبت کر دی یہی کتاب کافی کہلاتی ہے اور سبائیوں کے ہاں اس سے زیادہ کوئی مستند کتاب نہیں ہے مگر ایک سطحی نظر بھی دیکھ سکتی ہے کہ یہ کتاب کس آسانی سے غار کے اندر جا کر یہاں آپہونچی وہ تو کہیے چار سفیروں کے بعد حکومت نے اس ڈھکوسلے کو ہمیشہ کیلیے بند کر دیا ورنہ سفیروں کی تجارتی آمد و رفت برابر جاری رہتی اور کم از کم سو قدر والی کتاب ہر سال آیا کرتی اور سادہ لوح سبائیوں کو تسکین دیدی جاتی کہ امام صاحب غائب ہیں تو کیا ہرج ہے ہدایتیں تو برابر آرہی ہیں لیکن ایک بات بہت تعجب خیز معلوم ہوتی ہے کہ امام صاحب نے قرآن اصلی کو جسکی بیحد ضرورت یہاں تھی اپنے پاس ہی رکھنا مناسب سمجھا ورنہ بہت آسانی سے چاروں سفیروں میں سے کسی کے ہاتھ بھجوا دیتے،

میرے دوستو! ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے لیکن سبائیوں کے ہاں نہ تو جھوٹ اور فریب کی کوئی حد ہے اور نہ بھیڑ یا دھسان مقلدوں کی سادہ لوحی کی کوئی حد ہے جو ان کمبختوں کو سچ مانے

بیٹھے ہیں اور مگن ہیں، اگر مضبوطی سے پکڑنے سے مطلب اطاعت و اتباع ہے تو یقین مانیے کہ سبائیوں سے یہ غلطی کبھی نہیں ہوئی، ماتم کیا ماتمی صورت بھی بنائی سینہ کوبی کے نئے نئے انداز بھی ایجاد کیے علم اٹھائے اور علم اٹھانے میں زور بازو کی تعریفیں بھی ہوئیں سوز خوانی کی اور فن موسیقی میں چار چاند بھی لگا دیے، مرثیے پڑھے اور فن مرثیہ کو ایک فن لطیف بھی بنا دیا لیکن نہ کی تو اتباع اہلبیت، محض رسوم کو اصل مذہب سمجھ لیا اور رسوم کے پیچھے پڑے رہے

سبحہ گرداں ہی میر ہم تو رہے
دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

اتباع سے ہمیشہ ایک معقول بُعد پر رہے اسکے لیے عمل کرنیکی ضرورت ہے اور یہ اپنے بس کی بات نہیں مگر مشکل تو یہ ہے کہ اسلام عقائد کے ساتھ عمل بھی چاہتا ہے عمل ہی بہترین شہادت عقائد کی ہے، کفارے کا مسئلہ بھی خوب ہے، پادریوں کا خدا بھلا کرے بڑے کام کی بات نکال دی حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھ گئے تمام عیسائیوں کے گناہ معاف ہو گئے عمل نیک کی ضرورت باقی نہیں رہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، سبائیوں کے جملہ گناہ معاف ہو گئے عمل نیک کی ضرورت باقی نہیں رہی،

دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اب حصول نجات صرف دو باتوں پر رہ گیا ہے۔ رویا کرو اور لعنت کیا کرو بس۔ مگر مذہب کا مقصد یہ نہیں ہے کہ چند مراسم ادا کر لو اور جنت کے مستحق بن جاؤ بلکہ اپنے میں اخلاق الٰہی کا پرتو پیدا کرو اور خدا کے رنگ میں ڈوب جاؤ،

تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ

خصوصیت اور محبت اہلبیت کا دعویٰ تو بہت سہل ہے لیکن دعوے کا ثبوت مشکل ہے، ثبوت صرف اتباع ہے

خدا فرماتا ہے	ترجمہ یہ ہے
(۱) اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ، پ۳ سورۃ البقرہ	(۱) ابراہیم کے ساتھ خصوصیت کے بڑے حقدار تو وہ لوگ تھے جنھوں نے ان کی پیروی کی پ۳ سورۂ بقرہ
(۲) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ پ۳ سورۃ البقرۃ	(۲) (اے پیغمبر) کہدو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم کو دوست رکھے،
(۳) فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ (پ۱۳ سورہ ابراھیم) یہ حضرت ابراہیم دعا کے وقت خدا سے کہہ رہے ہیں	(۳) تو جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے

یہ بات غیر سبائی سمجھ سے باہر معلوم ہوتی ہے کہ درحالیکہ حضرت امیر نے قرآن کے جمع کرنے میں کوشش بلیغ فرمائی لیکن محض اس وجہ سے کہ اس قرآن کو دشمنوں نے قبول نہیں کیا اپنے معتقد سبائیوں کو اس نعمت عظمیٰ سے محروم کر دیا جس کا صریحی نتیجہ یہ ہوا کہ محرومی دائمی ہو کر رہ گئی،

جب قرآن مسلمانوں کی ہدایت کیلیے اترا ہے تو اس کی اشاعت ہونا چاہیے، اصلی قرآن کو لوگ قبول نکریں یہ بات تو بالکل مہمل معلوم ہوتی ہے، آنحضرتؐ کی حیات ہی میں مسلمان قرآن سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے، کوئی صحابی ایسا نہ تھا جو قران نہ جانتا ہو بہت سے صحابہ حافظ قرآن تھے سب کے سب اصلی اور جعلی قرآن میں تمیز کر سکتے تھے یہ بالکل خلاف قیاس ہے کہ مسلمان اس کو قبول نکرتے، نہ قبول کرنیکی کوئی مضبوط وجہ ہونا چاہیئے آنحضرتؐ کی وفات کو ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوے تھے مسلمانوں کے ایمان درست اور راسخ تھے پھر کیوں نہ قبول کرتے اور بفرض محال اگر کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو قبول نکرتے تو وہ لوگ اسلام سے خارج ہو جاتے لیکن یہ کیسی ایمان سوز مصلحت تھی کہ تمام مسلمانوں کو اصلی قرآن سے

محروم کر دیجیے بہرحال حضرت علیؓ کا فرض تھا کہ اصلی قرآن کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے اور اس کی اشاعت کی کوشش کرتے، ماننا نہ ماننا اُن لوگوں کا کام تھا،

سب مانتے ہیں آپ کو کسی کا خوف نہ تھا، بڑے شجاع تھے، سبائیوں کا تو عقیدہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل سے قوی و مقرب فرشتہ کے چند پر کاٹ ڈالے تھے موت کا کوئی خوف نہ تھا کیونکہ موت آپ کے اختیار میں تھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن مسلمانوں سے جہاد کیا تھا جنھوں نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا، تحریف قرآن پر تو سخت جہاد ہونا چاہیئے تھا پھر کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب نہ ہے نہ ہو سکتا ہے، ایسے ہی موقعوں پر تقیہ سے مدد لی جاتی ہے، سب سے زیادہ قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے خود اس اصلی قرآن پر عمل نہیں کیا حالانکہ ایمان اسی قرآن پر تھا، ایسے بڑے امام ایسے بڑے صاحب ایمان نے اصلی قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا اور جس قرآن پر ایمان نہیں تھا جسکو دشمنوں نے جمع کیا تھا اس پر عمل کرتے رہے اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ یہی حال خود انکی خلافت میں بھی ایسی باتوں کو تو صرف سبائی مان سکتے ہیں، سبائی ذہنیت ایک خاص چیز ہی جسکو مل گئی اس کو مل گئی اور نعمت لازوال ہو کر سبائیوں ہی میں تقسیم ہو گئی،

حق و باطل کو معلوم کرنیکے لیئے کچھ معیار تو ضرور رہنا چاہیئے، اس اصول کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ فلاں امر واقعیت کے مطابق ہے یا نہیں، اگر واقعیت کے مطابق نہیں ہے تو سمجھ لو کہ وہ ہرگز حق نہیں ہے، دوسرے اُس امر کے امکان و امتناع پر بھی غور کرنا چاہیئے اگر امکان خلاف قیاس ہے تو اسکو رد کر دینا چاہیئے، جب ہم حضرت علیؓ کے اس طرز عمل پر نظر کرتے ہیں کہ آپنے اصلی قرآن کو مسلمانوں کے سامنے کبھی پیش نہیں کیا، اپنے محبوب شیعوں کو بھی اس سے محروم رکھا، خود بھی اسپر کبھی عمل نہیں کیا اور اس قرآن کا کہیں پتہ بھی نہیں ہے

تو ماننا پڑتا ہے کہ فی الواقع کوئی ایسا قرآن کبھی تھا ہی نہیں، اصلی قرآن یہی ہے جو اسوقت گھر گھر موجود ہے اور جس پر حضرت علیؓ ہمیشہ عمل کرتے رہے باقی سب افسانہ ہے۔ دنیا میں کسی مذہب کے اصول کی بنیاد افسانوں پر نہیں ہے، ہے تو تنہا مذہب سبائی کی ہے،

عیسائی محقق بھی مثل محققان دیگر مذاہب اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن موجودہ بلا کسی تغیر و تبدل کے ویسا ہی ہے جیسا حضرت محمدؐ چھوڑ گئے تھے سر ولیم میور سا متعصب بھی کہتا ہے "غالباً دنیا بھر میں کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جو بارہ سو برس ہو گئے ہوں اور اس صحت کے ساتھ رہی ہو" (دیکھو لائف آف محمدؐ مصنفہ میور) لیکن سبائی کہتے ہیں کہ موجودہ قرآن وہ قرآن نہیں ہے یہ تحریف شدہ ہے اس میں رد و بدل ہوا ہے، حروف میں، الفاظ میں، ترتیب میں، بہت سی آیتیں اور سورتیں غائب کر دی گئیں، اصل قرآن میں سترہ ہزار ۱۷۰۰۰ آیتیں تھیں، اس قرآن میں صرف چھ ہزار چھ سو سولہ ۶۶۱۶ رہ گئیں، دس ہزار سے اوپر نکال ڈالی گئیں یعنی تقریباً آدھے سے زیادہ جا بجا عبارت بڑھا بھی دی گئی وہ باتیں بڑھا دیں جو اللہ نے نہیں فرمائی تھیں، سبائیوں کے ہاں دو ہزار سے زیادہ روایتیں تحریف قرآن کی تائید میں ہیں، یہ اس عقیدے کی اہمیت کی بڑی بھاری دلیل ہے، مذہب شیعہ میں کوئی مسئلہ اصول و فروع کا ایسا نہیں ہے جس میں ائمہ کے اقوال مختلف نہ ہوں لیکن اگر کوئی اختلاف نہیں ہے تو مسئلہ تحریف میں، ائمہ یا اصحاب ائمہ کا کوئی قول تحریف قرآن کے خلاف نہیں ہے

ذرا کیوں جلیے مولوی دلدار علی صاحب و مولوی حامد حسین صاحب[1] جو بہت بڑے شیعی مجتہد تھے تحریف کے قائل ہیں اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ آیتیں کس نے نکالیں یا بڑھائیں کیوں نکالیں یا بڑھائیں، اُن آیتوں کا مضمون کیا تھا اسکا ثبوت کیا ہے کہ گھٹا دی گئیں یا بڑھا دی گئیں، شیعوں کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے جمع کرنے والوں نے گھٹا بڑھا دیا

[1] دیکھو استقصاء الافحام ۱۲

اور وہ خلفائے ثلثہ تھے، نکال ڈالنے کی غرض یہ تھی کہ ان آیتوں سے امامت کا مسئلہ ثابت ہوتا تھا، امام کے حقوق جو غصب کر لیے گئے تھے بجا ثابت ہوتے تھے جا بجا علیؓ اور ائمہ کا نام صراحۃً موجود تھا وہ بالکل نکال ڈالا، اور یہ اس واسطے تاکہ مخالق کو فریب دیں، کچھ ایسی باتیں درج کر دیں کہ ان سے کفر کے ستون[1] قائم ہوتے ہیں جن سے مذہب باطلہ کی تائید ہوتی ہے، پوچھو وہ کون باتیں ہیں تو جواب نہیں دیتے،

اب یہ فرمائیے کہ ایک مسلمان خدا کے اس وعدے کو سچا سمجھے جو اس نے قرآن پاک کے محفوظ رکھنے کی بابت کیا ہے یا تمہاری ان بے سروپا باتوں کو؟ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون پ۱۴ سورہ حجر (ترجمہ) بیشک ہم ہی نے قرآن اتارا ہے اور بیشک ہم ہی اسکے نگہبان ہیں، خدا نے دین اسلام کو کامل کر دیا ہے اور اور دین اسلام کا دار مدار قرآن پر ہے، اگر قرآن محرف ہو جائے مشکوک ہو جائے یا غائب ہو جائے تو خدا نے جو کچھ کیا ہے فوت ہو جائے،

آخری سوال یہ رہ جاتا ہے کہ نکالے جانے یا بڑھائے جانے کا ثبوت کیا ہے، یہ ذرا مشکل سوال ہے، سب سے وزنی شہادت، سبائیوں کے یہاں جناب امیرؓ کی ہو سکتی ہے، وہ فرماتے ہیں تقیہ کی ضرورت اس قدر ہے کہ نہ میں ان لوگوں کے نام بتا سکتا ہوں جنھوں نے قرآن میں تحریف کی، نہ اس کی زیادتی کو بتا سکتا ہوں جو انھوں نے قرآن میں اپنی طرف سے بڑھائی نہ وہ مضامین جو نکال دیے گئے" چلیئے قصہ تمام ہو گیا، تقیہ بہت بڑا مشکل کشا ثابت ہو جاتا ہے، اس کے ساتھ جھوٹ بھی نمایاں ہو ہی جاتا ہے،

سارا دار مدار جناب امیرؓ کی شہادت پر تھا لیکن اُن کی شہادت خود انکے اقبال سے بیکار ہو جاتی ہے اس کے سوا کوئی اور ثبوت نہیں، آخر سچ ظاہر ہو گیا، جب حق و باطل میں

[1] دیکھو کتاب احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحات ۱۱۹ الغایت ۱۳۱ ۲۰ منہ

تصادم ہوجاتا ہے تو باطل حکپنا چور ہوکر رہ جاتا ہے، یہ یاد رہے کہ منجملہ بہت سے افتراؤں کے یہ بھی ایک افترا حضرت علی پر ہے فی الحقیقت اُس برگزیدہ متقی اور سچے بندے نے کبھی قرآن پاک کی نسبت تحریف کا الزام نہیں لگایا لیکن کوفہ کی سبائی جماعت نے جھوٹے عقائد کی تائید میں جھوٹی حدیثوں کے انبار لگا دیے ہیں، ہمارے تعلیم یافتہ شیعہ بھائیوں کو ان واقعات پر غور کرنا چاہیئے اور تقلید جامد کے جوے کو پھینک دینا چاہیئے

گھٹانے بڑھانے کا ثبوت قطعی تو ایک ہوسکتا ہے، اصلی قرآن وہ لے آئیے، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اصل قرآن صرف جناب امیر نے جمع کیا تھا، لیکن وہ قرآن شیعوں کے پاس ہے نہیں، اب کیا کریں، بڑی دقت کا سامنا ہے، قرآن پاس نہیں لیکن مومن ہونے کا دعوے ہے معلوم ہوا ایمان تو قرآنِ "غائب" پر ہے، اور ایمان بالغیب بڑے درجے کا ایمان ہے لیکن مجبوراً یہی قرآن پڑھنا پڑتا ہے حالانکہ نہ اس پر ایمان ہے نہ عمل، اگر ایمان رکھیں اور عمل کریں تو تمام عقائد برباد ہوے جاتے ہیں خلفائے راشدین اور صحابہ کا مومن برحق ہونا، جنتی ہونا، خلیفۂ جائز ہونا ثابت ہوا جاتا ہے، امامت، تبرا، متعہ، تقیہ سب اڑ جاتا ہے، مذہب سبائی کا گھروندا ہی بگڑ جاتا ہے مگر باپ دادا کا مذہب چھوڑا نہیں جاتا، ع،

عجب اک مخمصے میں پڑ گئی ہے جان مومن کی

یہی باپ دادا کے مذہب کا احترام تھا جس نے کفار مکہ کو دین حق قبول کرنے سے باز رکھا اسلیے بحالات مذکورہ موجودہ قرآن پر شیعوں کا ایمان ہونا غیر ممکن ہے

کیا یہی وجہ ہے کہ حضرات شیعہ کے دل میں قرآن مجید کی وقعت نہیں ہے، اور وہ یہودیوں کی طرح قرآن اور اس کی آیتوں پر استہزا کرتے ہیں ان کے امام اول جناب امیر نے ایک زندیق کے تمام اعتراضات کے جواب میں جو اُس نے قرآن پر کیئے تھے یہی فرمایا کہ

قرآن میں منافقوں نے جو دشمنِ اسلام تھے تحریف کی ہے، انھوں نے قرآن اپنی خواہش و پسند کے بموجب جمع کر لیا ہے، جو چاہا نکال ڈالا جو چاہا بڑھا دیا، حالانکہ حضرت علی پر یہ سب افترا ہے لیکن کوفہ کی سبائی جماعت نے حدیث گڑھ دی اور شیعوں کو سمجھا دیا، ظاہر ہے کہ جس قرآن کی نسبت انکے امام اول یہ کچھ کہیں اُس قرآن کی شیعوں کے دل میں کیا وقعت ہو سکتی ہے، اسی وجہ سے کبھی کبھی بعض شیعہ وہ کلمات کلام اللہ کی نسبت استعمال کر جاتے ہیں جو گستاخی سے بھرے ہوتے ہیں،

مولوی مرزا احمد علی صاحب شیعی امرت سری نے اول تو فرمایا کہ کلام مجید میں صرفی و نحوی غلطیاں ہیں پھر فرمایا کہ اگر انھیں اغلاط اور متروک محاورات کی وجہ سے قرآن کو معجزہ کہا جاتا ہے تو میں بھی ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں، اڈیٹر صاحب اصلاح فرماتے ہیں یہ قرآن چند جہال عرب کا جمع کیا ہوا ہے، اس پر اعتراض نہ ہو تو کیا ہو، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان حضرات کا قرآن پر ایمان نہیں، اور اسی وجہ سے اُن کے دل میں اس کی کوئی عظمت بھی نہیں، دل کا حال قول و فعل سے ظاہر ہوتا ہے، ایک طرف تو ان منکرین کلام اللہ کی گستاخیاں ملاحظہ ہوں دوسری طرف غیر مسلم (عیسائیوں) کی حق پسندی ملاحظہ ہو ہرس فیلڈ لکھتا ہے کہ یقین پیدا کرنے میں فصاحت و بلاغت و نیز ادبیت میں قرآن تک کوئی کتاب یا تحریر نہیں پہونچ سکتی، باسفر سمتھ لکھتا ہے کہ قرآن واقعی معجزہ ہے لیکن مرزا صاحب و اڈیٹر صاحب کا انکار و دعویٰ بھی نیا نہیں ہے، قریش مکہ بھی یہی کہتے تھے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ (پ ۹ انفال) ترجمہ اور جب ہماری آیتیں ان (کافروں) کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں سُن لیا اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا قرآن کہہ لیں اب ہمارا ایک سوال حضرات شیعہ سے یہ ہے کہ آپکے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے؟ اگر ہے تو وہ کون سی

اور کہاں ہے ؟ ان کو مجبوراً کہنا پڑے گا کہ اس وقت تو کوئی نہیں ہے، ہمارا اصلی قرآن جناب امام غائب کے پاس موجود ہے جس کی صورت ہم نے تیرہ سو برس سے نہیں دیکھی ہم کو ہر منٹ امام غائب کے آنے کی اور اصلی قرآن لانے کی امید ہے۔ حضرات شیعہ یہ جواب اختیار کرنے پر مجبور ہیں، اگر ان سے کہا جائے کہ امام غائب کا غار میں ہونا، ان کا کبھی برآمد ہونا اور اصلی قرآن کا لانا تو ایک قصہ معلوم ہوتا ہے جو آپ کے سوا کوئی صاحب عقل ایک منٹ کے لیے باور کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا تو اس کا کیا جواب دیں گے ؟ کچھ نہیں، بھائیو! یہ کچھ اچھی بات نہیں کہ تم قرآن پاک کی صحت پر ایمان نہیں رکھتے اس کو محرف کہتے ہو اسکی شان میں گستاخی کرتے ہو، یہ انکار اور یہ گستاخی عین خدا تعالیٰ کی شان میں ہے اس کا نتیجہ بہت برا ہے قرآن ہدایت و رحمت ہے مگر کس کے لیے ؟ ایمان لانے والوں کے لیے هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (اعراف) تمہارے لیے نہیں، تم کو الٹا نقصان پہنچے گا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (پ۱۵ بنی اسرائیل) ترجمہ اور ہم قرآن میں ایسی ایسی اچھی باتیں اتارتے ہیں جو ایمان والوں کیلیے (امراض روحانی کا) علاج اور (موجب) رحمت ہیں اور نافرمانوں کو اس سے اور (الٹا) نقصان ہی ہوتا ہے قدرت کا اصول ہے

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ایک ہی چیز بعض لوگوں کے لیے مفید ہوتی ہے اور بعض لوگوں کیلیے مضر قصور چیز کا نہیں ہے خود تمہارا ہے، خداوند تعالیٰ تو بے نیاز و غنی ہے جس کا جی چاہے قرآن برحق کو مانے اور جس کا جی چاہے نہ مانے مگر منکروں کا انجام برا ہے، میرے دوستو! تم نے قرآن کو چھوڑ دیا بہت گھاٹے میں رہے،

مذہب سبائی کی عمارت ایک کمزور کھوکھلے کگارے کے کنارے پر کھڑی ہے، دیواروں اور چھتوں میں ہزاروں سوراخ ہیں، جا بجا شق ہو گئی ہیں، عقائد ایسے ہیں جو صاف صاف قرآن کے خلاف، حدیث رسول کے خلاف، عقل کے خلاف، یہاں سے وہاں تک جھوٹی روایتیں اور کہانیاں بھری ہوئی ہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت جیسی ضرورت پڑی گڑھ لیگئیں لیکن پھر بھی لاکھوں پیرو ہیں،

ان پڑھ یا وہ لوگ جو معمولی درجے کی علمی استعداد رکھتے ہیں قابل رحم اور قابل معافی ہو سکتے ہیں، وہ مذہب کو نہ سمجھ سکتے نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تقلید جامد کی بنا پر باپ دادا کے ڈھرے پر آنکھیں بند کیے ہوئے چلے جا رہے ہیں، مجتہد صاحب کے پیچھے ہو لئے ہیں انھوں نے جو فرمایا بس وہ نص قرآن اور حدیث سے زیادہ ہے، یہودیوں کی طرح انھوں نے اپنے مجتہد صاحب کا فرمان فرمودۂ خدا سمجھ لیا ہے، ان مقلدوں کا عقیدہ گو باطل ہے لیکن تاریخ ہی تم حضرت علیؓ کے زمانے کا ایک عبرت انگیز واقعہ قوم زط کا سن چکے ہو ستر آدمی عبداللہ ابن سبا کے پیرو تھے جو حضرت علیؓ کو خدا مانتے تھے وہ جناب امیر کے حکم سے اسوجہ سے جلا دیئے گئے کہ ان کو آپ نے اس باطل عقیدہ سے توبہ کرنے کو ارشاد فرمایا لیکن انھوں نے نہ مانا اور مرتے دم تک آپ کو خدا ہی کہتے رہے، بس حد ہو گئی! خود ان کے خدا نے بھی سمجھا یا کہ تمہارا عقیدہ باطل ہے لیکن نہ ماننا تھا نہ مانا، جو کچھ ابن سبا نے پڑھا دیا تھا وہ پتھر کی لکیر ہو گیا تھا، ابن سبا کے سیاہ جادو نے غضب کا کام کیا تھا،

اس میں کوئی شک نہیں کہ اُن کا عقیدہ باطل تھا وہ گمراہ تھے لیکن پھر بھی وہ اس عقیدہ پر کس مضبوطی سے مرتے دم تک قائم رہے اسی طرح لاکھوں بندگان خدا اسوقت مذہب سبائی پر جمے ہوئے ہیں، انھوں نے سمجھنے کی تکلیف کبھی گوارا کی نہ وہ سمجھنے کی قابلیت ہی رکھتے ہیں

وہ اس کو حق جان کر مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں کیا تم کو اُن پر ترس نہیں آتا! اگر یہ لوگ صرف نہج البلاغہ و کافی کے ترجمے کو غور سے پڑھ لیتے تو ان کی آنکھیں کھل جاتیں ان میں کافی مواد مذہب سبائی کے بھونڈے، گندے اور باطل عقائد کے چہرے سے نقاب اٹھانیکا اور اس کے خال و خط کو روشنی میں لانے کا موجود ہے بشرطیکہ گہری اور منصفانہ نظر ڈالیجائے اب رہے وہ جو سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں اور جن میں علما بھی شامل ہیں انکی حالت بالکل جداگانہ ہے، کون مانے گا کہ وہ مذہب کی باریک باتیں نہیں سمجھ سکتے مشکل مسئلوں کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے، کھوٹے کھرے کو نہیں پرکھ سکتے لیکن پھر بھی اُن عقائد کو چھوڑتے نہیں اسکی کیا وجہ ہے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حق کو دریافت کرنیکے بعد سب کے سامنے یہ کہدینا کہ میں غلط عقیدہ پر تھا توبہ کرتا ہوں بہت مشکل ہے، اقبالی مجرم کوئی کیسے بنے ذلت کا سامنا ہوتا ہے گذشتہ گمراہی اور غفلت کا اقرار کرنا سہل نہیں ہے، اس کے لیے شیروں کا دل اور غیر معمولی اخلاقی جرأت ہونا چاہیے جو بہت کم ہوتی ہے، اگر کچھ ہو بھی تو تقیہ کی گرمی سے مرجھائی ہوئی پڑی رہتی ہے، علاوہ بریں ہزاروں سبب مانع ہو جاتے ہیں، دوست احباب قرابت دار شاگرد، استاد معتقدوں کا پاس اور لحاظ۔ ان کو کیونکر منہ دکھائیں اُن کو کیونکر منہ دکھائیں، رشتے ناتے ٹوٹ جائینگے بیٹی بیٹوں کے بیاہ میں دقتیں پیش آئیں گی، ہزاروں روپے زکوٰۃ خیرات کی مد میں آتے ہیں سب بند ہو جائینگے لوگ پیٹھ پیچھے برا کہیں گے، کچھ منہ پر بھی کہہ جائیں گے ایک آپ ہی تو بڑے محقق رہگئے، کیا آپکے باپ دادا کر جو باوجود علم و فضل کے اپنے مذہب پر مرتے دم تک قائم رہے آپکے برابر عقل نہ تھی، بس ایسی ہی باتوں کا خیال کر کے سبائی دل اور بھی کمزور ہو جاتا ہے قوی کرتے ہیں مگر کسی طرح نہیں ہوتا، اور اعلان حق پر راضی نہیں ہوتا، یہ اخلاقی جرأت اکثر اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ خلوص کی کمی ہوتی ہے بلکہ کبھی خلوص تھا ہی نہیں یا تقیہ کے آتے ہی رخصت ہو گیا

خیالی ذلت جاہ و منصب سے محرومی ہونے کی تکلیف آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے دنیا دار دنکا ڈر ہے اُن سے شرم آتی ہے، دنیا اپنی بیشمار خوشنمائیوں اور دلفریبیوں کے زور سے دل کو حقانیت کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی اور بیچارہ سبائی ایک طرفہ کشمکش کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے

ہوشم نہ مصاحبان و خویشان بردند
ایں کج کلہاں موئے پریشان بردند
گفتند چرا تو دل باینان دادی
باللہ کہ من نہ دادم ایشاں بردند

فطری طور پر انسان نجات اخروی کے ذریعے کا متجسس ہے مذہب ذریعۂ نجات خیال کیا جاتا ہے، باطل مذہب ذریعہ نجات نہیں ہو سکتا تو جو شخص جان بوجھ کے باطل مذہب پر قائم رہتا ہے اسکے لیے کیا کہا جائے، ذرا یاد کرو یہودیوں کی ذہنیت کا حال جو قرآن پاک میں پڑھ چکے ہو وہ خوب جانتے تھے کہ محمدؐ سچے پیغمبر ہیں اور اس بات کا ایسا یقین تھا جیسے اپنے بیٹے کے بیٹا ہونیکا لیکن اس پر بھی آپ کی نبوت سے انکار کرتے رہے اور ایمان نہیں لائے کوئی جان بوجھ کر فریب کھانا نہیں چاہتا لیکن محبت میں ہر فریب جو محبوب کی جانب سے ہوتا ہے اسقدر لطف اندوز ہوتا ہے کہ جی نہیں بھرتا یہی حال سبائی علماء کا ہے وہ بھی جان بوجھ کر مذہب باطل کے فریب سے نکلنا نہیں چاہتے،

من آں نیم کہ دگر می تواں فریفت مرا
فریبش کہ مگر می تواں فریفت مرا

ایک بات سمجھ میں نہیں آتی ذرا تم بھی غور کرو ایک انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان شیعہ جس نے

بڑی بڑی ڈگریاں یونیورسٹی کی حاصل کی ہیں جو تمام مسائل پر بہت تیزی طبع و آزادی سے گہری تنقید کرکے ثابت کرتا ہے کہ اسکے شانوں پر سر ہے اور اس سر میں دماغ بھی ہے جب مذہب سبائی کی تحقیق کا مسئلہ پیش ہوجاتا ہے تو وہ اسپر غور کرنیسے قطعاً انکار کردیتا ہے وہ تمام دوراز قیاس قصص و روایات کی بنا پر خلاف عقل و خلاف فطرت عقائد و فروع کو اقلیدس کے اصول موضوعہ کی طرح صحیح و درست مانے بیٹھا ہے بخلاف اسکے ایک ہندو گرنجوٹا اپنے مذہب کی جانچ کرنے سے گریز نہیں کرتا اور خلاف عقل و قیاس باتوں کو رد کرنے کو تیار رہتا ہے،

کہیں یہ وجہ تو نہیں ہے کہ ایک شیعہ بچے کو بچپن ہی سے ایسی تعلیم و تلقین ہے کہ پھر مذہب کے مسئلے میں اُس کا دماغ کچھ حرکت ہی نہیں کرتا اور تحقیقات کی استعداد جاتی رہتی ہے۔ جس بچے کے دماغ پر بچپن ہی سے یہ نقش کردیا جاے کہ برائیاں نیکیاں ہیں اور نیکیاں برائیاں ہیں تو اسکی ذہنیت کس درجہ مسخ ہوکر رہ جائیگی اور باتوں کو جانے دو اس وقت صرف دو باتوں کو لے لو، اسکے والدین داعزا اسکو تعلیم دیتے ہیں کہ تقیہ کرنا یعنی جھوٹ بولنا ثواب ہے، سچ بولنا گناہ ہے، متعہ (زنا) بہت بڑی عبادت ہے تو اسکی اخلاقی حالت کس قدر پست ہوجائیگی خاصکر جبکہ اسکا سارا ماحول اسی رنگ میں ڈوبا ہو، وہ اپنے بڑوں کو ان پر عامل پائے اور جناب مجتہد صاحب اسکی ہمت افزائی میں دعا فرماتے ہوں،

کہ ایں آوارۂ کوئے بتاں آوارہ تر بادا

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک بت پرست، عیسائی، یہودی یا مجوسی باپ اپنے بچہ کو ایسی زہریلی اور اخلاق سوز تعلیم دینا گناہ سمجھتا ہے

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک تعلیم یافتہ نوجوان معزز شیعہ فتح پور بسواں کے رہنے والے تبرّے کے خلاف تھے، مذہب اسلام کے لیے اس کو فتنہ سمجھتے تھے لکھنؤ کے ایک بڑے مجتہد صاحب کے پاس گئے وہی لکھنؤ جو اہل تشیع کا مرکز ہے یہ وہ زمانہ تھا جب فتیحپور بسواں میں شیعہ وسنی کے درمیان جھگڑا تھا پوچھا مجھ کو تبرّے کے جواز میں صرف ایک حدیث (قول امام) ملی ہے وہ بھی ضعیف، کیا اور کوئی حدیث بھی ہے، فرمایا نہیں، کہا تو اس فعل مذموم کو جو سُنّی شیعوں میں دشمنی کا بدترین سبب ہے بند نہ کرا دیجیے، کیا یہ آپ کا فرض نہیں ہے؟ چپکے سے فرمایا مگر پھر شیعہ شیعہ نہیں رہیں گے۔

آں راز کہ در سینہ نہاں ست نہ وعظ ست
با یار تواں گفت دبہ منبر نہ تواں گفت

وہ بیچارے غصے کے ساتھ مایوس واپس چلے آئے،

از درِ دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

تم مذہب امامیہ کو غالباً یوں سمجھے ہوئے تھے "وہ مذہب جس پر امام کی ہستی چھائی ہوئی ہو جہاں نہ خدا کی ہستی کا احساس ہو نہ رسول کی ہستی کا"۔ حالانکہ حقیقت زیادہ گہرائی میں تھی، تم کو جناب قبلہ وکعبہ کا ممنون ہونا چاہیے،

کوفہ کی سبائی جماعت

جنگ صفین تک تو سبائی مذہب کے اصول وفروع باضابطہ تیار نہیں ہوئے تھے جب کسی قدر امن وامان ہوا تو رفتہ رفتہ اس طرف توجہ ہوئی یہانتک کہ حضرت امام باقر و جعفر صادق رضی اللہ عنہما کا

زمانہ آگیا، اس زمانے میں کوفہ میں ایک کمیٹی بنی جس کے سربرآوردہ ممبر زُرارہ، ابوبصیر ہشام، عبداللہ بن ابی یعفور وغیرہ تھے، انھوں نے ابن سبا کے مذہب کو مکمل کرنے میں باضابطہ کوشش کی، اصول و فروع تالیف و تصنیف ہوے، حدیثیں گڑھلیں پیغمبر خدا کے نام سے حدیثیں گڑھنے میں بہت خطرہ تھا، کیونکہ اہل سنت و جماعت کی طرف سے ان کی چھان بین شروع ہو جاتی اور بھانڈا پھوٹ جاتا اس لیے اس طرف بہت کم دست درازی کی گئی، البتہ زیادہ تر حدیثیں امام باقرؒ و امام جعفر صادقؒ کے نام سے تیار کی گئیں، امامیہ فرقہ ائمہ کے اقوال کو بھی حدیث کہتا ہے، ان دونوں اماموں کو اُن حدیثوں کی جو انکے نام سے بنائی جاتی تھیں کانوں کان خبر نہ تھی، یہ بزرگوار مدینے میں رہتے تھے اور حدیثیں ایک معقول فاصلے پر بلاخوف گرفت کوفے میں گڑھی جاتی تھیں،

مجالس المومنین شیعوں کی ایک کتاب فارسی میں ہے اس کے صفحہ ۱۶۶ میں سعید سے نقل ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ "ایک روز میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا دو شخصوں نے مجلس میں آنے کی اجازت مانگی، اجازت دی گئی، ان میں سے ایک نے اہل مجلس سے پوچھا کیا تم لوگوں میں کوئی امام مفترض الطاعۃ ہے؟ حضرت نے فرمایا ہم اس مجمع میں کسی کو ایسا نہیں پاتے اس نے کہا کوفہ میں ایک گروہ ہے جس کا زعم ہے کہ آپ ہی میں امام مفترض الطاعۃ موجود ہیں، اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں کیونکہ وہ صاحب ورع و اجتہاد ہیں ان میں سے عبداللہ بن ابی یعفور اور فلاں فلاں ہیں حضرت نے فرمایا میں نے تو ان کو اس عقیدہ کی تعلیم نہیں کی اس میں میرا کیا گناہ؟ یہ گفتگو کرتے وقت آپ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور غصے کے آثار ظاہر ہوے، جب ان دونوں نے آپکو غصہ میں دیکھا تو وہ چلے گئے"۔

زُرارہ کا کیرکٹر۔ ان کو تین اماموں کی صحبت کا شرف حاصل ہوا، امام باقرؑ، امام جعفر صادقؒ

اور امام موسیٰ کاظمؓ کا، باوجود بداخلاقی کے یہ بہت معتمد راوی بھی ہیں، امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ اگر زرارہ نہ ہوتے تو میرے باپ (امام باقرؒ) کی حدیثیں جاتی رہتیں، اُنھوں نے اتنی حدیثوں کی روایت کی ہے کہ اگر وہ حدیثیں نکال ڈالی جائیں تو مذہب سبائی آدھے سے زیادہ فنا ہو جاتا ہے، لیکن امام باقرؒ کی عظمت زرارہ کے دل میں یہ تھی کہ اس نے ایک مرتبہ امام باقرؒ سے بحث کی اور بحث کے بعد امام باقرؒ کی نسبت یہ گستاخانہ عقیدہ قائم کیا اُس پیر سے بے دماغ شدہ نمی داند روشِ گفتگو با خصم"۔ امام موصوف کی شان میں کئی مرتبہ یہ کہا، "اللہ تمھاری حالت درست کرے" یہ تعلقات تو امام باقرؒ سے تھے ذرا دیکھیں امام جعفر صادقؓ سے کیا تعلقات تھے امام رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں، میں نے زرارہ کے معائب سب پر ظاہر کر دیے اس نے مجھ پر افترا کیا اور کرتا ہے خدا اس پر لعنت کرے زرارہ کی جرأت اور گستاخی ملاحظہ ہو کہ اس نے امام جعفر صادقؓ پر لعنت کی، ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں زرارہ کے گمراہ ہونے میں سب کو اتفاق ہے، سبائی کمیٹی کے پریسیڈنٹ کی تصویر کس قدر تاریک ہے مگر غضب تو یہ ہے کہ باوجود ان سب قبائح کے وہ مذہب سبائی کے معتمد راوی ہیں، کتاب کافی جو فرقۂ سبائیہ میں اول درجہ کی مستند کتاب ہے اور جس کی تصدیق اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود جناب صاحب الامر (یعنی امام غائب) هٰذَا كَافٍ لِشِيعَتِنَا (یعنی کافی ہے ہمارے گروہ کیلئے) کی مہر کر چکے ہیں اس کی ایک تہائی حدیثوں کے ذمہ دار زرارہ صاحب ہیں جو شخص امام جیسی مقدس ذات پر افترا کرتا ہو اُن کی شان میں گستاخی کرتا ہو جس پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے دعائے لعنت خدا فرمائی ہو اس کی روایتوں پر بھلا کیا اعتبار ہو سکتا ہے، مذہب سبائی کی عمارت تنہا اُن حدیثوں پر کھڑی کی گئی ہے جن کو ائمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں ان حدیثوں کی واقعی حالت تمھارے سامنے ہے کیسی بودی بنیاد ہے ایک کو نہ ہلا دو تو تاش کی عمارت کی طرح

گر پڑے اور کیا ایک منٹ کے لیے کوئی یہ باور کر سکتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان روایتوں پر جو امام باقرؒ کے نام سے زرارہ نے بیان کی ہونگی کبھی کوئی اعتبار کیا ہوگا لاحول ولاقوۃ الا باللہ،

شیخ ابوبصیر کا کیرکٹر۔ انھوں نے امام جعفر صادقؓ سے روایتیں کی ہیں لیکن ان کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ شراب میں پانی ملا کر پی لیتے تھے اور اس کو یوں حلال کر لیتے تھے کہ امام نے ہمیں اجازت دی ہے یہ سن کر امام جعفرؓ نے منع کیا معلوم نہیں کہ پھر چھوڑی یا نہیں، ائمہ پر افترا کرتے تھے اور ان کی شان میں غیر مہذب الفاظ استعمال کرتے تھے ایک دفعہ امام جعفرؓ کے دروازے پر بیٹھ کر اندر جانے کی اجازت نہ پاکر امام موصوف کی شان میں بطور طعن فرمایا اگر ہمارے ساتھ بھی خوان ہوتا تو اندر جانے کی اجازت مل جاتی، انھیں حضرت نے امام کاظمؒ کی نسبت کہا تھا "میرے خیال میں ہمارے امام کم علم ہیں" ملا باقر مجلسی کا قول ہے کہ ابوبصیر کی گمراہی میں بھی سب کو اتفاق ہے مگر ستم ظریفی دیکھیے کہ یہ بھی معتمد راوی مانے جاتے ہیں، تقیہ کا غلبہ صداقت کی جانچ کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ مذہب شیعہ کی چوتھائی حدیثوں کے ذمہ دار شیخ ابوبصیر صاحب ہیں،

سنی راوی کہتے ہیں کہ انھیں اماموں نے ہم کو مذہب اہل سنت کی علانیہ تعلیم دی عام مجمع میں معتبر شہادتیں موجود ہیں ایسے موقع بھی پڑے کہ شیعہ راویوں کو امام کے سامنے جانا پڑا تو امام نے ان کی تکذیب کی اور سنیوں ہی کی تائید کی، اب تم کو اختیار ہو خواہ اس بات کو مانو کہ ان تقدس مآب اماموں کا ظاہر و باطن درست تھا، سچے تھے، یا یہ مانو کہ ظاہر اور تھا باطن اور تھا، جھوٹے اور فریبی تھے، جس قدر روایتیں اماموں نے مذہب اہلسنت و جماعت کے موافق سنیوں کی عدم موجودگی میں بیان کی ہیں ان کو بھی تقیہ پر محمول کرتے ہیں حالانکہ تقیہ کی

مطلق ضرورت نہ تھی،

کوئی کمیٹی کے ممبروں سے جب کہا جاتا کہ تم جو روایتیں جناب امام باقرؓ و جعفر صادقؓ کے نام سے نقل کرتے ہو سب جھوٹی ہیں ہم ان بزرگوں سے ملے ان کے عقائد بالکل اہلسنت کے ہیں اور وہ اپنے کو بلاخوف تردید سنی کہتے ہیں کبھی اپنے کو معصوم یا امام مفترض الطاعۃ نہیں کہتے چلوان سے اپنی باتوں کو تصدیق کرادو تو جواب دیتے نہیں ہم تصدیق نہیں کرا سکتے وجہ یہ ہے کہ اگر ہم جائیں گے تو امام خفا ہوں گے ہم کو تاکید کر دی ہے کہ اس مذہب کو ظاہر نہ کرنا جو شخص اس مذہب کو ظاہر کرے گا گویا اس نے ہم کو قتل کر دیا وہ تنہائی میں اپنا مذہب ہمکو تعلیم کرتے ہیں لوگوں کے سامنے جھوٹ موٹ اپنے کو سنی کہا کرتے ہیں، اپنی امامت کا اور معصوم ہونے کا بھی انکار کر دیتے ہیں،

اس لیے ایک طرف تو یہ ہے کہ امام اپنے کو علانیہ سنی ظاہر کرتے تھے معصوم اور مفترض الطاعۃ ہونے سے انکار کرتے تھے دوسری طرف اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ بزرگ تنہائی میں کوئی تعلیم اپنے قول و فعل کے خلاف دیتے تھے، واقعات کی جانچ قرائن کی بنا پر ہونا چاہیے حضرات ائمہ کا اتقا اور تقدس اس تنہائی کی تعلیم کے بالکل منافی ہے

سبائی کمیٹی کے ممبر کبھی ہاری نہیں مانتے تھے، اگر ان سے کہا جاتا کہ تم لوگ جھوٹے ہو تمھاری روایتوں پر کوئی کیسے اعتبار کرے تو ان کی طرف سے یہ جواب تھا کہ جھوٹ بولنا بڑی عبادت ہے یہ تو انبیاء و ائمہ کا شیوہ رہا ہے جھوٹ بولنا خدا کا دین ہے، کیا آپنے جعفر صادقؓ کا قول نہیں سنا کہ دین کے کل دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے تقیہ ہے جس نے تقیہ نہ کیا (جھوٹ نہ بولا) وہ بے دین ہے۔ سچ تو یوں ہے کہ یہ ممبر "پاک" جھوٹے اور "پاک" جعلیے ہیں،

ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ سبائی حضرت عمرؓ کو مرتد، کافر، منافق اور غاصب خلافت حق علیؓ کہتے ہیں

دونوں میں عداوت بیان کرتے ہیں تو پھر حضرت علیؓ نے اپنی لخت جگر ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمر سے کیوں کر دیا، اس کا جواب تو ایسا دیتے ہیں کہ سننے والا شرم سے گڑ جاتا ہے کہتے ہیں کہ امام جعفر صادقؒ کا قول ہے "وہ پہلی شرمگاہ تھی جو ہم سے چھین لی گئی" غضب خدا کا ایک طرف شیر خدا صاحب ذوالفقار، فاتح خیبر، حضرت کلثومؓ حضرت حسینؓ اور ان کے تمام کنبے کی غیرت پر حملہ دوسری طرف امیر المومنین حضرت عمرؓ اور تمام مسلمانوں پر حملہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ایسی حرکت کو کیسے جائز رکھا لیکن سبائی گروہ کو تو حضرت عمرؓ کو ظالم و غاصب ظاہر کرنا ہے اس میں چاہے حضرت علیؓ کی خودداری و عزت پر داغ لگ جائے، ع، گر مشت خاک ما، ہم بر باد رفتہ باشد، اور بدنامی سے بدنامی ہو جائے، کیسا گندہ جواب ہے جو حضرت امام جعفرؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جانتے ہو کہ اس حدیث کا راوی کون ہے؟ وہی زرارہ جسکے گمراہ ہونے پر سبائی مجتہدوں کو اتفاق ہے جس کے اخلاق مذموم کی تصویر دیکھ چکے ہو اسی کے ساتھ حضرت امام جعفرؒ کا یہ قول بھی سنو تو تم کو پورا یقین ہو جائے کہ پہلی روایت بالکل مصنوعی ہے، آپ سے پوچھا گیا کہ بیوہ ایام عدت کہاں گذارے شوہر کے گھر یا اور جگہ، فرمایا جہاں جی چاہے اور سند میں حضرت علیؓ کے فعل کا حوالہ دیا کہ آپ بعد وفات حضرت عمرؓ کے ام کلثوم کے پاس گئے انکا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے آئے (دیکھو فروع کافی جلد ۲) اس سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح ہوا تھا، مگر کچھ عرصے سے نکاح سے قطعی انکار کرنے کا پہلو تراشا گیا ہے، لیکن بدقسمتی سے انکار کرنے میں کچھ زیادہ دیر ہو گئی، نکاح تو سبائیوں کی مستند کتابوں سے ثابت ہے، قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں اس بحث میں کہ حضرت علیؓ نے حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کس وجہ سے کیا لکھتے ہیں تاکہ عمرؓ کی بدمزاجی جاتی رہے پھر اس بحث میں کہ ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی سے بھی درست ہے، ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیساتھ ہونا دلیل میں پیش کرتے ہیں

حضرت ام کلثوم ہاشمی تھیں اور حضرت عمرؓ غیر ہاشمی۔

جناب مولوی ناصر حسین صاحب شیعی مجتہد لکھنوی نے بھی حضرت ام کلثوم بنت حضرت علی مرتضیٰؓ و فاطمہ زہراؓ کے نکاح کا اقرار کیا ہے منکرین نکاح کی اضطراب انگیز و مجنونانہ کوششیں اور ان کوششوں کی بے حاصلیاں قابل رحم ہوتی ہیں۔ ایک اور روایت تصنیف کی گئی کہ حضرت علیؓ نے بجائے ام کلثومؓ کے ایک جنیہ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کر کے ان کے گھر بھیج دیا تھا، اب تازہ تلاش یہ ہے کہ وہ ام کلثوم حضرت علیؓ کی بیٹی ہی نہ تھیں بلکہ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی تھیں اور حضرت علیؓ کی محض ربیبہ دختر تھیں لیکن مشکل یہ آپڑی ہے کہ مدت ہوئی جناب کلینی ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ شوستری جو فرقہ امامیہ میں مستند مجتہد مانے جاتے ہیں بالتقیہ تسلیم کر چکے ہیں کہ وہ ام کلثوم جن کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا تھا دختر جناب فاطمہ زہراؓ و حضرت علی مرتضیٰؓ تھیں،

تعصب بُری بلا ہے حق پسندی و دقت نظری سب کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے، انسانی لغزشیں بھی اکثر بہت دلچسپ ہوا کرتی ہیں، ایک مذہب کو اختیار کر لینے کے بعد اس کے باطل اور کمزور عقائد کی تائید کرنا پڑتی ہے، یہ ظاہر ہے کہ ایسے عقائد کی تائید میں راست و قوی دلیلیں کہاں سے آئیں گی، وہ بھی باطل اور کمزور ہی ہوں گی لیکن اس کو کیا کیجیے کہ دلِ فریب خوردہ جھوٹی تسلی کا خواستگار ہے،

شبِ فراق نہ دارند سحر ولے یک چند
بہ گفتگوئے سحر می تواں فریفت مرا

حضرت ام کلثومؓ کا نکاح مان لینے سے مذہب سبائی کو بہت بڑا صدمہ پہونچتا ہے اسلیے طرح طرح کی بے بنیاد اور لغو باتیں بنائی جاتی ہیں، ایک بڑا صدمہ یہ پہونچتا ہے

کہ پھر حضرت عمرؓ نہ مرتد تھے نہ کافر نہ منافق حضرت علیؓ اپنی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیاری بیٹی کا نکاح کسی مرتد کافر یا منافق کے ساتھ ہرگز نہ کرتے،

یہ الزام بھی جھوٹا ہو جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی شیر خدا کے گلے میں رسّی باندھکر کھینچتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے گئے یا حضرت فاروقؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دی اگر ان قصوں کی کوئی اصلیت ہوتی تو حضرت علیؓ کی خودداری و غیرت اسکی ہرگز مقتضی نہوتی کہ وہ ایسے شخص کے ساتھ جسکے ہاتھوں ایسی تکلیف یا ایسی ذلّت ہوئی تھی اپنی بیٹی کا نکاح کردیں یہ بھی سفید جھوٹ ہے کہ ان دونوں حضرات کے باہم کوئی عداوت یا ملال تھا اسی کیساتھ اس واقعہ کو بھی دیکھو کہ حضرت علیؓ معاملات سیاست میں حضرت عمرؓ کو ہمیشہ مشورۂ نیک دیتے رہے۔ کیا یہ منافی ملال نہیں ہے؟ خداوند تعالیٰ تو فرمائے رحماء بینھم یعنی اصحاب رسول اللہ ایک دوسرے پر مہربان ہیں اور سنائی کہیں کہ ان میں باہم عداوت تھی، کیوں بھائیو! تم کیسے خدا کے بندے ہو کہ اپنے خالق اور پروردگار کے قول کو جھٹلاتے ہو، کیا یہ گستاخی و بے ادبی نہیں ہے؟ مگر ہاں تم اس قرآن کو خدا کا کلام تو مانتے ہی نہیں، یہی ایک وجہ اس گستاخی و بے ادبی کی ہو سکتی ہے اگر باہم دشمنی تھی تو حضرت علیؓ کو اپنے دشمن کی جان کی حفاظت کی اس قدر کیوں فکر تھی کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ اپنے زمانۂ خلافت میں حضرت فاروق اعظم کا ارادہ بحیثیت سپہ سالار خطرناک جنگ میں جانیکا ہوا لیکن حضرت علیؓ نے ازراہ فرط محبت خطرہ سے بچانے کے لیئے جانے کے خلاف مشورہ دیا، خاص کر جبکہ صحابۂ کرام کی رائے میں اختلاف تھا اور حضرت علیؓ کے مشورے پر جانے یا نہ جانے کا فیصلہ تھا، وہ اپنے اتنے بڑے دشمن کی جان کو خطرہ میں ڈالنے کیلیے پہلے شخص ہوتے لیکن میرے دوستو! تم کو تو تنہا صحابۂ کرام سے دشمنی نہیں ہے بلکہ اسلام سے دشمنی ہے، تم حضرت علیؓ کو اور حضرت علیؓ سے مقدس بزرگوں کو جن پر اسلام کو فخر و ناز ہے

مطعون و بدنام کرتے ہو، مذہب سبائی کی تائید میں تم نے اسلام کو بگاڑا خدائے پاک کو جاہل قرار دیا، پیغمبر خدا کی رسالت کو ناقص ٹھہرایا وہ خوف کے مارے وحی کو ظاہر نہیں کرتے تھے اصحاب پیغمبر کو کافر اور منافق بنایا، قرآن کو محرّف قرار دیا، ایک اہل بیت رہ گئے تھے انکو بھی بدنام کیا خدا کی پناہ حضرت فاطمہؓ کی پیاری بیٹی جناب ام کلثوم کی نسبت کہتے ہو..... تم کو غیرت نہیں، شرم نہیں! اُسپر کہتے ہو کہ یہ قول امام جعفر صادقؓ کا ہے، افسوس! افسوس! کیسے جھوٹے راوی، اور کیسے نادان ہیں ان پر اعتبار کرنیوالے ع بریں راے دراوی بباید گریست،

عقائد کا بہت بڑا اثر اخلاق پر پڑتا ہے جس مذہب میں جھوٹ بولنا از روئے عقیدہ عبادت مانا گیا اس قوم سے سچائی ہمیشہ کیلیے رخصت نہیں ہوگئی بلکہ اس کے ساتھ اور بہت سے اخلاق فاضلہ بھی رخصت ہوگئے مگر افسوس اور صد افسوس! اس گھر کو ابن سبا نے کیسی بُری طرح ویران کیا ہے،

اکثر حضرات سبائی کو اقرار یا وعدے کے توڑنے میں مسرت و لطف حاصل ہوتا ہے بعض سنیوں کو تجربہ ہوا ہے کہ وہ مجالس عزا میں مدعو کیے گئے اور وہاں انکے منہ پر صاف صاف الفاظ میں یا کنایۃً دل خراش تبرّا آمیز روایات بیان کی گئیں معلوم نہیں کہ یہ کہاں کی تہذیب ہے پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں ایک بخل دوسرے بدخلقی اسپر بھی کبھی کبھی ایک دو سنی بوجہ اصرار کے مروت میں آکر پھنس ہی جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجلس سے کمدر قلب کے ساتھ واپس آتے ہیں، سبائی دل آزاری سے باز نہیں آتے، کیوں باز نہیں آتے؟ غالباً بغض کی وجہ سے بغض نے معمولی تہذیب کی گنجایش بھی باقی نہیں رکھی،

کرانہ ضلع مظفر نگر میں ایک مقدمہ فوجداری کا چلا چند شیعہ بھائیوں نے ایک سنی کو تعویذ دیکر کہا کہ اس کا اثر اس وقت ہوگا جب اس تعویذ پر جوتے مارے جائیں، دیکھا گیا تو تعویذ میں

خلفائے راشدین کے نام تھے، بزدلانہ تنگ خیالی کا نمونہ اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا، نو نو ماہ سخت قید اور دو دو سو روپیہ جرمانے کی سزا ہوئی،

(دیکھو النجم لکھنؤ جلد ۴ نمبر ۳-۲۱ محرم ۱۳۴۵ھ)

شیعیان کوفہ نے حضرت امام حسین کو کئی سو خطوط لکھ کر بلایا اور آخر میں انکا ساتھ چھوڑ دیا علاوہ طمع دنیوی کے جان کے خوف نے ان کو بزدل کر دیا۔ دشمن سے مل گئے اور جس امام کو مدعو کیا تھا اسی کو شہید کیا، خدا کی پناہ بزدلی کے ساتھ دغابازی اور شقاوت قلبی بھی مل گئی گالیاں دینا بھی بزدلوں کا شعار ہے، مقابلے کی جرأت نہیں ہوتی تو زبان چلتی ہے لعنت کرنا بھی بزدلی کا شعبہ ہے،

اور تو بس نہیں چلتا ہے رقیبوں کا مگر
سوز کے نام کو لکھ لکھ کے جلا دیتے ہیں

حدیث کھاؤ بٹا کھاؤ!

ایک حدیث حضرت محمدؐ کے نام سے گڑھی گئی ہے بزدلوں کی ناشائستہ حرکت کو دیکھو خدا اور خدا کے رسول پر بھی جھوٹ اور بہتان باندھتے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا (سورۃ العنکبوت) ترجمہ اور اس سے بڑھکر ظالم کون ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ بہتان باندھے کیا ان لوگوں کو خدا کی اس وعید کی خبر نہیں کہ قیامت کے روز خدا پر جھوٹ بولنے والوں کے منہ کالے ہونگے اور بری جگہ رکھے جائیں گے، کیا یہ نہیں جانتے کہ رسول پر جھوٹ بولنے والے کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا، اے خدا کے بندو! کچھ تو خدا سے ڈرنا چاہیئے،

تم جانتے ہو کہ فرقہ سبائیہ حضرت عمرؓ کا بہت بڑا دشمن ہے حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا تبرا بھی عبادت میں داخل ہے جو نہ کہے وہ مومن نہیں، بچپن ہی میں بچوں کی تولہ بھر گھٹی میں چھ ماشہ تبرا بھی ہوتا ہے، افسوس لوگ بے فائدہ اپنے عشرت کدہ کو لعنت کدہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں، پھر اسی گھر میں اپنے نونہالوں کی پرورش کرتے ہیں جن کو مہذب اور نیک بنانے کا فرض ان کی گردن پر ہوتا ہے مگر ذرا غور کرو کہ اس فرض کو کس طرح ادا کرتے ہیں۔ بچوں کے دلوں میں خاصکر حضرت عمرؓ سے نفرت اور دشمنی پیدا کرنے کیلیے مختلف انداز اختیار کیے جاتے ہیں۔ تم کو کتاب رجا اکشی کا مضمون یاد ہوگا تبرے کا سبق ابن سبا کا سکھایا ہوا ہے، یہ پہلا شخص تھا جس نے صحابہ پر تبرا کیا اور ان کو کافر کہا، فرقہ سبائیہ اس سبق کو ابتک نہیں بھولا اور یاد رکھنے کی غرض سے استاد کی سکھائی ہوئی باتیں جزو عبادت کر لی گئیں حالانکہ یہ وہی ابن سبا ہے جس پر حضرت امام جعفر صادقؒ نے لعنت فرمائی ہے جس نے اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا تھا جس نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو خدا کہا تھا جس سے حضرت امیرؓ نے عقیدۂ کفر سے توبہ کرنے کو کہا لیکن اس نے توبہ کرنے سے انکار کیا جس نے بہتوں کو مختلف طریقوں سے اور خاص کر حضرت علیؓ کو خدا منوا کر گمراہ کیا تھا جو مسلمہ طور سے بڑا جھوٹا اور دغاباز تھا

علی گڑھ کے سید احمد خاں صاحب مرحوم کا نام سنا ہوگا وہ اپنا ذاتی تجربہ اپنی کتاب تحفۂ حسن میں لکھتے ہیں "اس زمانے کے عوام کو خلفائے راشدین کے حال سے غافل پایا اور شیعوں نے جو خلفائے راشدین کی نسبت جھوٹی جھوٹی باتیں بنائی ہیں وہ سب باتیں ان کے مذہب کا لڑکا لڑکا چوہا چوہا نوک زبان رکھتا ہے، میرے ایک دوست شیعہ مذہب تھے ان کے ہاں ایک چھوٹا بچہ تھا جس کو ایک بکری کا بچہ پال دیا تھا اور وہ خوب اس سے ہل گیا تھا، ایک دن اس بکری کے بچے کو ذبح کر ڈالا وہ چھوٹا بچہ خوب رویا اسکے باپ نے

اس سے کہا کہ "عمر یہ کام کر گیا تھا" اب فرمائیے ایسے چھوٹے بچے بڑے ہو کر کیسے تبرے باز ہوں گے ملعون اور لعنت تو ان کا تکیۂ کلام ہو جاتا ہے، اس تعلیم کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے کیا تم امید کر سکتے ہو کہ تبرے اور تقیے کی تعلیم کے ساتھ یہ لڑکے مذہب پر یا حق و باطل پر کبھی آزادی سے غور کر سکتے ہیں اگر یہ لڑکے جوان ہو کر تنگ خیال اور متعصب نہ ہوں تو اور کیا ہونگے

سبائیوں نے حضرت عمرؓ کی شہادت کا ایک روز مقرر کیا ہے اس دن اُن کے مرنے کی خوشی میں عید مناتے ہیں وہ دن ۹ ربیع الاول ہے کسی کے مرنے پر عید منانا بزدلی اور کمینہ پن کی علامت ہے یا نہیں تم خود فیصلہ کر لو صوبۂ اودھ کے ایک شہر میں اس عید کے منانے کیلیے ایک فتنہ انگیز و تہذیب سوز تھیٹر سالانہ ہوتا ہے جس میں شہر کے اور باہر کے تعلیم یافتہ شیعہ شریک ہوتے ہیں، اخلاقی پستی کا بدترین درجہ وہ ہوتا ہے جب لوگ مذموم افعال کو محمود ماننے لگتے ہیں اور ان پر مذہب کی مہر سے تصدیق کر دی جاتی ہے اور جب جناب مجتہد صاحب اپنے گلے کے خوف سے مہر خاموشی کو ہلکا سا صدمہ پہونچنا بھی گوارا نہیں کرتے، یہ دل آزار تھیٹر ایک دن فساد برپا کر دے تو کوئی تعجب نہیں،

اس دن کی فضیلتوں کی کوئی حد نہیں ہے ملا باقر مجلسی اہل تشیع کے ہاں ایک بہت بڑے مجتہد ہیں انھوں نے زاد المعاد فارسی میں (جو معتبر ترین کتب شیعہ سے ہے) ایک حدیث لکھی ہے جو رسول خدا کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس میں کچھ باتیں اللہ تعالیٰ کیطرف بھی منسوب کی گئی ہیں، ان سے سبائیوں کی ذہنیت کا پتہ لگتا ہے نہ خدا کا خوف نہ رسول کا لحاظ

رسول اللہ نے فرمایا ہے میرے اوپر جھوٹ نہ بولنا یعنی میری طرف سے جھوٹی باتیں بنا کر لوگوں کو نہ سنانا کیونکہ جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ ضرور آگ میں داخل ہوگا، رہا خدا پر افترا کرنا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ بولے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ (پ ۲۴ زمر)

اس حدیث کا ترجمہ آیات بینات مصنفہ نواب محسن الملک صاحب کی جلد اول صفحہ ۹۷ سے حسب ذیل نقل کیا جاتا ہے، "حذیفہ ابن یمان صحابی سے روایت ہے کہ میں ۹ ربیع الاول کو پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کے پاس امیر المومنین علی مرتضیٰ اور حضرت امام حسن اور امام حسین بیٹھے ہوئے کھانا نوش فرما رہے ہیں حضرت نہایت خوش ہیں اور حسنین علیہما السلام سے کہہ رہے ہیں،

کھاؤ بیٹا کھاؤ

یہ کھانا تم کو مبارک ہو، آج کا دن وہ ہے کہ جس دن خدا اپنے دشمن کو تمہارے اور تمہارے جد کے دشمن کو ہلاک کر دے گا، اور تمہاری مادر مشفقہ کی دعا کو قبول کرے گا،

کھاؤ بیٹا کھاؤ

آج وہ دن ہے کہ خدا تمہارے شیعوں اور محبوں کے اعمال کو قبول کرے گا،

کھاؤ بیٹا کھاؤ

کہ آج کی تاریخ خدا میرے اہل بیت کے فرعون کو ہلاک کرے گا،

کھاؤ بیٹا کھاؤ

کہ آج کے دن خدا تمہارے دشمنوں کے عمل کو باطل کرے گا،

کھاؤ بیٹا کھاؤ

کہ آج کی تاریخ خدا کے اس قول کی تصدیق ہو گی،

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا کہ آج کے دن ان کے گھر خالی ہو گئے بسبب ظلم کے جو انہوں نے کیا تھا،

(حذیفہ کہتے ہیں) کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت میں کوئی ایسا ہو گا

فرمایا ہاں ایک بُت منافقوں سے انکا سرگروہ ہوگا اور دعوی ریاست کا کریگا اور تا زمانہ ظلم وستم کا اپنے ہاتھ میں لیگا اور آدمیوں کو خدا کی راہ سے منع کریگا اور خدا کی کتاب میں تحریف کریگا اور میری سنت کو بدل دیگا اور میرے وصی علیؑ پر زیادتی کریگا اور خدا کے مال کو ناحق اپنے اوپر حلال کریگا، اور غیر طاعت میں خدا کے صرف کریگا اور مجھے اور میرے بھائی علیؑ کو جھوٹا کہے گا، حذیفہ نے کہا یا حضرت! اگر وہ ایسا ہے تو کیوں اسکے لیئے آپ دعا نہیں کرتے تاکہ وہ آپ کی زندگی میں ہلاک ہوجائے، فرمایا کہ میں خدا کی قضا پر جرأت نہیں کرتا، اور جو کچھ اس نے اپنے علم میں قرار دیا ہے اسکا بدلنا اس سے نہیں مانگتا میں یہ سوال کرتا ہوں کہ خدا اس روز کو فضیلت دے اور تمام دنوں پر اس دن کو عزت بخشے، چنانچہ خدا نے حضرتؐ کی دعا قبول فرمائی اور وحی کی کہ اے پیغمبر میں اس دن کو افضل کرتا ہوں اور علیؑ کو تیرا صاحب رتبہ اسی کے ظلم کے سبب سے عطا کرونگا وہ شخص مجھ پر جرأت کریگا میرے کلام کو بدل دیگا میرے ساتھ شرک کریگا لوگوں کو میری راہ سے منع کریگا میرے ساتھ کفر پیش آئیگا، اسلیے میں نے ملائکہ ہفت آسمان کو حکم دیا کہ اس دن کو جس میں وہ مارا جائے شیعوں اور محبوں کے لیے عید کریں اس تاریخ کو میری کریمی کرامت کو بیت المعمور کے برابر نصب کریں اور تمام فرشتے شیعوں کیلیے دعا کریں اور میں نے تمام فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اس تاریخ سے تین دن تک قلم آدمیوں سے اٹھالیں اور کوئی شخص کچھ گناہ کیوں نہ کرے اسکو نہ لکھیں اے محمدؐ اس دن کو میں نے تیرے لیئے اور تیرے شیعوں کیلیئے عید بنا دیا ہے" چنانچہ اب تک عید منائی جاتی ہے جس عید کی بنیاد حدیث پر ہو اور جس سے ثواب کے چشمے پھوٹ رہے ہوں اسکو کیسے ترک کریں،

ملہ سبائیوں نے اس کا فائدہ اُٹھایا عید شجاع کی شب کو بھاری سے بھاری گناہ بھی ثواب ہو جاتا ہے ہر گناہ سے ستر ہزار فرشتے پیدا ہوتے ہیں جو ہر مومن اور ہر مومنہ کے لیے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں ۱۲

اب اسکے بعد نواب محسن الملک صاحب اپنے ریمارک لکھتے ہیں، اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ!
اس روایت کو دیکھو اور شیعوں کے ایمان اور انصاف اور عقل پر روؤ ..... دیکھو پیغمبر خدا
علیہ التحیۃ والثنا پر اس حدیث میں کیسی تہمت کی ہے اور خدا کے محبوب پر کیا کیا افترا باندھا ہے؟
..... درحقیقت انھیں شیعوں کی شان میں یہ صادق آتا ہے کہ

لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ	ان کے دل ہیں مگر اُن سے سمجھتے نہیں اور انکی
اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ	آنکھیں ہیں مگر اُن سے دیکھتے نہیں اور انکے کان ہیں
لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ	مگر اُن سے سنتے نہیں یہ لوگ مانند جانوروں کے ہیں
بَلْ ھُمْ اَضَلُّ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغَافِلُوْنَ	بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ اور غافل ہیں،

کوئی دقیقہ بے ایمانی اور کفر کا نہیں ہے جو اس حدیث کے واضع نے چھوڑا ہو اور کوئی جھوٹ اور افترا نہیں رہا جو پیغمبر صاحب کی طرف منسوب نہ کیا ہو، بھلا کون شخص ہے جو اس بات کو مانے گا کہ جس شخص کے ایمان لانے کے لیئے خود ہی حضرت نے دعا کی ہو اور جس کے لیئے بروایت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

(ترجمہ)

اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب سے عزت دے

کہا ہو اور جس کے حق میں خدا نے حضرت کی دعا قبول کی ہو اور جس نے مسلمان ہوتے ہی
اسلام کا جھنڈا کعبہ میں گاڑ دیا ہو اور جس نے اسلام لاتے ہی حضرت کو کعبہ چلنے پر مستعد کیا،
اور جس نے تمام عمر حضرت کی اطاعت اور محبت و فرماں برداری میں اور اپنی ساری
زندگی اسلام کے پھیلانے میں صرف کر دی ہو اور جس نے دنیا کی کسی قسم کی لذت نہ اٹھائی ہو

اور جس نے خدا کی راہ میں جان دے دی ہو اسی سے پیغمبر صاحب اسقدر رنجیدہ ہوں کہ اس کے مرنے پر اس قدر خوشی کریں اور اس کے مرنے کے دن کو عید الفطر اور عید الضحیٰ اور عید غدیر سے بھی بڑھ کر افضل جانیں اور خدا اس کے مرنے سے اس قدر خوش ہو کہ تین دن تک گناہوں کے لکھنے سے قلم اٹھالے اور شیعونکو اجازت دیدے کہ اس تین دن کے عرصے میں ..... چاہے مسجدیں ڈھائیں چاہے قرآن جلائیں، جو دل چاہے کریں نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ بتلانے والا، کرامًا کاتبین ہو قوف لکھنا ڑھنا بند ..... خدا کیلئے انصاف کرو اور اس عقل کے دشمن فرقہ کو دیکھو کہ انکو بسقدر شیطان نے بہکایا ہے اور اسلام کی راہ سے کس قدر دور کر دیا ہے، بیچارے نمازی برسوں نماز پڑھتے پڑھتے مریں، روزے رکھنے والے تیس دن تک گرمیوں کے دنوں میں بھوک پیاس کی تکلیف اٹھائیں، حاجی ہزاروں منزل سے مصیبت کی راہ طے کر کے کعبہ میں پہنچیں اور حج اکبر کریں تب صبر کے مستحق ٹھہریں اور شیعہ بھائی گھر بیٹھے .....

ربیع الاول کی نویں تاریخ کو بابا شجاع کے نام پر حلوے کھائیں اور لعنتی کھانا نوش کریں اور سب سے زیادہ ثواب پائیں، واہ کیا خدا کا عدل ہے شاید اسی سبب سے خدا کو عادل سمجھتے ہیں اور عدل کو اصول خمسہ دین میں جانتے ہیں، اگر ایمان اسی کا نام ہے اور محبت اہل بیت اسی کو کہتے ہیں تو افسوس ایسے ایمان اور ایسی محبت پر اور اگر محب اور مومن ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں تو وائے ان کے حال پر۔"

اُس روایت کی صحت اگر تسلیم کی جائے تو ضرور یہ امر بھی ماننا پڑیگا کہ پیغمبر صاحب بھی تقیہ فرماتے تھے اور وہ بھی کافروں بلکہ اپنے یاروں سے ڈرتے تھے اور خوف کے سبب سے جو کچھ ان کے دل میں ہوتا تھا اسکو ظاہر نہ فرماتے تھے اسلیئے کہ اگر خوف نہوتا تو ایسے دشمنِ خدا

اور رسول کو جیسے کہ حضرت عمرؓ تھے اور جن کے مرنے کی خبر سے اس قدر خوش تھے
اور جن کی موت کی تاریخ کو عید اور جمعہ سے افضل جانتے تھے اور جن کو فرعونِ اُمت
کہتے تھے کیوں اپنی صحبت میں رکھتے اور کس لیئے ان کو اپنا مصاحب بناتے اور
کس واسطے ان سے ہمیشہ صلاح و مشورہ لیا کرتے، کسی آدمی کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے
کہ پیغمبر صاحب جن کا کام خلق کی ہدایت تھا اور احکام الٰہی کا پہونچانا جن کے اوپر فرض تھا
اور امت کو نیک و بد پر آگاہ کر دینا جن کے اوپر لازم تھا وہ بھی تقیہ کرتے ہوں اور خوف
[redacted] نام بھی نہ لے سکتے ہوں اور باوجود اس کے کہ ان کو اپنے دین کا
دشمن جانتا اور جان بوجھ کر ان کو اپنی صحبت سے نہ نکالا اور علانیہ لوگوں پر انکے کفر و نفاق کا
حال ظاہر نہ فرمایا اور لوگوں کو دھوکے میں رکھا بلکہ برملا کہنا اور لوگوں سے علانیہ انکے کفر و نفاق کا
حال ظاہر کرنا ایک طرف اپنے گھر میں بھی پوچھنے والے سے ان کا نام نہ لیا اور دیوار ہم گوش دارد
کا مضمون پیش نظر رکھ کر گول ہی گول بات فرمائی اسی واسطے حذیفہ صحابی سے سب حال تو
حضرت نے فرما دیا لیکن نام عمرؓ کا نہ لیا بلکہ ان کے پوچھنے پر بھی جواب صاف نہ دیا اور فقط
ان کی صفات کو بیان کر کے سکوت فرمایا اگر ان کا نام حذیفہ سے کہہ دیا ہوتا تو اسکے ساتھ ہی
سکوت کی بھی نصیحت کر دی ہوتی"۔

"خانہ خراب ہو تقیہ کا جس سے کسی کو محفوظ نہیں جانتے اور پیغمبر صاحب پر بھی اسکا اقرار کرتے
ہیں حالانکہ خود ان کے علماء کا اقرار ہے کہ پیغمبر صاحب تقیہ نہ کرتے تھے بلکہ وہ تقیّے سے
ممنوع تھے چنانچہ ہم بحث تقیہ میں اس کا ذکر کریں گے اور حقیقت میں اگر پیغمبر صاحب بھی
تقیہ کرتے ہوتے اور وہ کافروں سے ڈرتے ہوتے اور جو بات سچ ہے اسکو زبان پر نہ لاتے
تو دین کیونکر جاری ہوتا اور مذہب اسلام کیونکر پھیلتا اور لوگوں کو حضرت کی صداقت پر کسطرح یقین رہتا

پس جبکہ پیغمبر خدا نے ابتدائے نبوت میں تقیہ نہ کیا اور باوجود تکلیف اٹھانیکے کفار کے ہاتھ سے
ان کے کفر کی برائی اور ان کے بتوں کی ہجو کو ترک نہ کیا اور سب طرح کے صدموں کو صرف
اسی بات پر گوارا فرمایا اور بعد ہجرت کے اور شروع ہونے جہاد کے کفار و منافقین کو قتل کیا
اور جو واجب القتل معلوم ہوا اس کے خون کو ہدر کیا اور ان کے نام لے کر لوگوں کو انکے قتل پر
آمادہ کیا اور حضرت عمرؓ کو باوجود جاننے اس امر کے کہ ان سے بڑھ کر کوئی کافر اور منافق نہیں ہے
اور ان سے زیادہ کوئی دشمن خدا اور رسول نہیں ہے کبھی اپنے آغوش سے جدا نہ کیا اور
سوائے تعریف کے کبھی ان کی برائی کا کلمہ بھی زبان مبارک پر نہ لائے تو ظاہر ہے کہ اس سے
بڑھکر اور کیا خوف ہوگا اور حضرت سے زیادہ تقیہ کون کریگا"

"پیغمبر صاحب کا کام تھا ہر ایک امر کا ظاہر کر دینا باقی ماننا نہ ماننا اُمت کے اختیار میں تھا
اگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کفر و نفاق کو ظاہر کر دیتے اور
سب کو اس پر آگاہ فرما دیتے تو حضرت کی حجت تو ختم ہو جاتی

حضرتؐ کو لازم تھا کہ سب مسلمانوں کو جمع کرتے اور خم غدیر کے خطبہ کی طرح منبر پر
چڑھکر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کے اس کا خطبہ پڑھتے اور سب لوگوں کو آگاہ کرتے کہ یہ عمرؓ
جو میرے پاس ہے کافر و منافق ہے اور فرعون میرے اہل بیت کا ہے اس کو خوب
پہچان رکھو یہ میرے اہل بیت پر ظلم کرے گا تازیانۂ جور و ستم ہاتھ میں لیگا حق میرے
بھائی علیؓ کا غصب کرے گا اس کے مرنے کے دن کی یہ فضیلتیں خدا بیان کرتا ہے

ایک ادنیٰ سے ادنیٰ منافق کے واسطے خدا کی آیتیں نازل کرکے انکو مشتہر اور بدنام کرے
اور حضرت عمرؓ سے منافق کیلئے نعوذ باللہ نہ خدا کوئی آیت نازل کرے نہ پیغمبرؐ کچھ زبان سے فرمائیں

افسوس ایسی سمجھ پر اور تُف ایسے عقیدے پر
کہ

جس کے نہ اصول دُرست ہیں نہ فروع"

یہ ریمارک تھے نواب محسن الملک صاحب مرحوم کے

سبائیوں کی جعلی حدیثوں کا اور ان کی مذہبی و اخلاقی ذہنیت کا ایک چھوٹا سا نمونہ کھا، مٹا کھاوے، کیسے مُہذب کیسے سچے! خدا کے بندے ہو کر خدا ہی پر افترا کریں،

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر افترائے عظیم کرنیکے بعد مدینہ منورہ کس منہ سے جاؤ گے شاید اسی وجہ سے دونوں جگہ جاتے ہوئے جھجکتے ہو اور وہاں بہت کم دکھائی دیتے ہو

تبالخیر

صحت نامہ فتنۂ ابن سبا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۲	وغیرت	نہ غیرت	۶۵	۱۸	دریکبارگی	دہ یکبارگی
〃	۵	ترکیبیں	برکتیب	۸۳۰	۱۹	سرفرمایا	فرمایا حضرت عثمان کی
۴	۱۶	بہ خواہ	بدخواہ	۸۶	۱۸	حضرت حکماں	وسد عثمان مظلوم
۸	۱۶	گلے	گلے پر	۸۹	۱	واللہ مظلوم	کہ زراسی
۱۱	۹	تینوں تین ہر	تینوں مل کر	۹۱	۱۵	کہ راسی	[illegible]
۱۴	۱۷	ہزاروں	مزاروں	۹۳	۲	[illegible]	[illegible]
۱۵	۱۰	مرغوب	مرعوب	۹۴	۷	جگو بھی	ہو بھی
۱۹	۱۳	کھانہ	کھانا	۱۰۴	۱	ایسی اقراء	ایسی افتراء
۲۲	۱۲	کابل	یابل	۱۲۳	۱۰	دہ لیل	دہ دلیل
۲۸	۲	ٹھا	اوٹھا	۱۲۹	۰	۱۲۹	۱۳۹
۳۲	۷	زندہ ہیں	زندہ ہے	۱۳۲	۱۹	تنبیہ	مُتنبّہ
۳۳	۱۳	موافق	خلاف	۱۳۴	۵	کرتے من	کرتے ہیں
۴۰	۱۴	وہ لوگ	وہ لوگ جو	۱۳۶	۱۰	خواہش دل	خواہش دلی
۴۲	۱۰	کھڈ	کھدّر	۱۳۷	۳	جائز ہیں	جائز نہیں
۴۳	۱۷	بنی امیر	بنی امیہ	۱۴۰	۱۹	کیا اُن	تو کیا یہ اُن
۴۴	۶	دین اللہ	دین اللہ	۱۵۷	۵	۱۲۶ھ	۲۶ھ
۴۵	۱۰	کہ تر	کے تر	۱۶۱	۸	کی جاتی	لی جاتی
〃	۱۷	یہی ہوں	نبی ہوں	〃	۱۱	میں بھی	میں بھی رہا
۴۶	۱۶	بن صبلخ	بن صباح	۱۸۳	۳	وکیا	تو کیا
۴۸	۱۵	یخیز	خیز	۱۷۸	۱۴	گئی	گئی
۵۰	۱۱	واضح ہے	واضح رہے				